

خطبات الرشید

جلد ۶

فیتہ الرشیدیہ فی شرح القرآن فیتی رشیدیہ (القرآن مجید) ولہ اللہ تعالیٰ

- سیاحت فتنہ
- فتنہ بنو
- صفات القرآن
- ثمرات اعمال
- عیالیت پسند مسلمان
- شادی مبارک
- صراط مستقیم
- حجت کار
- طہارت و صلاحت
- عید کا مہینہ خوشی



کتابت اہل بیت
پتہ: ۱۰۰/۵۶

خطبات الرشید

الحمد لله

— مؤلف —

فصل العشر في معرفة فضل العلم والدار

— تاثير —

کتابت کفر

ناظم آباد کراچی

اِجَالِی قُرْبَانِی

خطبات الرشید

جلد ہفتم

- ۱۔ یاسی فتنے
- ۲۔ شادی مبارک
- ۳۔ شرعی پردہ
- ۴۔ صراطِ مستقیم
- ۵۔ صفات القرآن
- ۶۔ صحبت کا اثر
- ۷۔ شامت اعمال
- ۸۔ طریق اصلاح
- ۹۔ بیسائیت پسند مسلمان
- ۱۰۔ عید کی سچی خوشی

عرض ناشر

حقیر احقر ملتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے
 موصوفہ نے بڑا ہون بلکہ لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا جس
 شخص نے حضرت داتا کے موصوفہ پڑھے، اور محضر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا وہ حوالہ جو
 اب تک دفن رہی ہر گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، حضرت داتا کے موصوفہ
 پڑھ کر اپنے گناہوں سے تائب ہو گئے اور ان کی زندگیوں پر سکون ہو گیا۔ ان کے
 گھرؤں سے گناہوں کے آفات نکل گئے اور وہ مکر جہن و سکون کا گہوارہ بن گئے۔
 اب تک حضرت داتا کے یہ موصوفہ طبعہ و طبعہ و کتابچوں کی شکل میں شائع ہو
 رہے تھے۔ ضرورت اس کی تھی کہ ان موصوفہ کو ایک جامع کتابی شکل میں منظم کر دیا
 جائے تاکہ ان سے فائدہ اٹھانا آسان ہو جائے۔ چنانچہ ”مطبوعات الرشد“ کے نام
 سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ اس کی پہلی جلد ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ باقی جلدیں
 بھی روز بروز جلد ہی آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت داتا رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض کو
 قیامت تک جاری رکھے اور ہم سب کو ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا
 فرمائے۔ آمین

خادم کتاب گھر ناظم آباد کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۵	سیاسی فتنے
۲۱	سیاسی انتخابات کا فتنی مل
۲۲	سیاسی دگرہن کے اسباب
۲۴	ظہری سبب
۲۴	باطنی سبب
۲۶	سبب باطنی کا علاج
۲۶	سبب ظہری کا علاج
۲۸	علم کے علاوہ جانے؟
۲۹	طاوہی پر اعتراض کیوں؟
۳۰	علم شریعت ہی میں بہتری ہے
۳۰	بہترین نمونہ
۳۱	علم کے فیصلے کی لطافت و راز پر شوق و امید
۳۲	خاصہ کام
۳۲	مسلمان اور کافر کی ترقی کے طریقے مختلف ہیں
۳۳	گلوہ چھڑے بغیر بہات کا گمان نفس و شیطان کا دھوکا
۳۳	بیوقوفوں سے بچنے کا نسخہ اکسیر
۳۵	اللہ تعالیٰ کا وعدہ
۳۵	عذاب الہی سے بچنے کی غلط تدابیر

صفحہ	عنوان
۳۶	✽ وقفِ حق کے قسم
۳۷	✽ ایک نافرمان کی وجہ سے نبی کی وعاد بھی قبول نہ ہوئی
۳۸	✽ برکت کو ثابت کرنے کی غلط جگہ ملیں
۳۸	✽ پہلی جگہ ملی
۳۸	✽ جواب
۳۹	✽ دوسری تاویل
۳۹	✽ جواب
۴۲	شادی مبارک
۴۶	✽ شہرِ نعمت
۴۷	✽ محسن کی فرض
۴۹	✽ اصحاب کا تقاضا
۵۱	✽ ظرفِ مائی کا اہام
۵۳	✽ مجبور کرنے کے معنی
۵۵	✽ خطبہ کی آیات
۵۷	✽ ایک عظیم غلطی
۵۹	✽ سہ مائی
۶۱	✽ مصلح کا کام
۶۲	✽ خطبہ کی مصلحت
۶۳	✽ شادی مبارک کہنے کی رسم
۶۳	✽ "شادی مبارک" کہنے کا مطلب
۶۳	✽ وعاد کی حقیقت

صفحہ	عنوان
۶۴	✽ دل سے طلب کی علامت.....
۶۵	✽ مقصد میں کامیابی کی شرط اور پس.....
۶۶	✽ نعمت کی بجائے زحمت.....
۶۷	✽ آج کا سلطان.....
۶۸	✽ احادیث کی تشریح.....
۷۰	✽ کچھ اپنے واقعات.....
۷۳	✽ سنی آموز واقعہ.....
۷۴	✽ رسول کی پابندی.....
۷۹	✽ شرعی پردہ
۸۲	✽ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو ہیبت کرنے کا طریقہ.....
۸۳	✽ شرک سے بڑا گناہ.....
۸۵	✽ رزق کا مالک کون؟.....
۸۶	✽ اولاد کے تل سے بڑا جرم.....
۸۷	✽ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لگانا.....
۸۸	✽ دروہگی چھوڑ دے یکہ رنگ ہو جا.....
۹۲	✽ عبادت الہیہ.....
۹۲	✽ آج بھی اسلام پر عمل کرنا آسان ہے.....
۹۳	✽ پردہ کو ہے کار کھٹے کا وہاں.....
۹۶	✽ امراض بطن سے بچنے کا نسخہ.....
۱۰۰	✽ دین ہر شے پر مقدم ہے.....
۱۰۱	✽ خطرے سے ناغہ رہنا سب سے بڑا خطرہ ہے.....

صفحہ	عنوان
۱۰۳	✦ قرآن کے ساتھ آج کے مسلمان کا برتاؤ؟
۱۰۶	✦ قرآن میں پردہ کے احکام
۱۰۹	✦ قرآنی احکام سے کبھی غفلت
۱۱۳	✦ تمام پرستانوں کا طہار
۱۱۳	✦ روکی عبرت
۱۱۵	✦ کن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے
۱۱۷	✦ ایک جہالت کی اصلاح
۱۱۷	✦ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں پردہ کی پابندی؟
۱۱۹	✦ قرآن کے بابوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ
۱۲۰	✦ پردہ عورتوں کے بزاروں اللہ
۱۲۱	✦ آج کے مسلمان میں ایمان کتنا ہے؟
۱۲۱	✦ مسلمان کو قرآن سے صحت کیوں نہیں ہوتی؟
۱۲۲	✦ دینا باز مسلمان
۱۲۳	✦ حقوق کی رضا مندی جہنم سے نہیں بچا سکتی
۱۲۶	✦ دنیا میں جنت کے سڑے کیسے حاصل ہوتے ہیں؟
۱۲۶	✦ آج کے مسلمان کا دل ڈاکو سے بھی خست ہے
۱۲۷	✦ پردہ کی دین کی مکمل جگہ ہے
۱۲۸	✦ پردہ معاشرہ کا مقابلہ کرنے والے
۱۳۲	✦ دینی مسائل سے لوگوں کی غفلت
۱۳۳	✦ بد نظری کی حرمت پر اطفال کا جواب
۱۳۳	✦ حرمت نظری پانچ وجوہ
۱۳۳	✦ مکمل حجب

صفحہ	عنوان
۱۳۱	♦ دوسری جہ
۱۳۶	♦ تیسری جہ
۱۳۶	♦ چوتھی جہ
۱۳۷	♦ پانچویں جہ
۱۳۷	♦ پردہ کی مخالفت کا اصل راز
۱۳۸	♦ چند اشکال اور ان کے جواب
۱۳۸	♦ بچپن میں ساتھ رکھنے سے پردہ محال نہیں ہوتا
۱۳۹	♦ آج کے مسلمان کی عکاسی
۱۳۹	♦ یورپوں سے پردہ کی زیادہ ضرورت
۱۴۱	♦ باعزم کی طرف دلی رغبت بھی حرام ہے
۱۴۲	♦ بزرگوں سے زیادہ پردہ کی ضرورت
۱۴۳	♦ دلت تک ہے پردہ رہنے سے پردہ محال نہیں ہوتا
۱۴۳	♦ اچانک نظر نہ جانے سے پردہ محال نہیں ہوتا
۱۴۳	♦ شرعی پردہ کے لئے الگ مکان ضروری نہیں
۱۴۵	♦ شرعی پردہ میں شرعی آساتھیاں
۱۴۶	♦ پردہ محبت پر فرض ہے نہ کہ محراب
۱۴۷	♦ گھر میں شرعی پردہ کروانے کے طریقے
۱۵۱	صراط مستقیم
۱۵۳	♦ سورۃ فاتحہ علامہ قرآن
۱۵۳	♦ لہذا کی عجیب شان
۱۵۵	♦ الفاظ حراموں سے جواب میں نکتہ

صفحہ	عنوان
۱۵۶	تعلق مع اللہ اور محبت پر مرنے کا نسخہ
۱۵۸	ایک دھمکے شخص کا قصہ
۱۶۰	اہل محبت کے لئے دین بہت آسان ہے
۱۶۱	عہادت کا مستتر طریقہ
۱۶۲	مذہبِ قرآن کی دو قسمیں
۱۶۳	اہل ایمان
۱۶۴	اپنا المراد مستقیم کا مطلب
۱۶۵	مراد مستقیم
۱۶۶	گمراہی کا راستہ
۱۶۶	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیار حق بننے کی عقلی دلیل
۱۶۸	دست گھٹنے میں چہرہ کے آجڑ کو آغز
۱۶۹	احادیثِ نقل کرنے کا ایک عجیب انداز
۱۷۰	برعادت کے مفاسد
۱۷۳	حکومتِ اہل بیت کی حجازی حکمت
۱۷۴	برعتِ دخولِ جہنم کا باعث ہے
۱۷۳	نجات کا راستہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے
۱۷۳	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا راستہ پھوڑنے والوں کا حال
۱۷۵	صالح اور فاسق کی مثال
۱۷۶	مرادِ مستقیم کی تعمیر خود قرآن مجید سے
۱۷۸	برعت سے بڑھ کر شرک بھی
۱۷۸	ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ
۱۷۹	برعادت کے ماحول میں انجامِ بدیہت

صفحہ	عنوان
۱۸۰	✦ اہل بیت کے دہانے سے بیت کو خطاب کیوں؟
۱۸۱	✦ ایک نیک خاتون
۱۸۳	صفات القرآن
۱۸۵	✦ قرآن کی چار صفات
۱۸۵	✦ ① صحت
۱۸۵	✦ رب کے مسمیٰ
۱۸۶	✦ ② کھار
۱۸۷	✦ ③ ہدایت
۱۸۸	✦ ④ درست
۱۹۰	✦ قرآن مجید بہت بڑی دولت ہے
۱۹۲	✦ دولت قرآن
۱۹۳	✦ تھوڑی
۱۹۳	✦ کسی سے ڈرنے کی وجہ
۱۹۳	✦ ① کسی قسم کی اپنے اچھلنے کا خوف
۱۹۳	✦ ② سزا کا خوف
۱۹۳	✦ ③ محبوب کی ناراضی کا خوف
۲۰۱	✦ نقلِ نہایت کی دو قسمیں
۲۰۱	✦ ① ظاہری
۲۰۱	✦ ② قلبی
۲۰۲	✦ قرآن مجید ہدایت و درست کیسے؟
۲۰۲	✦ لمس و شیطان کے خطرے

صفحہ	عنوان
۴۰۲	♦ پہلا خطہ.....
۴۰۲	♦ دوسرا خطہ.....
۴۰۲	♦ تیسرا خطہ.....
۴۰۳	♦ ہفتی کے تین قریب.....
۴۰۳	♦ پہلے دو قریبوں کا جواب.....
۴۰۳	♦ حقیقت کھسکے کے لئے تین مثالیں.....
۴۰۴	♦ پہلی مثال.....
۴۰۵	♦ دوسری مثال.....
۴۰۵	♦ تیسری مثال.....
۴۰۶	♦ تیسرے قریب کا جواب.....
۴۰۶	♦ چوتھا خطہ.....
۴۰۶	♦ صحبت کا اثر
۴۱۲	♦ مجلس کا اثر.....
۴۱۳	♦ دارالافتاء کے ایک طالب علم کا قصہ.....
۴۱۶	♦ سود غریبی بہت بڑی نعمت.....
۴۱۷	♦ مہارت کے سستی.....
۴۱۸	♦ سنیو صرف اللہ ہے.....
۴۱۹	♦ دشمن کے ساتھ شیطان کو خوش کرنے والے.....
۴۲۰	♦ سود خوروں کو اللہ کی دھمکی.....
۴۲۲	♦ اللہ کی خاطر دنیا تو رہاں کر دی.....

صفحہ	عنوان
۲۲۵	شامت اعمال
۲۲۶	✽ اولکم واکم
۲۲۷	✽ پانچ کام
۲۲۸	✽ ① اپنی جائیدادیں کا اقرار کریں
۲۲۹	✽ ② استغفار کریں
۲۳۰	✽ ③ گناہت چھوڑ کریں
۲۳۱	✽ ④ کموعاء
۲۳۲	✽ ⑤ تھروں میں وقت ضائع نہ کریں
۲۳۸	✽ دین لیر اختیار کی آخرت اختیار کریں
۲۳۹	طریق اصلاح
۲۴۰	✽ ۱۰ اصلاح طلب موضوع
۲۴۱	✽ ① مقامات کی طرف توجہ
۲۴۲	✽ ② ازالہ ذرائع و تحصیل فداک
۲۴۳	✽ مقامات کی طرف توجہ سسر ہے
۲۴۴	✽ انہا آدم
۲۴۵	✽ مقامات کے پتروں میں پاگل ہونے والے
۲۴۶	✽ پاگل نمبر ایک
۲۴۷	✽ پاگل نمبر دو
۲۴۸	✽ پاگل نمبر تین
۲۴۹	✽ طالبان مقامات کے تھے

صفحہ	عنوان
۲۵۲	✦ (۱) ان میں سے ہر سے نظر آنے لگے
۲۵۲	✦ (۲) کونوں کی آخریوں نظر آنے لگیں
۲۵۲	✦ (۳) کولایت کے اہباب
۲۵۲	✦ (۴) مقام احدیت کا مراجعہ
۲۵۱	✦ (۵) سریدوں کو فوت اور جدی کا دیا
۲۵۴	✦ (۶) مقام مریم
۲۵۴	✦ (۷) مقامات کا فوری ہو گئے
۲۵۸	✦ (۸) مدنی ولایت
۲۵۹	✦ (۹) مقام حارث
۲۵۹	✦ (۱۰) الازر وائل و تقصیل خدائے
۲۶۰	✦ (۱۱) اراض کے بارے میں کتب کی نوعیت
۲۶۵	✦ عیسائیت پسند مسلمان
۲۶۸	✦ آج کل کے مرید
۲۷۰	✦ ہادی کا قصہ
۲۷۲	✦ قری سال کی حاجت
۲۷۲	✦ پہلی حکمت
۲۷۶	✦ دوسری حکمت
۲۷۹	✦ تیسری حکمت
۲۷۹	✦ تہار
۲۷۹	✦ زکوٰۃ
۲۸۰	✦ عمر

صفحہ	عنوان
۲۸۰	✽ سن بلوغ
۲۸۰	✽ حیض، نفاس اور استحاضہ
۲۸۰	✽ نکاح
۲۸۱	✽ طلاق
۲۸۱	✽ عدت
۲۸۱	✽ منقور
۲۸۱	✽ پرتھی عمت
۲۸۲	✽ انگریز کا پنجا
۲۸۳	✽ انگریزی بولنے کی حیثیت
۲۸۳	✽ انگریزی سے نفرت کا سبب
۲۸۶	✽ ضرورت کے تحت انگریزی لکھنا
۲۸۶	✽ شخصی تقہیم کا بے فائدہ پلہ
۲۸۸	✽ مسلمان کے قلب پر انگریز کا رعب
۲۹۱	✽ عیسوی تقہیم کی ابتداء
۲۹۳	✽ دارالعلوم دیوبند کا مقصد یا سہم
۲۹۵	✽ میٹروں کی تحصیل
۲۹۶	✽ دلوں کی تحصیل
۲۹۷	✽ ہند کی ابتداء و انتہاء
۲۹۸	✽ قمری نظام
۳۰۲	✽ انگریزی سال شروع ہونے پر غلطی مٹانا
۳۰۳	✽ آج کے مسلمان کا ذوق
۳۰۶	✽ امریکا کی دولت زار

صفحہ	عنوان
۳۷۷	✽ لہذا تم نے کائناتیں.....
۳۷۸	✽ گمراہی شہادت.....
۳۸۰	✽ قرآن سے یہ منی.....
۳۸۰	✽ یہ منی کا علاج.....
۳۸۳	✽ درود.....
۳۸۵	✽ رات کی دعا.....
۳۸۶	✽ آخری بات.....
۳۸۸	✽ عید کی چچی خوشی
۳۸۹	✽ سیدی بچی خوشی.....
۳۹۳	✽ شعر کا مطلب.....
۳۹۴	✽ دین کی روایت کی حقیقت.....
۳۹۹	✽ دعا کے لئے محبوب.....
۳۹۹	✽ دعا کا پسندیدہ.....
۴۰۰	✽ بندہ بچے کا بادشاہ.....
۴۰۲	✽ سود کی لعنت.....
۴۰۳	✽ دل ہی جانے کی ایک حکمت.....
۴۰۴	✽ یہ حلق زندگی کی دعا.....
۴۰۶	✽ سوت محبوب حق ہے.....
۴۰۷	✽ جان کی حکمت.....
۴۰۷	✽ دعا کے دین محبوب.....
۴۰۹	✽ حق قرآن کے لئے.....

صفحہ	عنوان
۳۳۰	✱ پہاڑوں
۳۳۰	✱ ”خدا غلامت مرد جائے“
۳۳۰	✱ دوستوں کے مختلف جڑے
۳۳۲	✱ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۳۲	✱ دوسرا پہاڑ
۳۳۲	✱ تیسرا پہاڑ
۳۳۵	✱ عید کی خوشی کس چیز کی ہے؟
۳۳۵	✱ عارف کا مطلب
۳۳۶	✱ بیٹا ملک کی رضا منشی نضر ہے
۳۳۶	✱ دلیا کی ہرج مہج ہو جانے والی ہے
۳۳۸	✱ غلام مہر
۳۳۸	✱ صاحب نام رکھنا
۳۵۰	✱ عید خوشی کی علامت
۳۵۱	✱ عربی اقوام کی بکڑت ملی کا راز
۳۵۲	✱ کراچی کے ہر شاہب عادات میں سوچوں کی تقسیم
۳۵۵	✱ شوق وطن
۳۵۶	✱ سیارہ ولایت
۳۵۷	✱ دلیا اللہ کی خوشیاں
۳۵۸	✱ سوچنے کی عادت پیدا کرنے کا نسخہ
۳۵۸	✱ قوانین سمجھنے کی اہمیت
۳۵۸	✱ دیر سے پردہ افشاں ہے
۳۵۹	✱ علم سے عمل کی فاصلہ نہ کتنی ہے

صفحہ	عنوان
۳۶۰	* پہلی زہری تعلیم
۳۶۰	* سرسری حاشیہ
۳۶۰	* دلوں میں خوشی خوشیں
۳۶۳	* نزولِ عاقل کا وقت
۳۶۵	* قرآن سے بے انتہائی
۳۶۶	* قرآن مرضِ حبِ دنیا کے لئے شفاء ہے
۳۶۶	* آج کے مسلمان کو مسموم نہیں کہ قرآن میں کیا ہے
۳۶۷	* پردہ کا علم و آج کرپٹیں علی گئیں
۳۶۷	* قرآن کی رحمت ہر کون ٹوٹا ہوتے ہیں؟
۳۶۸	* خوشیاں منانے کے خلف انداز
۳۶۸	* مسکے سواکتہ
۳۶۸	* میں مساک کا نہیں جانتا ہوں
۳۷۰	* دہراقصہ
۳۷۳	* مضمون کے بار بار گرد میں غصت
۳۷۵	* ہر ماہ ختم قرآن ہونا چاہئے
۳۷۵	* غلام



سپاسی

— ۱۵ —

تفاهات

— تاثير —

کتابخانه

ناظم آباد کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیاسی اختلافات کا یقینی حل

وطن عزیز پاکستان اس وقت موت و حیات کی جس کیفیت سے دوچار ہے اس کو سوچنے سے کبجا منہ کو آتا ہے، ہر ذی شعور انسان اس بارے میں فکر مند ہے اور ہوتا چاہئے، مگر اہل دل علماء کے قلوب جس قدر درد مند اور بے چین ہیں وہ انہی کا حصہ ہے، دوسروں کے لئے ان کے جذبہ دروں کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہے، ظاہر ہے قلوب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جتنی زیادہ ہوگی امت کا درد اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ انہی تاملوں روزگار اور اہل دل شخصیات میں فقید العصر، مطلق اعظم حضرت اقدس امست برکات جم کی شخصیت بھی ہے، جن کا دل امت کے حالات پر ہر وقت رنجیدہ رہتا ہے اور امت کی اصلاح اور آپس میں اتفاق و اتحاد کی اہمیت اور ترقیب پر انتہائی درد سے جان فرماتے رہتے ہیں، خصوصاً گذشتہ تقریباً دو ماہ سے بعد کے دن کا ہفتہ وار بیان ”موجودہ سیاسی اختلافات اور ان کا حل“ کے موضوع پر ہی چل رہا ہے ذیل میں ان بیانات کا خلاصہ درج کیا جا رہا ہے۔

✽ شاہد کہ اتر چائے کسی دل میں سری بات

✽

استاذ دارالافتاء دارالارشاد

عالم آباد کراچی

۲۸ صفر ۱۴۱۶ھ





وعظ

سیاسی فتنے

(المحرم ۱۴۱۱ھ)

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به
ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات
اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي
له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان
محمدًا عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله
وصحبه اجمعين

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله

الرحمن الرحيم

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا بَاطِنًا فَوْقَكُمْ أَوْ مِنْ
خَلْفِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ لُتِيًّا وَيَتَذَكَّرَ بَأْسَ بَعْضٍ أَنْظُرْ
كَيْفَ مُصِرُّ الْآيَاتِ لَهُمْ يَتَفَهَرُونَ﴾ (آپ ۲-۶۷)

ترجمہ: ”آپ کہیں کہ اس پر بھی دسی کا دہ ہے کہ تم پر کوئی عذاب
تمہارے اوپر سے بھیج دے۔ (مجھے پھر یا ہوا یا طوفانی بارش) یا تمہارے

پاؤں تلے سے (مجھے دلاڑ یا فرق ہو جانا) یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے آپس میں بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی کا حرا پکھا دے، آپ دیکھئے تو کسی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں مثلاً یہ وہ کچھ جائیں۔“

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْيَمِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لِنَفْسِهِمْ يَرْجِعُونَ﴾ (آب - ۲۱) (۱۱)
 ترجمہ: ”ظہور فساد کی لہریں اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب پائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا حرا انہیں پکھلائیں تاکہ وہ ہار آجائیں۔“

سیاسی بحران کے اسباب:

اس وقت جو سیاسی کشمکش جاری ہے، جس کے نتیجے میں ہزاروں جا نہیں ضائع ہو چکی ہیں اور پورا ملک اور قوم خطرے میں گھرے ہوئے ہیں، اس کا ایک سبب ظاہری ہے اور دوسرا باطنی۔

ظاہری سبب:

تمام سیاسی جماعتیں خواہ ان کا تعلق اقتدار سے ہو یا نہ ہو بلکہ ہر جماعت کا ہر فرد اپنے اپنے مطالبات تسلیم کرنا اور اپنے اپنے حقوق حاصل کرنا چاہتا ہے، اور وہ حاصل نہیں ہو رہے، لہذا یہ تقابل و عداوت تک لوہیت پہنچ جاتا لائی ہے۔

باطنی سبب:

مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام چہرے نہیں کر رہے اور نافرمانیاں نہیں چھوڑ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿عَلِمَ الْقَسَاؤُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مِمَّا كَسَبَتْ أَلْبَابُ

إِنْدِيغُهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (آپ ۲۱-۲۲)

ترجمہ: ”منطقی اور قری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا حرا انہیں بچھائیں تاکہ وہ ہمارے آجائیں۔“

بعض اس لئے فرمایا کہ اگر سب بد اعمالیوں پر غور نہیں کرتے تو سب ایک دم ہلاک ہو جائیں۔

اور فرمایا:

﴿وَمَا اسْتَعْجِلْكُمْ مِنْ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبَتْ أَلْبَابُكُمْ

وَتَتَّبِعُوا أَهْلَ الْكَيْفِ﴾ (آپ ۲۳-۲۴)

ترجمہ: ”اور تمہیں جو کچھ نصیب پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے اور بہت سی باتوں کو تو درگزر ہی کرتا ہے۔“

یاد رہا یہاں نہ چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ نے نقد عذاب کی دھمکی بھی دی ہے جس کی ایک صورت آپس کا لڑائی جھگڑا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ هُوَ الْقَائِدُ غَيْرَ أَنْ يَنْتَظِرَ عَلَيْكُمْ فَعْدَاكُمْ مِنْ قَوْمِكُمْ أَتَوْنَ

نَحْنُ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ أَتَوْنَكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ أَنْفُسَكُمْ تَتَّبِعُونَ﴾ (آپ ۲۵-۲۶)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے کہ اس پر بھی وہ قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے (جیسے چلے یا ہوا یا طوفانی بارش) یا تمہارے پاس سے (جیسے زلزلہ یا فرق ہو جانا) یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے

آپس میں بھڑا دے اور چہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی کا حرا بکھا دے، آپ دیکھئے تو کسی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔“

سبب باطنی کا علاج:

اس سبب باطنی سے پیدا ہونے والے مرض اختلاف اور قتل و غارت کا حل تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بلا تاخیر اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی عذر مانعوں سے توبہ کریں گدشتہ پر درود کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ کے لئے ترک منکرات کا عزم محکم کریں۔ اور اس عزم پر استقامت اور اس کے مطابق عمل کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے کے لئے اہل علم اہل اللہ سے تعلق رکھیں۔ بچنے دنیا و آخرت میں جین و سکون کی لازوال دولت سے بلا مال ہوں۔

سبب ظاہری کا علاج:

سبب ظاہری یعنی اپنے اپنے مطالبات منوانے کی وجہ سے جو اختلاف پیدا ہوتا ہے اس کا حل یہ ہے:

یہ دنیا کا ایک مسئلہ قصہ ہے کہ جب دو افراد یا دو جماعتوں کا اختلاف آپس کی محنت و شدید لڑائی و غارت سے حل ہوتا نظر نہ آئے تو تیسرے کو ”مسکرم“ بتاتے ہیں، جسے ”فیصل“، ”کور“، ”چلٹ“ بھی کہتے ہیں۔ ہمدرد، سمجھدار اور غیر جانبدار شخص جو فیصلہ کرتا ہے جانچن اسے قبول کرتے ہیں، مثلاً سلاحتی کونسل اور اقوام متحدہ کا ادارہ اسی مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ وہ مختلف ممالک کے درمیان ہونے والے اختلافات کو طے کر دے۔

اگرچہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ سلاحتی کونسل اور اقوام متحدہ اسلام اور

مسلمانوں کے دشمن ہیں، یہاں ان کا ذکر اس مقصد سے کیا گیا ہے کہ عالمگیر صلح پر حالت بنانے کا طریق کار رائج ہے اور اسے عزت کی نگاہ سے دیکھ جاتا ہے۔

قرآن مجید میں حکم بنانے کی تاکید:

اللہ تعالیٰ نے بھی آپس کے اختلافات ختم کرنے کے لئے حکم بنانے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ یہاں بیوی کے اختلافات کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ جُنِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأُقْضُوا حُكْمًا مِّنْ أَهْلِهِ
وَحُكْمًا مِّنْ أَهْلِهِمَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّي اللَّهُ بَيْنَهُمَا بِإِ
لْفَةِ كَانَ خَيْرًا مِّنْ حَيْثُ كَانَ﴾ (آہ - ۲۰)

ترجمہ: ”اور اگر تمہیں ان میں سے کسی ایک کا اندیشہ ہو تو تم ایک شخص جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک شخص جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر دونوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میں سے بیوی میں اتفاق فرما دیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑے خبر والے ہیں۔“

میں بیوی کے اختلافات کی وجہ سے خاندانوں کے خاندان چاہ ہو جاتے ہیں، اسی لئے شیطان اپنے جن چیلوں کو دنیا میں فساد برپا کرنے اور لوگوں کو گناہوں میں جکڑا کرنے کے لئے بھیجتا ہے شام کو تخت پر بیٹھ کر ان سے پورے دن کی کارگزاری سنتا ہے کوئی کہتا ہے میں نے فلاں سے نقل کر دیا، کوئی کہتا ہے میں نے فلاں فلاں کے درمیان لڑائی کر دئی، کوئی کہتا ہے میں نے فلاں کو فلاں گناہ میں جکڑا کیا، شیطان کسی سے بھی اتنا خوش نہیں ہوتا۔ ایک چیلا کہتا ہے کہ میں نے یہاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا کر کے طلاق دلا دئی، اس پر شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور اسے اپنی نعل میں تخت پر بٹھالیتا ہے کہ تو ہے میرا مٹا شہباز بیٹے شہباز! تو نے کام کیا۔ میں بیوی میں اختلاف اس قدر بری چیز ہے اور شیطان اس پر اس قدر خوش ہوتا ہے، ظاہر ہے

وہ ہر فریق کو ایک دوسرے کے خلاف ہلکانے میں کس قدر کوشش کرتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”عَلَمٌ“ جیسا، اگر ان میں اختلاف ہوگا اور وہ صدقِ دل سے صلح کرنا چاہیں گے تو شیطان کے علی الرغم اللہ تعالیٰ یہاں بیوی کے درمیان اتفاق پیدا فرما دیں گے اور شیطان کی ایک نہیں چلے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ جبرائیم الحاکمین ہیں ان کا وعدہ ہے۔

حکم کسے بنایا جائے؟

اب یہ سوال کہ حکم کسے بنایا جائے تو اس بارے میں بھی اس عظیم و عظیم ذات نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَإِنَّ ذَلِكَ سَوَاءٌ لَكُمْ وَأَسْكُنْ تِلْكَ الْبَلَدَ﴾ (آیہ ۵۹ - ۶۰)

تقریباً ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا، تمہارا رسول کا کہنا، تمہارا امام کا کہنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم میں جبرائیل علیہ السلام ہیں ان کا بھی، پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالے کر دیا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔“

اس آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ علماء کی اطاعت کا ذکر خصوصاً اس لئے فرمایا کہ براہِ راست اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ ہر ایک کو حکم نہیں دیتے، وحی رسولوں پر نازل ہوتی تھی جو سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس لئے علماء کا ذکر فرمایا کہ اگر ایسا موقع آ جائے کہ براہِ راست اللہ و رسول سے قوانین کی آگاہی کی خاطر رجوع نہ کیا جائے تو علماء سے فیصلہ کرواؤ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ قوانین کو سمجھنے والے علماء، کرام ہی ہیں اور یہ دنیا کا سلسلہ قائم ہے کہ

ہر فن کی بات اس فن کے ماہرین ہی سے پوچھی جاتی ہے۔

علماء ہی پر اعتراض کیوں؟

یہ جذر قائل قبول نہیں کہ آج کل کے علماء تو ایسے ہیں ویسے ہیں؟ اس لئے کہ سب تو ایسے ویسے نہیں ہیں، کچھ تو ضرور صحیح ہوں گے۔ دوسرا جذر تنگ علماء کے باہمی اختلاف کا بتایا جا سکتا ہے، یہ اس لئے صحیح نہیں کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء کے درمیان کچھ فروعی اختلافات تو ہیں مگر اسلامی طرز حکومت کے اصول میں کوئی اختلاف نہیں۔

دنیا کے دوسرے فنون اور شعبوں میں بھی بہت سے لوگ بے کار اور دھوکا دینے والے موجود ہیں مثلاً ڈاکٹری ہی کا فن لے لیجئے کتنے ڈاکٹر ہیں جو بہت مشہور ہیں اور بہت اونچے ڈاکٹر شمار ہوتے ہیں مگر ان کی ڈگریاں جعلی ہیں، چنانچہ ایک ہی انگلستان سے کام تمام کر دیتے ہیں، کتنے حکیم ایسے ہیں جو فن حکمت کے لطف باء سے بھی واقف نہیں اور لوگوں کو دھوکا کر رہے ہیں، چنانچہ ایک حکیم صاحب قبرستان کے پاس سے گزرتے تھے تو چہرہ مدال سے چہچہا لیتے تھے، کسی نے پوچھا تو جواب دیا کہ یہ سارے میرے ہی ہمارے ہوئے ہیں اس لئے شرم آتی ہے۔

ہر شعبے اور ہر فن میں اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔ اس کے باوجود کوئی ہمسائی مرض پیش آنے لگا تو ڈاکٹر یا طبیب ہی سے پوچھیں گے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ آج کل ڈاکٹر اور حکیم دھوکا دیتے ہیں، بے کار ہیں اس لئے علاج کروانے کے لئے کسی سوچی یا بھگی کے پاس جائیں۔ اس لئے علماء کیسے ہی کیوں نہ ہوں، انہیں کا مسئلہ پیش آنے لگا تو علماء ہی تان سکتے ہیں۔ علماء نہیں تانیں گے تو بتائیے! اور کون بتائے گا؟

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپس میں اختلاف ہو جائے تو اپنا معاملہ اللہ اور رسول کے سپرد کر دو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ علماء کو فیصلہ دینا تاکہ وہ قرآن و

حدیث کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ پھر اسے صدق دل سے قبول کرو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرو، ورنہ ایمان کے دعوے چھوڑ دو۔

حکم شریعت ہی میں بہتری ہے:

آخر میں فرمایا کہ آپس کے نزاع کو دور کرنے کا جو طریقہ ہم نے بتایا اس میں بظاہر اگر تمہیں اپنا نقصان ہی نظر آئے تو بھی اسے قبول کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی برکت سے وہ اس میں بہتری پیدا فرمادیں گے اور اس کا انجام اچھا ہوگا۔

«وَتَسَوِيَ لَكُمْ سُبُلَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ» ﴿۲۲۶﴾

(پ: ۲۶۶)

ترجمہ: ”ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اس میں تمہارے لئے بہتری ہو یا اس کے برعکس تم کسی چیز کو پسند کرو اور اس میں تمہارے لئے شر اور نقصان ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت برائی و تم سے بہتر جانتے ہیں۔“

بہترین نمونہ:

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں مشرکین تک کے خلاف ایسا جوش پایا جاتا تھا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلح کرنے کا حکم آگیا اور صلح میں جو شرائط طے پائیں وہ تمام مسلمانوں کے خلاف تھیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا حکم قبول کیا اور ہلکے برادرست قبول کر کے صلح کی تو اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا۔

حکم کے فیصلے کی خلاف ورزی پر شدید وعید:

حالت بنانے اور آپس میں اختلافات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ختم کرانے اور مسائل حل کرانے کا یہ حکم اس قدر مؤثر ہے کہ اس کی خلاف ورزی پر قرآن مجید میں شدید وعیدیں وارد ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَلَا وَرَيْكَ لَا تَقُولُوا حَتَّىٰ يُحْكُمَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مَا تَشْكُرُ
يَتَّبِعُهُ ثُمَّ لَا تَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ
وَتُسَلِّمُوا أَتْلِبًا ۝﴾ (آب - ۵۷)

ترجمہ: ”پھر تم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے درمیان جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تعفیہ کر آئیں (اور آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے) پھر آپ کے اس تعفیہ سے اپنے دلوں میں غلی نہ پائیں اور پھر سے طور پر تسلیم کر لیں۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝﴾ (آب - ۵۸)

ترجمہ: ”اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو کچھ ایسی بات نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں تو ان مؤمنین کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں جائے۔“

خلاصہ کلام:

تمام سیاسی جماعتیں اپنے اختلافات کو ختم کرنے کے لئے ملک کے مختار علماء کرام اور معتبر مفتیان نظام کا اجتماع بلائیں اور اپنا اپنا مدعا ان کے سامنے رکھیں یہی اس کا حل نکل آئے گا۔ ساری دنیا جھوٹی ہو سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہرگز جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میرے اس حکم پر عمل کرو، میں تمہارے اندر اتفاق اور محبت پیدا کر دوں گا۔

پھر ساری سیاسی جماعتیں مل کر اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر حکومت الہیہ قائم کرنے کے سلسلے میں علماء کرام سے تعاون کریں۔

بعض اوقات پریشانی تو ہوتی ہے مگر اس کا سبب عوام کا حل معلوم نہیں ہوتا، پریشانی بڑھتی رہتی ہے۔ تمام سیاسی جماعتوں کو جو مسائل اور پریشانیاں درپیش ہیں ان کا سبب یہ ہے کہ ملک میں اسلامی حکومت نہیں۔ اسلامی حکومت ہوگی تو اوائی سے اوائی مسلمان کا یہ یقین ہے کہ جماعتوں بلکہ ہر جماعت کے ہر فرد کو اس کے جائز حقوق ملیں گے۔ اگر کسی کو اس میں ذرا برابر بھی عیب ہے تو وہ اپنے ایمان کی خیر مانتا ہے۔

مسلمان اور کافر کی ترقی کے طریقے مختلف ہیں:

ایک شخص درخت پر چڑھ گیا۔ اترتا جاتا نہیں تھا۔ شور مچا رہا ہے، لوگ پریشانی کے عالم میں اپنے اپنے گاہن کے چوہدری "جو چھٹھلا" کے پاس گئے۔ اس نے آکر پہلے تو سب کو ڈانٹ پلائی:

"یہ کیا مشکل کام ہے جس کے لئے مجھے بلایا۔ تم بڑے بے وقوف ہو انا

سا کام بھی نہیں کر سکتے۔"

پھر کہا کہ ایک دسالا، دس سال کا کافر جس کی طرف پھینکا اور کہا اسے اپنی کمر سے مضبوط باندھ لو۔ اس نے باندھ لیا، پھر لوگوں سے کہا کہ سب مل کر زور سے جھٹکا

لگاؤ، انہوں نے جھکا لگایا تو اس شخص کی ہڈی پھلی ایک ہوگئی اور مر گیا۔ لوگوں نے پوچھا تو یہ جو جھکو صاحب فرمانے لگے کہ اس کی موت آئی ہوئی تھی مر گیا ہر دہ میں نے تو ہزاروں لوگوں کو اسی طریقے سے کٹا لٹے ہوئے دیکھا ہے۔

اب سنے مسلمان باندی پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں معزز بنایا ہے اور کافر باہتشی میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل بنادیا ہے۔ ذلیل لوگوں کی ترقی اور مسائل کے حل کے لئے کچھ اور تدابیر ہوتی ہیں اور عزت والوں کی ترقی اور مسائل کے حل کی تدابیر کچھ اور۔ اگر معزز لوگ ذلیل لوگوں کی تدابیر اختیار کریں گے۔ اہل مغرب اور کفار کی تدابیر اختیار کریں گے تو وہی ؛ جو جھکو، لاکھ لاکھ جادو ہوں گے۔ عزت والوں کے مسائل اس طریقے سے حل ہوں گے جو اوپر تفصیل سے بیان ہو چکا اور نہ ذلت اور جہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

گناہ چھوڑے بغیر نجات کا گمان نفس و شیطان کا دھوکا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”کل امتی معالی الا انس جاہرین“ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”میری چوری امت لائق منہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی عطا یہ بقاوت

کرنے والوں کو برگزینہ صاف نہیں کیا جائے گا۔“

اکثر عوام کو ان کھلی باتوں کا علم نہیں، اس لئے کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں:

● **الامی سولہ یا ایک مشیت سے کم کرنا۔** دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت تو ایمان کہاں؟

● **عورتوں کا شرعی پردہ نہ کرنا۔**

وہ قرعی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے:

① چچا زاد ② بھوپھی زاد ③ کھاسوں زاد ④ خال زاد ⑤ دودھ ⑥ چیتھ ⑦

[illegible]

© 2007 by The McGraw-Hill Companies, Inc.

[illegible]

—EVLIN ©

© ہم کہہ چکے ہیں انشورنس کی کٹائی۔

ان ہی قوتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔ یہ قوتیں ایک ہی دھڑ کی طرف سے
 برصغیر میں کام کر رہی ہیں۔ ان کے بانی مسلمان ہیں۔

خداوں سے بچے پائیں اسیے

یہ لوگ بدعتی ہیں یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے نہیں پاتے وہ ان
وہاں پر نہیں:

● اہل حق کے سامنے ہے ہر قوم کے اہل حق اور اہل باطل۔

⑥ **استقامت** یعنی یہ نہ اپنی استقامت کو اپنی کسی عبادت کوئی کے سامنے دینی عزامت کے ساتھ لگائوں ہے تو یہ کرے۔

© ۲۰۱۱، پاکستان کے تعلیمی اکیڈمی کے حقوق محفوظ ہیں۔

© 2004 Blackwell Publishing Ltd *Journal of Internal Medicine* 255: 111–118

یہ نغمہ بہت مختصر بھی ہے، بہت آسان بھی، بہت مؤثر بھی، اے شاہ اللہ تعالیٰ
اس کو اپنے دل سے یاد کرنا، یہ نغمہ کے صرف چند روز استعمال کرنے کے بعد اپنے آپ کو
میں کوئی زندگی نہ ملے گی۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۝ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝﴾ (البقرہ: ۲۱۲-۲۱۴)

ترجمہ: "اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے مخرج بنادے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخرجوں سے مخرج کی شکل بنائے گا اور اسے جہاں سے مخرج دے گا وہاں سے مخرج دے گا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت سمجھنے کے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جس طرح چاہے دے گا، جتنا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا انداز و پیمانہ علم میں مقرر کر رکھا ہے۔"

یہ آیت ہی اور بھی ایک لمحہ کی توجہ سے اپنے اللہ تعالیٰ کی برہمگسشتی ہولناکیوں سے توبہ کر کے لوگوں کی غفلتوں کو سمجھانے سے بدلے سے کٹے لے بیٹھ کر دعا کر، ہم کی کھراچی میرا اپنے معاملات سے مجھے اور آج ہی سے اپنے پیارے وطن میں اپنے خالق، مالک اور اس کے صریح مسمیٰ اللہ عید و بھروسہ کے پانچ فرماؤ، تو انہیں سے لڑو گے، لے لو گے، اور ان سے لڑو گے، دیکھو! ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی شہادت کی کامیابیوں اور غلطیوں کا مستبد و شہید۔

اس وقت میں نے مثال کے طور پر صرف چند آیات پڑھی ہیں، اور اس میں مضمون کی آیات، اور ایک اور بات کے مطابق مہربان کے قصے پتھر ہیں، انہیں کی کچھ تفصیل دینا، اور یہی کافی ہے۔ ان میں ہے۔

عذاب الہی سے بچنے کی غلط تدابیر:

پہلے بتایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کی، اللہ کی ترقی کی تمام چیزیں اور کافروں

کی دعویٰ ترقی کی تدابیر کچھ اور اہل مغرب کی تقلید کر کے مسلمان بھی ترقی نہیں کر سکتے۔ اب کفار کی تقلید کے علاوہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے اور عین سکون حاصل کرنے کے لئے جو دوسری لطائف تدابیر اختیار کرتے ہیں ان میں سے مختلف قسم کے ختم کرنے کر دینے کا بیان مقصود ہے۔

مختلف قسم کے ختم:

اجتہاد قرآنِ خرمانی، نہیں کا ختم، ختم خواجگان، آیت کریمہ کا ختم، استغفار کا ختم وغیرہ کر دیا آج کل کے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ اس لئے جو مصیبت بھی آتی ہے اس قسم کے ختم اور خوانیاں شروع کر دیتے ہیں، یہ نظریہ کئی وجہ سے غلط اور ناقابل اصلاح ہے:

① اللہ تعالیٰ بار بار اعلان فرما رہے ہیں کہ جب تک میری نافرمانی نہیں چھوڑو گے دیاؤ آخرت میں میرے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ اور آج کل کے مسلمان نے سٹے کر رکھا ہے کہ نافرمانی بلکہ کھلی بغاوت ہرگز نہیں چھوڑیں گے، انہوں نے نہیں کا ختم کر لیا ہے، ختم خواجگان کر لیا ہے، اب اللہ تعالیٰ کی کیا مجال کہ وہ انہیں عذاب دے۔ گویا کہ سزاؤ اللہ! انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مجبور کر دیا ہے، اس کے گھٹنے ٹکا دیئے ہیں، اب وہ انہیں عذاب نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور بار بار کے اعلانات کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

② استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ دل میں غصہ ہو اور آئندہ کے لئے گناہ سے بچنے کا عزم ہو، اصلاح کی فکر اور کوشش ہو۔ قرآن مجید میں جا بجا فرمایا گیا ہے:

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا﴾ (اب ۲-۱۷۷)

مگر جو توبہ کرے اور اصلاح کر لیں۔

توبہ ہے ہی وہی جس کے بعد اصلاح بھی ہو، ورنہ وہ توبہ قبول نہیں۔ آج کل کے مسلمان جو گھروں میں سوا سوا لاکھ بار استغفار کا شتم کر رہے ہیں، انہوں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ باغریاں تو ہرگز نہیں چھوڑیں گے، گویا کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ! تو معاف فرما دے ہم اور گناہ کریں گے۔

بتائیے! کیا یہ استغفار ہے؟ اللہ تعالیٰ کو دھمکا رہے ہیں۔

ایک نافرمان کی وجہ سے نبی کی دعاء بھی قبول نہ ہوئی:

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قحط پڑا بارش رک گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استغفار کی نماز پڑھائی مگر بارش نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی آئی کہ اس جماعت میں ایک شخص ایسا گنہگار ہے کہ جب تک وہ باہر نہ نکل جائے بارش نہیں ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ جو گنہگار ہے وہ نکل جائے اس کی وجہ سے سب لوگ عذاب میں مبتلا ہیں۔

دیکھئے! ایک کی نافرمانی کی وجہ سے سب لوگ عذاب میں مبتلا ہیں اور اللہ کے نبی کی دعائیں قبول نہیں ہو رہی ہیں اور وہ بھی کسی ظاہری گناہ میں مبتلا نہیں تھا ورنہ ویسے ہی بچ کر نکل دیتے، شکل و صورت مسلمان جیسی تھی کوئی پوشیدہ گناہ ہوگا۔

لوگ دیکھنے لگے کہ کون اٹھا ہے، کوئی بھی نہیں اٹھا اور بارش ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ”یا اللہ! اٹھا تو کوئی بھی نہیں بارش کیسے شروع ہوگی؟“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اس نے توبہ کر لی ہے۔“

نہ اس نے توبہ کی نماز پڑھی نہ گز لیا ورنہ لوگوں کو پتا چل جاتا صرف دل میں ندامت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا اور سب مصیبت سے بچ گئے۔

یہ ہے استغفار کی حقیقت، اگر دل میں ندامت نہ ہو، آئندہ گناہوں سے بچنے کا عزم نہ ہو، اپنی اصلاح کی فکر اور کوشش نہ ہو اور زبان سے استغفر اللہ! استغفر اللہ! کی

رہا ہے۔ ہمیں اس کا کوئی ذمہ نہیں۔

② ان تہاویہ کو لوگ شریعت سے بہت سمجھتے ہیں۔ تاکہ جبری خوانی وغیرہ کا شریعت میں قطعہ کوئی ثبوت نہیں، شریعت میں تو وہی نسخہ تھا وہ گیا ہے کہ باقرہ نبوی سے توبہ کریں اور اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر اللہ کی حکومت قائم کریں۔

بدعت کو ثابت کرنے کی غلط تاویلیں:

بعض لوگ اس بدعت کو جائز ثابت کرنے کے لئے تلفہم کی تاویل کرتے ہیں مثلاً

پہلی تاویل:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم ان طریقوں کو ثابت نہیں سمجھتے، دیتے ہی کرتے ہیں۔

جواب:

- ① شریعت سے ثابت طریقہ چھوڑ کر غیر بہت طریقے کیوں اختیار کرتے ہیں؟
- ② اگر کچھ لوگوں کے عقائد صحیح بھی ہوں تو بھی دوسرے دیکھنے سنے والوں کو وہ دھوکے ہوں گے۔

(۱) وہ انہیں شریعت سے ثابت سمجھیں گے۔

(۲) وہ عذاب سے بچنے کے لئے ان تہاویہ کو کافی سمجھیں گے، مگر وہ نہیں

چھوڑیں گے۔

③ ان تہاویہ کو اختیار کرنے سے تہجد و صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں غلطی ہوگا تیسری کوئی صورت نہیں، یا تو مقصود حاصل ہو جائے گا یا نہیں ہوگا، دونوں صورتوں میں کفر تک نہایت پہنچنے کا خطرہ ہے۔

اگر کسی کا کام میں بیگانہ، متصور، یا کسی اور کو دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ مواظبت! صورت کو لئے ہیں کہ غلامانی ہو۔ بطور مصیبت سے نہیں بن سکتے۔ دیکھئے انہوں نے غلامانی کی اور مصیبت میں تھی۔ اس کا سبب اور طریق یہ تھا کہ آنسو اور ہنسی لایا وہ بہاؤ میں کرے گا۔

اور اگر کام نہیں ہوتا تو یہ نہ کہ میں طریق کو ثابت سے ثابت سمجھتا ہے اس سے کہے گا کہ، مجھے اللہ نے اللہ نہیں ہے، کہ جس کا فقر و غم خود بیان کر لو، میں مصیبت اور غم میں کا، انہوں نے اسے سمجھا۔ اسے یہ بھی مصیبت اور غم ہی نہیں، دیکھائی چلا جا رہا ہے۔ وہوں صورتوں میں اثر ہوا یا نہیں؟

پیشانیوں سے جانتے۔ لئے لہٹیں اور وہ انکار اپنے طور پر انکو ہوا یا نہ ہوا، یہ ثابت میں بھی اثر ہوئی قسم بہت نہیں اور یہ شرط بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی برہم کی نہ فراموشی سے نہیں، غلامانی چھوڑے بطور آجوتہ کہ وہ ہوا بھی تو بالآخر وہ بھی غلام ہی ثابت ہوگا۔

دوسری تاویل:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگرچہ مسلمان نہ کار ہیں اور غلام نہیں چھوڑا ہے میں، مگر اللہ کا نام لینے سے قلب پر اثر ہوا اثر ہے اس کی برکت سے کلام پھوٹنے نہیں گئے۔

جواب:

اگرچہ تو قدرت ہے، قدرت سے اللہ کا نصب ہو رہا یا نہ جوش میں آئے گا یا اللہ کا قرب حاصل ہوگا؟

جاننا اگر کوئی ہو، کوثریت سے ثابت نہ بھی سمجھے تو بھی آج کل کے مسلمان کے قلب پر اثر نہیں ہوتا، اس لئے کہ اللہ کا نام لینے پر غلامی کرنے کی تین صورتیں ہیں ① یہ نیت ہو کہ اس کا قلب پر اثر ہو اور اصلاح ہو جائے۔ اس صورت میں اثر ہوتا

ہے اور بہت جلد ہوتا ہے۔

- ① خالی الذہن ہو کر اللہ کا نام لے۔ اس صورت میں بھی اثر ہوتا ہے مگر دیر سے۔
- ② گناہوں کو نہ چھوڑنے کا فیصلہ کر رکھا ہو اور اس کا اہتمام کرتا ہو وہ انوار امت ذکر اللہ کا دل پر اثر نہ ہو جائے گناہوں کی لذت چھوٹ نہ جائے۔ ظاہر ہے اس صورت میں کیا اثر ہوگا؟

۳۔ سبھو در کف تو بہ بر لب دل پر از ذوق گناہ

معصیت را خندہ می آید بر استغفار

تَرْجُمَہ: ”اتھ میں تسبیح زبان پر استغفار اور دل گناہوں کے نشے میں مست اسکی توبہ پر گناہوں کو لمبی آتی ہے۔“

دل میں ذوق گناہ کے ساتھ صرف زبانی استغفار بھی کچھ نہ کچھ اثر کرتی ہے جیسا کہ نمبر ۲ میں بتا چکا ہوں، مگر جب گناہ چھوڑنے کا ارادہ ہی نہ ہو اور فیصلہ کر رکھا ہو کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی تائیدوں پر قائم رہیں گے تو استغفار اور دعا کف کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا اس لئے کہ طلب ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ زبردستی کسی کو جاہل نہ کرے دیتے ارشاد ہے:

﴿أَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى وَلَآ أَكْفِيهِمْ نَارًا﴾ (آب ۶۱-۶۲)

تَرْجُمَہ: ”تو کیا ہم اسے تمہارے کچے حزن دیں اور تم اس سے نفرت کرنے چلے جاؤ۔“

بعض مدارس دینیہ میں بھی اسی قسم کے فہم کروائے جاتے ہیں، اس میں ہر امت کے علاوہ مزید فساد یہ بھی ہے کہ تعلیم دین تو فرض ہے اور اوجہ و اذکار نقل، فرض کا ثواب نقل سے زیادہ ہے، زیادہ ثواب کا کام چھوڑ کر کم ثواب کا کام کرنا اور اس کی وجہ سے زیادہ ثواب والے کام اور بہت اہم فرض میں حرج واقع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ یہ تو ثواب کی بجائے العاظاب ہوگا اور پریشانوں سے نجات کی بجائے حرج

پریشانوں کا سبب۔ پھر وہ بھی اس صورت میں کہ عوبہ واداکار سنت کے مطابق انفراداً پڑھے جائیں، اجتماعی قسم میں بدعت کا گناہ مزید، فرض کام چھوڑ کر بدعت کا ارتکاب کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو فہم دین مطا فرمائیں۔

وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی آلہ

وصحبہ اجمعین۔

والحمد للہ رب العلمین۔





شادی مبارک

— وَعَظ —

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَدْرِكَهُ لَوْلَا إِيمَانُنا وَتَوْفِيقُهُ

— نَاشِر —

کتاب گہرا

ناظم آباد کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہ: ص

شادی سہارک

ن: ص

جانب مسجد اقصیٰ، دہلی، شادی سہارک

ن: ص

ن: ص

بہار نغمہ

ن: ص

ن: ص

ن: ص

ن: ص

ن: ص

ن: ص

ن: ص

ن: ص



وعظ

شادی مبارک

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ. وَلَا تَمُوتُوا
إِلَّا وَأَنتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (پہ-۱۶۲)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَمَخْلُوقٍ مِنْ رَوْحِهَا رَبِّكُمْ وَبَيْنَهُمَا رُحُومٌ يَا كَا كُورَا فَاتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي فَتَنَ لَكُمْ دِينَكُمْ وَالْأَرْحَامُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (۱)

(پہ-۱۶۱)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا
﴿۵﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ
يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (پہ-۱۶۱-۱۶۲)

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم عن
النسائی صلی اللہ علیہ وسلم تنکح المرأة لاربعة لعلها
ولحسنها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت
بذلك. (معن علیہ)

وعن عبداللہ بن عمرو رضى اللہ تعالیٰ عنہما
وعنہم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ
مناخ وخیر مناخ اللہا المرآة الصالحة (رواہ مسلم)
وعن عائشة رضى اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم قالت قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اعظم النکاح مركة البسر
مؤنة رواء البهقی من شعب الایمان
وعنہا رضى اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم قالت قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ان من اعظم النساء مركة البسر من
صداقا. (رواہ نسیم من سنن الترمذی)

شکر نعمت:

نکاح پر اصرار کے بعد اور شکر و حمد
دونوں میں ایک نیک دستور چلنا چاہیے کہ لوگ عام مواقع کی نسبت تین مواقع پر
زیادہ غصیب کرتے ہیں۔ ایک شادی کے موقع پر، دوسرے ولادت کے موقع پر اور
تیسرے کسی کے مرنے پر، حالانکہ یہ تین مواقع ایسے ہیں کہ ان میں انسان کو زیادہ
سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف مطلوب ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے مقدر کرنا بقدر ممکن کی زیادہ
سے زیادہ رعایت کرنا چاہئے اس لئے کہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاتا ہے یعنی شادی اور ولادت تو بہت
بڑی نعمتیں ہیں اور یہ ایک فطری اصول ہے کہ نعمت ملنے پر انسان کا دل اپنے منعم اور
محسن کی طرف خود بخود کھینچتا ہے۔ نہ میں یہ جگہ اس کا حق ہے اور مشاہدہ ہے کہ کوئی کسی
پر افسانہ کرے تو محسن کی محبت اور اس کی اعلیٰ عزت پر اسے اسے اللہ تعالیٰ کو کچھ
توجہ نہیں کرنا چاہتی اور دل کو کھینچ کر اس طرف نہیں لانا چاہتا بلکہ محسن کی طرف اس خود
بخود کھینچتا ہے۔ یہ القیہ کشش ہوتی ہے اور زبان پر شکر کے الفاظ آجاتے ہیں۔

شکر یہ جناب بہت بہت شکر یہ۔ آخر بڑی دالے کہتے ہیں "تھیک یو تھیک یو" اور اللہ کے بندے کہتے ہیں "بناک اللہ بناک اللہ" حالانکہ دنیا میں کسی نے احسان کیا تو اس کا کوئی اتنا بڑا کمال نہیں ہے۔ جس پر احسان کر رہا ہے وہ خود مخلوق ہے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جس نے احسان کیا اس کا اپنا کچھ نہیں اس کو ساری دولت اور یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہی دیں پھر اللہ تعالیٰ کی دالہ میں طرح کرنے کے لئے کسی پر احسان کرنے کے لئے جو دل میں داعیہ پیدا ہوا اور جذبہ ابھرا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، غرض سب ہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے یہ احسان کرنے والا تو محض یہاں ہے "کوئی پڑا" اس کو بھرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ حقیقت میں دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں یہ محسن دینے کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔

محسن کی غرض:

دنیا میں کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو اس میں محسن کا اپنا فائدہ ضرور ہوتا ہے۔
 ① آپ غور کریں گے تو یہ احسان فائدہ سے خالی نظر نہیں آئے گا محسن کا کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور اس میں پوشیدہ ہوگا، محسن تو محض اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو بہت دم کرنے والے ہیں اور دم کرتے ہیں بدلہ بھی نہیں چاہتے، اس لئے یہ نام بھی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، مخلوق میں کسی کو دین نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ مخلوق جب بھی کسی پر احسان کرے گی تو اپنا فائدہ ضرور مد نظر رکھے گی۔

مثلاً کوئی شخص دوسرے پر اس لئے احسان کرتا ہے کہ جس پر احسان کیا ہے وہ کبھی نہ کبھی اس کے کام آجائے گا۔ احسان کرتے وقت یہ بات عموماً لوگوں کے ذہن میں ہوتی ہے کہ لوگ احسان کے بدلے احسان کریں گے اسے دامن سخن اور گذر ملاقات میں آسانی ہوگی، زندگی آدم سے گزرے گی۔

② اور کوئی اس لئے احسان کرتا ہے کہ لوگ اسے دیکھیں اور نہیں کہ یہ تو بڑا اعلیٰ ہے،

بڑے بڑے لوگوں پر اس کے احسانات ہیں، اس سے عزت میں اضافہ ہوگا، ہر طرف دلوں و شایاں کی صدائیں بلند ہوں گی، دنیا میں نام ہوگا۔

● جو شخص طمع سے پاک اور بالکل تقصص ہوگا، وہ اس نیت سے احسان کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں اللہ کے بندے جس شخص پر احسان کرتے ہیں اس سے کسی قسم کا بدلہ نہیں چاہتے بلکہ اس سے کہتے ہیں:

﴿لَا تُبَدِّلْ سَكْرَتَكَ وَلَا حَقًّا تَبَدِّلْ﴾ (آب ۲۱-۲۲)

”تم سچہ پن سے بدلہ چاہیں اور نہ شریہ۔“

جن پر احسان کرتے ہیں ان سے کوئی طمع نہیں رکھتے کسی قسم کا بدلہ نہیں چاہتے کہ وہ اگر ہمارا شکر یہ بھرا کریں، مال و متاع، اعانت و خدمت کی صورت میں ہمارا احسان اتاریں، کچھ نہیں چاہتے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔ جو شخص اسے اخلاص سے احسان کر رہا ہے وہ بھی درحقیقت یہ کام اپنے فائدہ کے لئے کر رہا ہے اس لئے کہ مسلمان کا سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں اس سے بڑا فائدہ کیا ہو سکتا ہے؟ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ شخص بے غرض ہے بغیر کسی طمع اور فائدہ کے احسان کر رہا ہے یہ تو سب سے زیادہ ہوشیار ہے اتنا ہوشیار کہ اس سے بڑھ کر کوئی ہوشیار اور عقل مند ہو ہی نہیں سکتا۔ لوگ دنیا میں مختلف چیزوں کے طالب ہوتے ہیں، کوئی اقتدار کا، کوئی مال کا، کوئی بیوی کا، کوئی اولاد کا مگر یہ مالک کا طالب ہے۔ چوری کائنات جس کی ملک ہے وہ اس کا ہو گیا تو اور کیا چاہئے؟ معلوم ہوا کہ یہ جو اہلیر کسی دنیوی طمع کے احسان کر رہا ہے یہ سب سے بڑھ کر مالک ہے۔

● اگر بالفرض کسی کے دل میں احسان کرنے سے نہ کوئی دنیوی غرض ہے نہ آخرت کی طلب، کسی قسم کا کوئی بدلہ نہیں چاہتا تو کم سے کم، کم سے کم اتنا فائدہ تو وہ اپنا ضرور چاہے گا کہ اس کے دل میں جو جذبہ پیدا ہوا اسے تسکین مل جائے۔ کسی سے متعلق اسے طویل آہ اور دل میں ایک حرکت پیدا ہوئی کہ اس پر احسان کیا جائے اس پر

احسان کرو یا تو دل کو تسکین حاصل ہوگی دل میں سرور و اطمینان کی ایک کیفیت محسوس ہوئی۔ یہ بھی تو ایک فائدہ ہے۔ سو اس کا احسان بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ ایسا احسان جو کسی قسم کی طمع و غرض سے پاک اور ہر قسم کے فائدہ سے خالی ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ وہی ایک ذات رحمن ہے پھر اس کی اطاعت کیوں نہ کی جائے؟

احسان کا تقاضا:

بات یہ چل رہی تھی کہ جب کوئی نئی نعمت آئے تو منعم کی طرف دل کو سمجھا کر نہیں لانا چاہئے بلکہ اس کی طرف از خود دل سمجھنا چلا جاتا ہے، شاہی یا بچے کی والدہ بڑی نصیحتیں ہیں، ان مواقع پر انسان کو چاہئے کہ اپنے منعم اپنے محسن اور اپنے محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کے احکام پر قربان ہو جائے ایسے مواقع پر تو چاہئے کہ مسلمان کی محبت کو جوش آنے لگے اور اس میں مالک کے احکام پر مرٹنے کا جذبہ پیدا ہو۔

تیسرا موقع موت کا ہے اس میں انسان غور کرے تو بڑی عبرت کا سامان ہے کہ ہماری جان کس کے قبضے میں ہے اور دنیا سے رخصت ہو کر یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ان مرنے والوں کی جان کیسے نکل رہی ہے؟ اللہ یہ کہ ہماری ہادی بھی آنے والی ہے ہماری جان کیسے نکلے گی؟ ان باتوں پر غور کریں تو یہی صدا آئے گی کہ سنبھل جاؤ! سنبھل جاؤ! سوہر جاؤ! اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ! ان کی نافرمانی سے باز آ جاؤ! مراقبہ موت کے ساتھ اس بات کو خاص طور سے سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی جان بہت جلدی سے نکالی جاتی ہے اور فرماں برداروں کی جان بہت دیر سے نکالی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں سورہ نازعات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ فرشتے نافرمان لوگوں کی جان بہت جلدی سے نکالتے ہیں اور اللہ کے فرمانبردار بندوں کی جان بہت دیر سے نکالتے ہیں۔ پھر آگے کے مراحل قبر، حشر اور حساب و کتاب سے متعلق سمجھیں کہ ان میں کیا حالات ہوں گے۔ کسی کی موت دیکھو

کر انسان کو اپنی موت یاد آنا چاہئے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ کی ہمارے دنیا میں چھوڑ دی گئی چائیں دنیا میں چھٹی موتیں ہو رہی ہیں، چھٹی موتوں کی خبر سن رہے ہیں یا آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جتنے لوگوں کی نماز جتنا وہ چاہ رہے ہیں جتنے لوگوں کو قبروں میں خود اپنے ہاتھوں اتار رہے ہیں ایک ایک موقع پر اگر انسان ایک ایک گناہ بھی چھوڑتا جائے تو مکمل ولی اللہ بن جائے۔ چند دنوں کے اندر اندر مارے گناہ چھوٹ جائیں۔ سوچیں جہاں ہمیں جانا ہے اور جہاں جانے کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا ہے اس میں تاخیر کیا ہے؟ وہ گھڑی تو سر پر آئی گھڑی ہے ابھی گئے اور ابھی گئے۔ جیسے شادی کے موقع پر منعم کی طرف دل خود بخود کھینچتا ہے ایسے ہی موت۔ کہ موقع پر انسان کو اپنی موت خود بخود یاد آنا چاہئے۔

ان تین مواقع پر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ ہونا چاہئے اسے یہ فکر ہونی چاہئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک ایک حکم کی اطاعت کروں مجھ سے ان کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہو مگر حالت یہ ہے کہ انسان کہلاتا تو ہے اللہ کا بندہ لیکن یہ اللہ کا بندہ بنتا نہیں ہے۔ یہ تین مواقع ایسے تھے جن میں شرع کے علاوہ عقل کی رو سے بھی مسلمان کو جس اطاعت بننا ضروری تھا مگر مسلمان کا مال دیکھ لیجئے کہ انہی تین مواقع پر وہ گناہ زیادہ سے زیادہ کرتا ہے۔ پہلے کی نسبت خوب دل کھول کر گناہ کرتا ہے۔ جیسے یہ اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑاتا ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ بھی اس کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاملہ کیا ہے؟ یہ سوچتا ہے کہ میں دھن کی لٹتیں استعمال کر کرتے۔ جن کی ہمارے ہائی کرتا رہتا ہوں دیکھئے دھن تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ رہا۔ نہ میری ٹانگ تو زنی نہ میری آنکھ پھوڑی کچھ بھی نہیں کیا۔ جیسے یہ اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ہم تمہارا کچھ نہیں بگاڑ رہے تو ہی غائب ہے تیرا شیطان بھی غائب ہے جو مرضی میں آئے کرتا رہا۔

ما فرمائی کا انجام:

(وَمَسْكُرُوا وَمَسْكَرَاتُہُمْ) (پ ۲ - ۱۰۱)

یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کچھ ڈھیل دے دیتے ہیں اور ڈھیل دینے دیکھتے ہیں مگر جوئی اس کی پکڑ ہوتی ہے ساری کسر نکل جاتی ہے۔ سخت عذاب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ دیکھئے شادی کے موقع پر جو خرافات ہوتی ہیں، طرح طرح کی تاخریائیں کی جاتی ہیں اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ ڈھیل دے دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے کہ لوگناہ اس کا انجام بھی منکر یہ دیکھ لو گے۔ دیکھئے اسی طرح ولادت جس پر خوشی کے شادیوں نے بھائے گئے تھے جی بھر کر اللہ تعالیٰ کی تاخریائیں کی گئی تھیں مگر یہ اولاد بڑی ہو کر تاخریاں ہوتی ہے خوشی کی بھائے پر بیٹھوں کا سبب بنتی ہے اور والدین کے سر پر جوتے برسائی ہے کھٹ کھٹ کھٹ جوتے پر جوتا برستا ہے تو آنکھیں کھلتی ہیں اب کہتے ہیں کہ ایسی بلائی اولاد کی ولادت پر ہم نے بے جا خوشیاں منائیں ہمیں یہ جہام معلوم ہوتا تو اس کی آمد پر خوشی کی بھائے ماتم کرتے۔ سرے پاس نیلیوں پر نیلیوں آتے ہیں کہ اولاد بہت بگڑ چکی ہے برا حال ہے دعا کرو مجھے کوئی تعویذ دے دیجئے یہ ہوا ولادت کی خوشیوں کا انجام، چھٹی کی مثال تو دہائی کرتا ہوں کہ شکاری نے کانٹے میں پھنسی اٹکا کر جھلی کو ڈال دی وہ بہت خوش ہوئی کہ آگے رزق، غریب سے مدد آئی، دلاں، دھیند پڑھا تھا اور دلاں بابا سے وسعت رزق کا تعویذ لائے تھے تعویذ بڑا موثر ثابت ہوا آخر رزق آئی کیا یہ سوچ سوچ کر خوش ہو رہی ہے۔ اور شکاری بھی خوش ہے چھٹی کے کانٹے نکلے ہی وہ بھی خوش ہو رہا ہے میرا رزق آگیا۔ دونوں اپنی جگہ خوش ہیں، لیکن چھٹی کو اس وقت پتا چلتا ہے جب کاٹا حلق میں آگتا ہے اور شکاری اسے ایک دم سے کھینچ کے باہر نکال دے پتا چلتا ہے پھر گھر لے کر جاتا ہے تو چھٹی کو پتا چلتا ہے کہ میں کیا بھی

تھی اور یہ کیا ہو گیا، سن لیجئے شادی اور ولادت کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی بابرہائیں کرنے والے لوگ بھی نادان پھیلے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس وقت ذلیل رہے دیتے ہیں کہ ہاں ابھی مزے لوٹ لو، مستیاں کر لو مگر مغرب ہی اس کا انجام بھی دیکھ لو گے۔ پھر چند دنوں بعد ہی جب بیوی چلائی ہے کہ بچہ اور دونوں آپس میں ہوتے ہیں دست و گریبان تو اب بچھڑتے ہیں کہ کاش نہ یہ شادی ہوتی نہ اس پر خوشیاں مناتے۔ پھر مہینوں کی یہ آپس کی لڑائی اور مار کھائی صرف یہاں بیوی تک محدود نہیں رہتی بلکہ آگے خاندان اور برادرین تک تھماؤ کر جاتی ہے اور دونوں جانب سے اعتراضات اور الزامات کی بوجھاؤ شروع ہو جاتی ہے۔ لڑائی جھگڑوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ لڑائی شروع تو ہوئی تھی یہاں بیوی سے مگر بڑھتے بڑھتے خاندانوں کے خاندان اس کی لپیٹ میں آگئے سب اپنی جگہ پر پٹان اور سرگرم ہیں۔ کچھ کچھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کریں۔ ذرا سوچئے ایہ سادی مصیبت اس لئے آئی کہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت کی ہتھوری کی نعمت ملنے پر شکر کی بجائے اللہ تعالیٰ کی بابرہائی شروع کر دی۔ شادی تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے بلکہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہاں نکاح کے فطیہ میں ہمیشہ ایک حدیث پڑھتا ہوں اور آپ لوگ سنتے رہتے ہیں:

”خیر منافع الدنيا المرأة الصالحة“ (مسلم)

کہ دنیا میں سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے، یہ تو شوہر کے حق میں ہے اور بیوی کے حق میں سب سے بڑی نعمت نیک شوہر ہے۔

ولادت بھی بہت بڑی نعمت ہے اس کے ذریعے انسان عدم سے وجود میں آتا ہے اور یہ وجود کی ایک نعمت مدار ہے تمام نعمتوں کے لئے وجود نہ ہوتا تو کوئی نعمت ظاہر نہ ہوتی، باقی سب نعمتیں وجود کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔ پھر نیک اولاد واطفین کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں ترقی، راحت، سکون کا ذریعہ اور صدقہ جاریہ بنتی ہے جتنی بڑی

نعت اور اتنی بڑی خوشی ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس کی تافرمانوں سے باز آ جانا چاہئے، مگر آج کا مسلمان کہتا ہے نہیں ولاست کے موقع پر اطاعت کی بجائے تافرمانی کرو اور خوب کرو۔ جو گناہ عام دنوں میں نہیں کرتے وہ بھی اس موقع پر کرو۔ یاد رکھئے! یہ نین مواقع ایسے ہیں کہ انہیں دیکھ کر من کر یا سوچ کر انسان ہر قسم کے گناہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن جو ایسا ذمیت ہو کہ مجبور ہونے پر بھی گناہ نہ چھوڑے تو اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ اس کا دین اس کی عقل بعد اس کی غیرت اسے مجبور کر رہی ہے کہ میں مواقع پر ہر قسم کی تافرمانی سے باز آ جاؤ یہ ایسے مواقع ہیں کہ ان میں گناہ کا نام بھی مت لو، گناہ کے قریب بھی نہ بھگو، اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھئے کہ وہ اس قسم کے مواقع پیدا کر کے انسان کو تافرمانی چھوڑنے پر مجبور کر رہے ہیں کان سے پکڑ کر جھجھور رہے ہیں، جھجھور رہے ہیں کہ بندے اسوہر جا، تافرمانی چھوڑ دے، بھلاست سے باز آ جا۔

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَنُنَكِّتَهُ أَهْلَ الْآرَاضِينَ وَآتَيْنَاهُ هَؤُلَاءَ﴾ (پہ - ۱۷۶)

تو چھوڑ دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف ہل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔

مجبور کرنے کے معنی:

یہ جو کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گناہ چھوڑنے پر مجبور کر رہے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ مجبور کرنے کی دو قسمیں ہیں۔

① ایک تو یہ کہ کسی کو کان سے پکڑ کر زبردستی اس سے کوئی کام کروایا جائے لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے، یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے اس میں بھی مضمون ہے کہ

ایسے ہم کسی کو مجبور نہیں کریں گے۔ اگر ایسے کرنے لگیں تو بندوں کا امتحان کیا ہوگا؟ سب کو پکڑ پکڑ کر ولی اللہ بنادیں تو بندوں کا امتحان کیسے ہوگا اور یہ امتیاز کیسے ہوگا کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے بندے کون ہیں اور شیطان کے بندے کون؟ یہ تو معلوم ہی نہ ہو سکے گا۔

۲ مجبور کرنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ دھاکل کے ذریعے کسی کو مجبور کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے العبادات اور احسانات جتنا جتنا کر اپنی قدرت کے ٹوٹے پیش کر کر کے، جنت اور جہنم کا بار بار تذکرہ فرما کر فرہل بردار اور نا فرمان لوگوں کا انجام ذکر فرما کر، بالخصوص انبیاء صالحین کی سرکش استوں کا تذکرہ اور ان کا جہت نامک انجام بیان فرما کر مجبور دے ہیں اور دے تے پر مجبور کر رہے ہیں۔ مجبور کرنے سے مراد وہ نہیں جو عوام سمجھتے ہیں یعنی زبردستی کسی سے کوئی کام لینا بلکہ یہ معنی ہیں کہ کسی کے سامنے ایسے دلائل اور دلائل پیش کرنا کہ مخاطب میں ذرہ برابر بھی مسامحت ہو تو اسے مانے بغیر چارہ نہ رہے کسی منکر کو دلائل کے زور سے قائل ہونے پر مجبور کر دینا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے سامنے اللہ تعالیٰ نے جو دلائل پیش کئے ہیں کسی بہت دھرم منکر کے سوا کوئی ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ بالخصوص اللہ تعالیٰ کے جو احسانات ہیں ان کا انکار تو ممکن ہی نہیں اور یہ اصول ہے کہ "الانسان عبد الاحسان" یعنی انسان احسان کا بندہ ہے۔ انسان کیا یہ چیز تو جانوروں کی فطرت میں بھی ہے۔ کوئی کتے کو روٹی کا ٹکڑا ڈال دے تو اس کے سامنے تو دم ہلانے لگتا ہے۔ دم ہلائے نہ ہلائے لیکن اب اسے کانٹے کا نہیں بلکہ اس سے محبت کرے گا۔ ایک بار کتے کے سامنے ٹکڑا ڈال دیں بس بیٹھ کے لئے دوست بن جائے گا۔ جو کئی دور سے آپ پر نظر پڑے گی دم ہلاتا خوش آمدید کہتا ہوا آئے گا اور آکر آپ کے سامنے جھک جائے گا۔ یہ روٹی کا ٹکڑا ہے جو کتے کو چھلکے پر مجبور کر رہا ہے۔ کتا تو احسان مان کر جھک جاتا ہے لیکن آج کا مسلمان اپنے صحن کے سامنے نہیں جھکتا۔

ان تین مواقع میں مسلمان کو گناہ چھوڑ دینے چاہئیں مگر ان تین مواقع میں مکمل کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ شادی اور ولادت کے مواقع پر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ سب کو خوش کر دے کسی سے کوئی لگہ شکوی نہ رہے چنانچہ رشتہ داروں میں دوستوں میں کسی کو اس سے کچھ شکایت ہو رہی ہو تو اس کے پاس خود چل کر جاتا ہے اور خوشامد کر کے ان کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر اس کے کہنے سے وہ نہیں مانتے تو انہیں منوانے کے لئے دوسروں کو ساتھ لے جاتا ہے کہ آپ انہیں سمجھائیں اور آمادہ کریں کہ مہربانی کر کے ہماری شادی پر آجائیں اور جو کچھ آپ اس میں کہا سنا ہے سب معاف کر دیں۔ شادی میں خوشامد کر کے سب کو جمع کر لیتے ہیں اور ہر قیمت پر انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ظلم دیکھئے کہ سب لوگوں کو جمع کرتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نکال دیتے ہیں کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے ذرا ایک طرف ہو جائیں۔ اس وقت آپ کی بجائے ہم نے شیطان کو بلا لیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے دل میں شیطان کا خوف اللہ تعالیٰ کے خوف سے بڑھ کر ہے۔ اسی لئے شادی میں اللہ تعالیٰ کی راضی منوں نے کہ شیطان کو راضی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہی کہتا ہے کہ اس وقت تو اپنی تعریف میں ہم نے شیطان کو بلا لیا ہے اس لئے آپ ذرا تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف کو ہو جائیں تاکہ ہم شیطان کو مکمل کر راضی کر سکیں۔ اس کے بعد پھر مسجد میں جا کر نماز پڑھیں گے اور آپ کے سامنے جھک کر آپ کو راضی کر لیں گے لیکن ابھی تھوڑی دیر کے لئے ذرا آپ ایک طرف ہو جائیں۔ شیطان کو خوش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف کر دیا۔

خطبہ کی آیات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے خطبہ میں یہ تین آیتیں پڑھا کرتے تھے جو

میں نے پڑھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح کے لئے ان آیات کا انتخاب فرما کر امت کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت سے بچنے کی ہدایت دی ہیں اور یہ صحیحہ نافرمانی ہے کہ اس موقع پر لوگ اللہ تعالیٰ کی بغاوتیں اور نافرمانیاں بہت کرتے ہیں۔ پہلے سے بڑھ کر نافرمانیاں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں دھمکی دی ہے کہ خبردار یہ لعنت میں نے دی ہے خوشی میں آ کر اتراؤ مت۔ میں چاہوں تو اپنی نعمت جہنم بھی سکتا ہوں۔ شادی تو تم نے کر دی آگے میں بیوی میں تو افق پیدا کرنا میرا کام ہے میری قدرت میں ہے کہ اس کو لعنت بگاڑوں یا عذاب۔

میری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں، جس لعنت پر تم اترا رہے ہو اتنی خوشیاں منا رہے ہو میں چاہوں تو اس نعمت کو عذاب میں بدل ڈالوں۔ میں بیوی ایک دوسرے کے حق میں عذاب اور مصیبت بن جائیں۔ یہ سب میری قدرت میں ہے۔ ان آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ شادی کرنے والوں کو تنبیہ فرما رہے ہیں کہ ہوش میں آ جاؤ ایمان نہ ہو کہ شامت اعمال سے یہ خوشیاں تمہارے لئے وہاں بن جائیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جہاں جہاں انسان کے بھگنے کا احتمال ہوتا ہے، اندیشہ ہوتا ہے کہ کبھی غلط راستے پر نہ پڑ جائے اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے اسے بیدار کر دیتے ہیں بلکہ بھجوزتے ہیں کہ میرے بندے بھگ نہ جاؤ۔ یہ امکان کا موقع ہے ہوشیار رہنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ورنہ اگر وہ خبردار نہ کریں اور انسان بھگ جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا کیا بگڑے گا؟ یہ بندوں پر ان کی رحمت اور شفقت ہے۔ میں تو انسان کو قائل کرنے اور اسے مجبور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احسان بھی کافی ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے محل بھی دی ہے۔ عقل کے علاوہ شریعت بھی دی ہے۔ ڈرانے والے تو اللہ تعالیٰ نے بہت دیئے ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ موقع بموقع بار بار متوجہ فرماتے رہتے ہیں کہ متوجہ ہو جاؤ غفلت سے باز آ جاؤ۔ کتنی بڑی شکوات قلب ہے کہ ان سب چیزوں کے باوجود یہ مسلمان پھر بھی بغاوت سے باز نہیں آتا پھر وہی لڑی چال گویا کہ اسے مرنا

ی نہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے کبھی جانا ہی نہیں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ آج کل شادیوں میں خرافات اور فطک کام بہت ہوتے ہیں۔

ایک سنگین غلطی:

ان میں سے ایک فطک کام یہ بھی ہے کہ شریعت کا حکم ہے کہ لڑکی سے اجازت لینے کے لئے دلی اقرب جائے یعنی لڑکے رشتے داروں میں جو قریب سے قریب تر رشتے دار ہے وہی لڑکی سے جا کر پوچھے کہ اس لڑکے سے تیرا نکاح کر رہے ہیں تجھے قبول ہے؟ اگر لڑکی کنواری ہو اور پوچھنے والا قریب تر رشتہ دار ہو تو پوچھنے پر لڑکی کے خاموش رہنے سے نکاح ہو جاتا ہے صراحۃً اجازت دینا ضروری نہیں، اگر لڑکی کنواری نہ ہو، پوچھنے والا قریب تر رشتہ دار نہ ہو تو لڑکی کا صراحۃً اجازت دینا ضروری ہے خاموش رہنے سے نکاح نہ ہوگا لڑکی کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟ والد۔ والدہ جا کر پوچھے کسی کا والد نہیں ہے تو والد کے بعد دادا کا فہر ہے دادا جا کر پوچھے والدہ بھی نہ ہو دادا بھی نہ ہو تو بھائی پوچھے۔ بھر بھائی کے بعد بھتیجے کا فہر ہے۔ مسئلہ سن لہجے کہ بھتیجے کا درجہ چچا سے بھی پہلے ہے بھائی بھتیجے اور بھتیجوں کی اولاد میں سے کوئی بھی نہ ہو تو بھر چچا، دلی ہے۔ لڑکی کے اولیاء کی یہ ترتیب ہے اس کی رعایت ضروری ہے اگر والد کے ہوتے ہوئے بھائی نے پوچھ لیا یا چچا نے پوچھ لیا اور لڑکی خاموش رہی تو اس کا پوچھنا نہ پوچھنا برابر ہے ذرا برابر بھی اس کا فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ تو ایسے ہی ہوگا کہ گویا لڑکی سے پوچھا ہی نہیں پھر پوچھے نکاح کر رہے ہیں البتہ نکاح ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ سن کر کہیں اس شہد میں نہ پڑ جائیں کہ سرے سے نکاح ہی نہیں ہوگا۔ نکاح ہو جائے گا اور دھجوں سے ایک یہ کہ جیسے دستور ہو گیا ہے لڑکی کو پہلے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے جو بھی آئے اور جو کچھ بھی پوچھے بہر حال اسے لہا ہی نے سمجھا ہوگا۔ جب اسے معلوم ہے کہ جو میرا اصل دلی ہے یہ اسی کا سمجھا ہوا ہے اس نے پوچھا ہے تو نکاح

ہو جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس کو اتنا ظلم بھی نہ ہو کہ والد نے بیجا ہے یا خود آیا ہے۔ تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا بعد میں جب لڑکی رخصتی کے لئے تیار ہوگئی اور خوشی سے شوہر کے گھر رخصت ہوگئی تو گویا اس نے قبول کر لیا۔ اب نکاح نافذ ہو جائے گا۔ مسنون طریقہ تو یہ ہے کہ پوچھنے کے لئے ولی اقرب جائے لیکن لوگوں میں دستور یہ ہے کہ باپ دہرایا بھائی کی بجائے ماسوں کو بھیج دیتے ہیں۔ یہ بھی قیمت ہے کہ کسی غیر محرم کی بجائے ماسوں کا ہی انتخاب کیا۔ اتنی ہی عقل تو آگئی کہ لڑکی کے پاس اس کے ماسوں کو بھیج دیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ماسوں کسی درجے میں بھی لڑکی کا ولی نہیں اس کی بجائے بچا کو بھیجتے تو بھی ٹھیک تھا کہ وہ کسی نہ کسی درجے میں تو ولی ہے کہ والد، دادا اور بھائی سمیت نہ ہوں ان سب کے بعد آخر میں بچا ولی ہے اور وہ پوچھ سکتا ہے ماسوں کا تو کوئی حق ہے ہی نہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر اور زیادہ جہالت، بے دینی اور پرلے درجہ کی بے حیائی کی بات یہ کہ بعض لوگ لڑکی کے بہنوئی کو پوچھنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ یہ شریعت کے خلاف تو ہے ہی عقل اور غیرت کے بھی خلاف ہے۔ انتخابی درجے کی بے حیائی ہے۔ بہنوئی تو ویسے ہی سالیوں پر جھپٹے میں بہت مشہور ہیں، سالی کو بھی بیوی بنائے رکھتے ہیں؟ لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کے لئے ایسے خطرناک رشتے کا انتخاب عقلی بڑی بے حیائی ہے اور لڑکی کے والدین کس قدر بے غیرت، بے حیا اور دیوث ہیں۔ ذرا سوچئے کیا انجام ہوگا اس قسم کی شادیوں کا؟ بے دینی کی غصوت سے عقل پر تو پردہ ڈالی گیا تھا شرم و حیا بھی رخصت ہوگئی۔ نکاحی بے حیا قوم ہے۔ یہ سب گناہوں کی غصوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے کرتے دل سے حیا بھی نکل گئی۔

بے حیائی:

دنیا میں سب سے بڑی اور اول نمبر کی بے حیائی مردوں کا لازمی مسئلہ نکلتا اور

عورتوں کا بے پردہ بھڑکا ہے۔ جب اتنی بڑی بے حیائی گوارا کر لی تو سائی سے اجازت لینے کے لئے بہنوئی کو بھیجنا کون سی بڑی بات ہے؟ وہ تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔

اذا فانیك الحياء فافعل ما شئت

ہے حیا باختر و ہر جہ خواہی کن

حیاء ہی چھوڑ دی تو اب خوں ننگے ٹاپتے رہو۔ بے حیائی سے روکنے والی چیز تو شریعت ہے یا پھر حیا۔ جب دونوں سے آزاد ہو گئے شریعت کا لحاظ رہا نہ حیا رہی تو اب ننگے ٹاپتے رہو۔ میٹھنوں کی طرح وقتیاں مارتے رہو جو چاہے کرتے رہو۔ مسلمان نے ڈاڑھی پر پھوڑا چلا کر حیاء کا ادا وہی ادا دیا۔ پہلے کسی زمانے میں ہم سنا کرتے تھے کہ کسی سے کوئی غلط حرکت صادر ہوگی ہے حیائی کا ارتکاب ہوا تو لوگ فوراً کہتے ارے تمہارے منہ پر ڈاڑھی ہے، ڈاڑھی رکھ کر ایسی غلط حرکتیں کرتے ہو؟ آج کل تو لوگ ایسے نہیں کہتے ہوں گے بلکہ یہ کہہ کر نوکتے ہوں گے کہ ارے! آجیسا تمہارا چہرہ ہے پھر ایسے غلط کام کرتے ہو؟ ایسے تو نہیں کہتے ہوں گے کہ تمہارے منہ پر ڈاڑھی ہے اور پھر بھی ایسے کام کرتے ہو۔ کوئی کہتا ہے ایسے؟ نہیں! شاید کوئی پرانے لوگ اب بھی کہتے ہوں ورنہ یہ کہنے کا اب دستور نہیں رہا۔ جب ڈاڑھی ہی نہیں رہی تو ایسے کون کہے گا؟ اب تو کسی کو نوکنے کے لئے کہنا چاہئے ارے! تمہارا چہرہ تو زمانہ پانچل عورتوں جیسا پھر بھی ایسی حرکتیں کر رہے ہو؟ عورت تو کمزور سی مخلوق ہے تم عورت ہو کر یہ کام کر رہے ہو؟ عورتوں کو یہ کام زیب نہیں دیتے۔ ڈاڑھی منڈانے والے مردوں کو آج کل ایسے کہنا چاہئے۔ پیچھے زمانے میں جب مسلمان ڈاڑھیں رکھتے تھے تو اپنے اوپر اعتماد دلانے یا کسی کو نوکنے کے لئے یہی کہتے تھے کہ میرے چہرے پر ڈاڑھی ہے یا میرے منہ پر ڈاڑھی ہے پھر بھی ایسا کام؟ مطلب یہ ہے کہ ڈاڑھی تو حیاء کی علامت ہے اور بے حیائی سے روکتی ہے لیکن مسلمان نے حیاء کا ادا ہی ادا کیا۔ اب جتنی چاہو بے حیائی کرتے رہو نہ کوئی نوکے گا نہ طعن دے گا۔

اسی طرح بے پردہ عورتوں نے چہرے سے پردہ اتار کر حیا کا اڑا ہی اڑا دیا ہے، پھر اس سے بھی بڑھ کر حماقت اور بے حیائی و دیوثی یہ کہ نکاح کی اجازت لینے کے لئے بیہوشی کو سالی کے پاس بھیجا جا رہا ہے، وہ ویسے ہی سالی پر مر رہا ہے پھر لڑکی کا دیوث لبا اسے شادی جیسے محرک موضوع کے سلسلہ میں سالی کے پاس بھیج کر اس کی خیانت کو مزید شدہ رہا ہے درحقیقت پردہ عورتوں کے چہروں سے اثر کر مردوں کی عقلوں پر پڑ گیا ہے۔ بیہوشی کو اجازت لینے کے لئے بھیجا ہوئی بے حیائی کی بات ہے۔ ایسی بے حیائی جس کا کوئی غیرت مند انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ بات صرف شریعت کے ہی نہیں غیرت کے بھی خلاف ہے بڑی بے دینی اور انتہائی بے حیائی کی بات ہے اور بہت بڑی دیوثی ہے۔

بھرا اللہ تعالیٰ مجھے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محبت ہے ان سے ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ جذبہ ڈال دیا ہے کہ یہ میرے بندے ہیں مجھے اپنے بندوں سے محبت ہے تم بھی ان سے محبت کرو۔ محبت کا مطلب کیا ہے کہ ان کو قصاص سے بچاؤ اور ان سے وہ سلوک کرو جن سے ان کو فائدہ پہنچے۔ دیکھئے چھوٹا بچہ اگر بیمار پڑ جائے تکلیف میں مبتلا ہو تو والدین اسے کڑوی دوائیں پلاتے ہیں انجکشن لگواتے ہیں بلکہ مرض بگڑ جائے تو آپریشن کروانے سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ والدین سے بڑھ کر بچہ کسی کو پیارا نہیں ہے مگر وہ بچے کی جان بچانے کے لئے اس کے فائدے کے لئے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ اسی طرح بچے کا خیم سیلا ہونے لگتا ہے تو رگڑ رگڑ کر نہلاتے ہیں صابن لگاتے ہیں ملتے ہیں۔ اس دوران بچہ دھنکا چلاتا ہے مگر والدین ذرا براہر اس کی پروا نہیں کرتے اس کی جھلیں سن سن کر رگڑائی نہیں چھوڑتے صرف یہ کہتے چاہئیں گے کہ بیٹا کوئی بات نہیں بس تھوڑی دیر میں پاک صاف ہو جاؤ گے۔ میں بھی لوگوں سے گناہ چھڑوانے کے لئے ان کی رگڑائی کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے بندوں سے جو محبت اور ہمدردی کا جذبہ ہے وہ چھوڑنے ہی نہیں دیتا۔ مجھ سے اللہ تعالیٰ پر نہیں

کے نہیں کہ میرے بندے میرے پاس آتے تھے تو نے ان کے ساتھ محبت کا سلوک کیوں نہیں کیا؟ یقیناً پہنچیں گے اور ہر اس شخص سے پہنچیں گے جس نے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے گناہ چھڑوا کر انہیں جہنم سے بچانے کی کوشش نہ کی۔

مصلح کا کام:

اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ایک نہلا نے دھلانے والے کے پاس بھیج دیا اس نے نہلا دھلا کر صاف کر دیا۔ یہ ہر معمول ہے کہ کسی کو گناہوں سے مٹا اور آلودہ دیکھتا ہوں تو ذرا مغفلی کر دیتا ہوں۔ عقل مند لوگ تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔ احمق لوگ شاید غمگینا جاتے ہوں گے کہ کہاں بھٹس گئے۔ مگر مصلح کو بھی مریض کی رائے نہیں لینا وہ اپنا کام کرتا ہے۔ مریض کی چیزوں پر کان نہیں دھرتا بلکہ اپنا کام کر کے دیتا ہے۔ نادان مریض پچھتا چلا تا ہے ڈاکٹر کو برا بھلا کہتا ہے لیکن عقل مند اور دانا مریض ڈاکٹر کا شکر یہ داکٹر ہے۔ انجکشن کی تکلیف بھی برداشت کر لیتا ہے ڈاکٹر کو پیسے بھی دیتا ہے اور ساتھ ساتھ اس کا شکر یہ بھی ادا کرتا ہے۔ یہی حالت روحانی مریض اور روحانی مصلح کی ہوتی ہے مریض میں عقل ہو تو انجکشن لگنے کے بعد روحانی مصلح کا شکر یہ ادا کرتا ہے کہ آپ نے میری اصلاح کر دی۔ مجھے سچا راہ پر لگا دیا۔ دوزخ میں بھٹک جاتا۔ جہنم میں چلا جاتا لیکن جس مریض میں عقل نہیں وہ مصلح کی شکایت کرتا ہے۔ عقل کس میں نہیں ہوتی؟ جو اللہ تعالیٰ کا تاثر مان اور باقی ہو۔ گناہوں کا وبال سب سے پہلے عقل پر پڑتا ہے۔ گناہوں کی کثرت سے انسان کی عقل مسخ ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص سے جتنی خیر خواہی کی جائے جس قدر اصلاح نہ جائے وہ یہی کہے گا کہ یہ مجھ پر ظلم کر رہا ہے۔ مگر ایسی باتوں سے ہماری محبت ختم نہیں ہوتی۔ خیر خواہی کا جذبہ سرور نہیں چڑتا۔ عقل مند سے ویسے ہی محبت ہوتی ہے کہ... تو... ہی محبت کے لائق مگر تم عقل یا بے وقوف سے بھی عداوت نہیں لگاؤ ایسا شخص...

کا مستحق ہے۔ اس کی مدت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ اس لئے دونوں کی اصلاح کی جاتی ہے دونوں کا حق ہے اور حقِ محبت کا احکام ضروری ہے۔

خطبہ میں جو تین آغوشیں اور چار حصہ ہیں پڑھی گئی ہیں ان سے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں مگر پہلے تو یہ مسئلہ سمجھ لیا جائے کہ نکاح کے لئے خطبہ پڑھنا کوئی شرط لازم نہیں جیسے جمہور سے پہلے خطبہ شرط ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ایسے نکاح کے لئے خطبہ لازم نہیں لیکن پھر بھی کیوں پڑھا جاتا ہے؟

خطبہ کی مصلحت:

اس کی مصمت کچھ لیں سمجھ میں آجائے تو مسلمانوں کی دنیا و آخرت دونوں سونے پر نہیں مگر لوگوں نے اس خطبہ کو بھی رسم کی شکل دے دی ہے۔ اس کی مصمت نہ کوئی سوچتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ نکاح خواں خطبہ پڑھ کر نہ دیتا ہے سننے والے اس کو سمجھ جاتے ہیں مگر یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اس خطبہ کی حکمت اور مصمت کیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ہاں ہمیں حکمت معلوم ہے وہ یہ کہ خطبہ اُردو ضروری نہیں اس کے بغیر بھی نکاح ہو جاتا ہے مگر اس کے پڑھنے سے برکت ہوگی۔ برکت کے لئے پڑھتے ہیں۔ لیکن ذرا سوچئے کہ برکت تو جب ہو کہ خطبہ میں جو کچھ پڑھا گیا ہے اس کے مطابق عمل بھی ہو۔ ذرا اس بات کو سوچئے اور بار بار سوچئے کہ مجلسِ نکاح میں بیٹھے تمام شرکاء کو اور خاص طور سے نکاح کرنے والے فریقین کو قرآن کی آیات پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں اور ایت سنائی جا رہی ہیں مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام اور قوانین سننے کے بعد سمجھنے کے بعد مگر پہنچتے ہی انہیں توجہ شروع کر دیں ایک ایک حکم کو توڑتے چلے جائیں تو محض سننے سے کیا حاصل ہوگا؟ برکت ہوگی یا عذاب نازل ہوگا؟ نکاح سے پہلے خطبہ کا مقصد ہی بندوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام سے باخبر کرنا ہے۔

شادی مبارک کہنے کی رسم:

عائہ شادی کی تقریب پر جانے کے لئے جو کارڈ بھجائے جاتے ہیں ان پر ”شادی مبارک“ لکھا ہوتا ہے جس نے ”عائہ“ اس لئے کہ بھو اللہ تعالیٰ میں ایسی فریقات سے بہت دور ہوں، اس لئے مجھے پہری تھیں نہیں، بہت عرصہ ہوا کسی شادی کارڈ پر نظر نہ لگی تھی عائہ اس پر ”شادی مبارک“ لکھا ہوا تھا۔

پھر نکاح کے بعد اسی مجلس میں ہر طرف سے ”شادی مبارک، شادی مبارک“ کی بوجھنا شروع ہو جاتی ہے، پھر وہاں سے اٹھنے کے بعد کئی دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، بچے کی ولادت پر بھی یوں ہوتا ہے جو بھی سنتا ہے مبارک باد دیتا ہے ہر طرف مبارک مبارک کی آوازیں گونجنے لگتی ہیں، اسی طرح عید مبارک، نیا مکان، نیا کار، نیا گاڑی، نیا جہاز، نیا جہاز مبارک، نئی تجارت مبارک، وغیرہ وغیرہ۔ غرض ہر خوشی کے موقع پر مبارک دینے لینے کا عام دستور ہے مگر یہ کوئی بھی نہیں سوچتا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ جملہ بات مان بولا اور سنا جا رہا ہے لیکن اس کا مطلب سمجھنے سے آتی غفلت کہ اس پر جتنا تعجب کیا جائے کم ہے۔

”شادی مبارک“ کہنے کا مطلب:

اس کا مطلب غور سے سنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کیجئے۔ ”مبارک باد“ دعا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نعمت اور خوشی پر یہ دعا دی جا رہی ہے اس نعمت سے جو مفید ہے اس سے فائدہ عام ہو اور اس میں دوام ہو یعنی فائدہ زیادہ سے زیادہ ہو اور یہ فائدہ ہمیشہ رہے بلکہ اس میں روز بروز ترقی ہوتی رہے، مثلاً ”شادی مبارک“ کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے لئے دنیا و آخرت میں راحت و سکون کا ذریعہ بنیں، اور صالح اولاد پیدا ہو جو والدین کے لئے

صدقہ چار یہ ہو۔

دعا کی حقیقت:

دعا کی حقیقت یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے دعا مانگ رہے ہیں دل میں بھی اس کی بھی طلب ہو، اگر دل میں طلب نہیں صرف اوپر اوپر سے زبان سے مانگ رہے ہیں تو یہ دعا نہیں بلکہ خود فریبی ہے یا اللہ تعالیٰ کو فریب دے رہے ہیں بے دل میں طلب ہے ہی نہیں اور زبان سے مانگ رہے ہیں۔ یہ غلطی ہے ایسی دعا قبول نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ حقیقت یہ دعا ہے ہی نہیں۔

دل سے طلب کی علامت:

دعا مانگتے والے کے دل میں بھی طلب ہے یا نہیں؟ اس کی علامت یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے دعائیں کر رہا ہے اور کرنا رہا ہے اس مقصد کے لئے سب استطاعت و کوشش بھی کرے، کوشش کے بغیر دعائیں کرنا کرنا اس کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں طلب نہیں، اس لئے ایسی دعا مانگتے والے کو ہر شخص اس حق کے بارے میں شک کرے یا سادہ بانی کے پاس بیٹھا ہے اور وہ ہاتھ بڑھا کر پانی پینے کی بجائے خوب گڑ گڑا کر ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعائیں مانگ رہا ہے کہ یا اللہ! یا اس کی ہے میری یا اس بچھا دے، کیا اس کی دعا قبول ہو جائے گی اور یا اس بچھ جائے گی؟ کیا اس سے بڑھ کرئی حق ہو سکتا ہے؟ اسی طرح اگر شادی کرتا نہیں اور اولاد پیدا ہونے کے لئے دوا کف پڑھا رہا ہے، دعائیں کر رہا ہے، کرنا رہا ہے تو کیا اس کے اپنے پیچھے سے بچے نکل آئے گا؟ ایسے ہی اگر کوئی رزق کے لئے دوا کف اور دعائیں تو بہت کرتا کرتا تپے مگر کمانے کا کوئی ذریعہ اختیار نہیں کرتا تو کیا اسے پرلے درجہ کا حق نہیں کہا جائے گا؟ فرض یہ کہ دل سے نہ بچنے کی دلیل یہ ہے کہ دعا کے ساتھ کوشش بھی کرے۔

مقصد میں کامیابی کی شرط اولین:

کسی بھی مقصد کے لئے جتنی بھی کوششیں کی جا سکتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ اہم بلکہ بنیادی کوشش یہ ہے کہ اس مقصد کا پورا کرنا جس کے اختیار میں ہے اسے راضی کیا جائے اور یہ حقیقت تو دنیا کا احمق سے احمق بھی بخوبی جانتا ہے کہ کسی کو بھی اس کی مخالفت چھوڑے بغیر ہرگز راضی نہیں کیا جا سکتا۔

اب ان سب مقدمات کو ملا کر غور کیجئے کہ دنیا کا ہر مقصد اور ہر ہر چیز، خیر و شر، راحت و عذاب، سکون و پریشانی سب کچھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے جس میں کسی کو بھی کوئی اختلاف نہیں اور یہ عقیدہ ایسا منطقی ہے کہ ایمان کی بنیاد ہے اس میں کسی کو ذرا سا بھی کوئی شبہ ہو تو ایمان رخصت۔

پھر اس پر غور کیجئے کہ جب سب کچھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے تو اسے راضی کئے بغیر اس کے خزانے سے کیسے لے سکتے ہیں؟

پھر یہ سوچئے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور نافرمانی نہیں چھوڑیں گے وہ راضی نہیں ہوگا اس لئے اس سے کچھ بھی نہیں لیا جاسکے گا، اگر اس نے کچھ دے بھی دیا تو عذاب بنا کر دے گا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بے نیات اور نافرمانیاں چھوڑے بغیر صرف دُعاؤں اور دعاؤں کے زور سے اس سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو فریب دینا چاہتے ہیں، معاذ اللہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کو مخالفت اور بے نیات کا علم ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فیصلہ سنا دیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو فریب دینا چاہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ آخرت میں تو رسوا کریں گے ہی دنیا میں بھی رسوا کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

حاصل یہ کہ دنیا و آخرت کی ہر پریشانی سے بچنے کا واحد نسخہ اسیر صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیات اور ہر قسم کی نافرمانی سے تو بچ کر کے اسے راضی کیجئے، "وَعَلَا" ہر

پریشانی کا علاج“ میں اس کا مفصل بیان ہے۔

آپ نے خطبہ میں قرآن مجید کی تین آیات سنیں جن میں اللہ تعالیٰ کے احکام کھول کھول کر سنائے جا رہے ہیں۔ ان کے بعد جو چار حدیثیں پڑھی گئیں ہیں ان میں بھی اللہ تعالیٰ کے قوانین ہی بتائے گئے ہیں۔ نکاح کے خطبہ میں ان تینوں آیتوں کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص خطبہ نکاح میں پڑھنا اگرچہ ثابت نہیں لیکن ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی حدیثیں انہیں اس موقع پر اس لئے پڑھ دیتا ہوں کہ ان میں بھی نکاح کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ اگر ایک ایک آیت اور ہر حدیث کی تشریح کی جائے تو وقت بہت زیادہ چاہئے اس لئے الگ الگ تشریح کی بجائے مختصر بتاؤں۔

نعمت کی بجائے زحمت:

تینوں آیتوں کا حاصل ایک ہی ہے وہ یہ کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو جنہم کی اک سے ڈرو اور اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ تینوں میں یہی مضمون ہے اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو نعمتیں بنا دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑی اس کی بھلائی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ اس نے دنیا میں جو نعمتیں دے رکھی ہیں وہ ان نعمتوں کو نہیں رہنے دیتے بلکہ انہیں عذاب بنا دیتے ہیں نعمتیں عذاب کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور وہالہ بن جاتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے۔ وہ اللہ جس نے شادی کی نعمت دی وہ اس نعمت کو زحمت میں بدل سکتا ہے۔ وہ چاہے تو گھوڑے کو بچے نکال کر بوہڑ چھادے۔ اس قسم کی شادیوں کا جس میں دل کھول کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جاتی ہے انہماں تو سب کو معلوم ہے۔ بیگم قصورے طوں بعد جب صرہ جوتے رسوا شروع کرتی ہے تو اس کی خوشامیز کرتے

ہیں اورے حکم معاف کر دے، اورے حکم معاف کر دے۔ جب وہ معاف نہیں کرتی بلکہ اور زیادہ جہاتی ہے تو تعویذ گنڈوں کا سہارا لیتے ہیں۔ کبھی ایک حجر کے پاس جاتے ہیں کبھی دوسرے کے پاس اور کبھی قبروں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ کسی نے بتا دیا کہ ٹھٹھ میں گھاس بزرگ کی قبر ہے وہاں جائیں تو شاید یہ مصیبت ٹل جائے۔ بھاگے جا رہے ہیں قبر کی طرف۔ کبھی دوسرا کبھی دوسرا سرگرداں ہیں۔ کچھ کچھ میں نہیں آتا کہ حور کو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہمارا نیاں چھوڑ کر کبھی کبھی بندے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی جلالت کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

آج کا مسلمان:

ایک شخص ہٹا کٹا بازار میں بیٹھا کہہ رہا تھا یا اللہ! گھوڑا دے دے یا اللہ! گھوڑا دے دے دے یا اللہ! گھوڑا دے نہ جانے کتنی دیر سے بیٹھا لیکن رات لگا رہا تھا یا اللہ! گھوڑا دے دے دے۔ دوسرے کسی سپاہی کا گزر رہا تھا اس کی گھوڑی، بیانی اس نے بچہ دیا سپاہی کو پر بیٹائی لاحق ہوئی کہ اس بکھیرے کو اسٹیشن تک کون پہنچائے؟ وہ سپاہی دوسرا دوسرا دیکھنے لگا اس پر فخر پڑ گئی۔ یہ ہٹا کٹا جوان فارغ ہو کر گنا بیٹھا ہوا ہے اور بیٹھا دعا کر رہا ہے یا اللہ! گھوڑا دے دے یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ سپاہی نے آگے بڑھ کر ایک چابک رسید کیا اور کہا اٹھاؤ یہ بکھیرا اسے اسٹیشن میں پہنچاؤ۔ اس نے جلدی سے اٹھا لیا۔ بکھیرے کو سر پر اٹھائے لئے جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ کہتا جا رہا ہے یا اللہ! اتو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں۔ سن لیتا ہے مگر سمجھتا نہیں میں نے گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لئے تو نے اوپر چڑھا دیا۔ تیسرے لڑکی سستا لڑکی کے بعد یہ کافر ہوا یا نہیں؟ جس کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ خیال ہو کہ اللہ متا تو ہے سمجھتا نہیں ایسا شخص مسلمان کہاں رہا؟ آپ آج کے مسلمانوں کے حالات غور سے دیکھیں تو بالکل اس جیسے بلکہ اس سے بھی بدتر پاکیں گے۔ حالات کا ذرا اندازہ لگائیے۔ مرنے والوں دعا کی کرتے رہتے ہیں کہ آتے رہتے

ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑتے۔ اس ذات سے مانگ رہے ہیں ساتھ ساتھ اسے ناراض بھی کئے جا رہے ہیں اس کی نافرمانی سے باز نہیں آتے ایسے لوگوں کی دعا قبول ہوگی؟ اگر اللہ تعالیٰ نے گھوڑا دے بھی دیا تو وہ نیچے کے لئے نہیں دے گا بلکہ گھوڑا اوپر چڑھا دے گا اور چند ہی دنوں کے بعد پتا چل جائے گا کہ جس کو نعمت کچھ رہے تھے اور نعمت نعمت کی رٹ لگا رہے تھے وہ نعمت ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے اس نعمت کو عذاب بنا دیا ہے۔ زیادہ دیر نہیں لگتی بس چند دن گزرنے پر ہی پتا چل جاتا ہے۔ خطبہ میں پڑھ گئی تھیں آیات پر غور کریں تو ان میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ نکاح اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے یہاں بیوی کے حق میں اور دونوں خاندانوں کے حق میں بھی اس سے مسلمان کی دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی۔ اس سے دونوں خاندانوں میں محبت بڑھتی ہے میل جول پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے تعاون کا جذبہ ابھرتا ہے۔ لیکن کان کھول کر سن لیں کہ یہ نعمت جب ہی نعمت رہے گی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دیں اس کی بندوبست سے باز آجائیں۔ اگر نافرمانیاں نہیں چھوڑیں تو وہ گھوڑا نیچے کی بجائے اوپر چڑھا دے گا پھر دیکھئے کیا بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ حقیقت سمجھئے ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی اور عذاب، قہر اور عذاب اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی فرائض عطا فرمائیں۔ یہ بات تو مختصر ہی تھیں آیات سے حلق بنادی۔

احادیث کی تشریح:

آجوں کے بعد چار حدیثیں بھی پڑھی تھیں پہلی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ لوگ جب شادی کا ارادہ کرتے ہیں تو رشتے کا انتخاب کرتے وقت مختلف چیزیں مد نظر رکھتے ہیں۔ بعض مال کو، بعض سب و سب کو اور بعض حسن و جمال کو دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مال کا ذکر فرمایا کہ بہت سے لوگ بڑکی کے

انتخاب میں مال کو سامنے رکھتے ہیں کہ لڑکی کا خاندان مالدار ہونا چاہئے ان کے پاس مال ہو خود اور کچھ بھی نہ ہو۔ نہ صورت نہ برت، بس مال پر مرے چار ہے ہیں۔ رشتہ کرتے جنت اکثر لوگ مال کو دیکھتے ہیں اور بہت سے لوگ حسب کو دیکھتے ہیں کہ اونچا خاندان ہو کوئی بڑا منصب ہو اور کئی لوگ حسن و جمال کو دیکھتے ہیں کہ لڑکی کا رنگ روپ اور اس کی شکل و صورت اچھی ہو۔ سیرت خواہ جی سی بری ہو۔ کچھ لوگ دین کو دیکھتے ہیں کہ لڑکی دیندار ہو کئی چاہتے خود مال یا دوسری چیزیں ہوں یا نہ ہوں لیکن دین ہو۔ فرمایا کہ دیندار رشتے کا انتخاب کہ اس سے تمہاری شادیوں میں برکت ہوگی اور دنیا و آخرت میں امن و سکون نصیب ہوگا۔ سکون اللہ تعالیٰ نے صرف دین میں رکھا ہے باقی چیزوں میں کچھ نہیں۔ اس لئے تم لوگ جہاں کہیں رشتے کر دین کی بنیاد پر کرو۔ سچا ایک چیز کافی ہے باقی چیزیں چیزوں میں سے کوئی چیز ہو یا نہ ہو اسے مست دیکھو۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ یہ پوری کی پوری دنیا عارضی سامان ہے۔

”گذر مٹی گذر زمان کیا جمو نیازی کیا میدان۔“

یہ تو گزرنے والی چیز سے بعد خود گزر رہا اور مسافر خانہ ہے ایک عارضی اور وقتی چیز ہے لیکن ان عارضی نعمتوں میں بھی سب سے بڑی نعمت نیک چوہی ہے۔ اسی پر یہ بھی قیاس کر لیں کہ چوہی کے لئے دنیا میں سب سے بڑی نعمت نیک شوہر ہے۔ فرمایا دنیا ساری کی ساری عارضی ہے اس کی نعمتیں بھی سب عارضی جلدی ہونے والی ہیں لیکن ان فانی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت نیک چوہی (اور نیک شوہر) ہے یہ نیک نعمت دنیا کی سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے کہ اس سے دنیا و آخرت دونوں کا سکون اور چین حاصل ہوتا ہے۔

تیسری حدیث کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں جتنے نکاح ہوتے ہیں تمام نکاحوں میں سب سے بابرکت نکاح وہ ہوتا ہے جس میں تکلفات کم سے کم ہوں۔ یہاں ایک

بات سوچیں کہ کسی کام سے اچھے نتائج پیدا کرنا بڑے نتائج پیدا کرنا کس کے قبضے میں ہے؟ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے؟ تو جس کے قبضے میں سب کچھ ہے وہ تیار ہے کہ ایسے ایسے کرو گے تو نتائج بہتر ہیں گے اور ایسے ایسے کرو گے تو نتائج بد سے بدتر اور خراب سے خراب تر ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ فیصلہ تو اسی کا مستقر ہے جس کے قبضے میں سب کچھ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑھ کر برکت نکاح وہ ہے جس میں تلفات کم ہوں۔

چوتھی حدیث میں فرمایا کہ عورتوں میں سب سے زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جس کا مہر کم ہو۔ جتنا مہر کم ہوگا اتنی ہی وہ عورت برکت والی ہوگی۔ برکت کا مطلب پہلے ”شادی مبارک“ کی تشریح میں بتا چکا ہوں۔

کچھ اپنے واقعات:

اس بارے میں کچھ اپنے خصوصی حالات بتاتا چاہتا ہوں۔ تمہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ ہمیں تو بہت کچھ بتاتا ہے مگر خود مل نہیں کرتا۔ مولویوں سے متعلق اس قسم کی باتیں آج کل لوگوں کی زبان پر عام ہیں کہ ان کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ اس لفظ فہمی کو دور کرنے کے لئے کچھ اپنے واقعات بتا رہا ہوں۔ میرے حالات میں اتفاق تو کئی لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ میری شادی میں بارہائی کل ڈھائی آدمی تھے جو نئی لٹل لینے کے لئے اس واقعہ کو بارات کا نام دے رہے تھے اور نہ ڈھائی آدمیوں کی کیا بارات ہوتی ہے۔ بارات تو آج کل اس کو کہتے ہیں جس میں لوگوں کا پورا لالہ و لٹل ہو۔ ہم ڈھائی آدمی بھی کون تھے؟ ایک میں۔ دہلیا کو تو بارات میں شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ بارات تو دوسرے لوگوں کی ہوتی ہے۔ ڈھائی باراتیوں میں ایک میں دوسرے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور تیسرے چھوٹے بھائی جن کی عمر تقریباً دس گیارہ سال تھی ابھی نابالغ تھے ان کو شامل کر کے ڈھائی آدمی بنے۔ یہ کیفیت بھی میری شادی کی۔

بچوں کی شایاں کہیں کہیں؟ ان کے قصے تو میری شادی سے بھی عجیب ہیں۔ بیان نہیں کرتا بات کسی ہو جائے گی۔ یہ قصے تو بہت سے لوگوں نے "انوار الرشید" میں پڑھ ہی لئے ہوں گے ان کو دہرانے کی بجائے ایک دوسری بات بتاتا ہوں جو نہ کسی نے سنی ہوگی اور نہ پڑھی ہوگی وہ یہ کہ اپنی شادی کے قصہ میں جو وحالتی آدمیوں کی بات بتا رہا ہوں تو یہ سن کر شاید کسی کے ذہن میں یہ آئے کہ ممکن ہے ان کے گھر میں اس وقت ہوں ہی کل وحالتی افراد اور کوئی شخص ہوتا نہ اس صورت میں انہی وحالتی آدمیوں کو آتا تھا اور لوگ کہاں سے لاتے؟ سو سنئے اس وقت مجھ سے تین بڑے بھائی بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں ان کے درجہ جات بلند فرمائیں۔ بچیاں بہت بڑے عالم تھے۔ ان میں سے ایک تو میرے استاد بھی تھے۔ یہ تینوں حضرات مختلف دینی مدارس میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ علوم دینی کی تدریس میں بہترن مشغول تھے اور جن جن مدارس میں یہ حضرات پڑھا رہے تھے وہ ہزارے گھر سے کچھ زیادہ دور نہیں تھے قریب قریب ہی تھے۔ ان حضرات کا آنا کچھ مشکل نہ تھا۔ لیکن والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر سوچ کر یہ فیصلہ فرمایا کہ یہ حضرات چھوٹے بھائی کی شادی میں شریک ہوں اس سے بہتر ہے کہ دین کی خدمت میں مشغول رہیں اور اپنے اپنے مدارس میں بیٹھ کر علم دین پڑھائیں۔ انہیں مدارس سے نکال کر اور دین کا نقصان کر کے جس تقریب میں بلائیں گے اس میں کیا برکت ہوگی؟ دین کا بھی نقصان، دنیا کا بھی نقصان۔ اس لئے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے متعلق یہی فیصلہ فرمایا کہ علم دین پڑھانے میں مشغول رہیں مگر ان کے سوا بھی ہو جائے گا۔ ان بھائیوں کے علاوہ مجھ سے دو بڑی کنیتیں تھیں جو شادی شدہ تھیں مگر زیادہ دور نہ رہتی تھیں قریبی شہروں میں تھیں شادی میں شرکت کے لئے آسانی آ سکتی تھیں مگر ان کو بھی نہیں بلایا گیا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی ارشاد تھا کہ سب سے بابرکت اتفاق وہی ہے

جس میں تنگنات کم سے کم ہوں۔ ذہنی آدمیوں کی بات لے کر گئے بنے بیٹوں تک نہ بلایا۔ شاید بہت سے لوگ میرے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی آسمان سے گرا دیا یا پامیں اس کا کوئی ہے ہی نہیں اس پر غمی اٹھا کہیں سے ٹپک پڑا تو غریب کچھ مل سکی بات نہیں ہے میں بھی آپ جیسے انسان ہوں۔ بھئی نہیں تو بتا چکا ہوں ان کے علاوہ بھی ہر قسم کے رشتے دار موجود تھے۔ چچا تھے، پھوپھی تھیں، ماسوں تھے، خالائیں تھیں۔ بھئی بہنوں کے بعد قریب رشتہ دار بھی ہوتے ہیں۔ دنیا میں سب سے پہلے رشتے دار تو والدین اور والدہ ناتا وغیرہ ہوتے ہیں ان کے بعد بھئی بہنوں کا نمبر آتا ہے پھر چچا اور پھوپھی۔ ان کے بعد ماسوں، خالائیں۔ میری شادی کے وقت یہ چاروں قسم کے رشتے دار تھے اللہ تعالیٰ بڑی قدر میں موجود تھے۔ میں بھی دنیا میں آپ کی طرح انسانوں میں پیدا ہوا ہوں میرا بھی خاندان ہے بہت بڑے خاندان میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے پھر خاندان بھی کوئی بھوکا نکلا نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت بڑا زمیندار خاندان ہے۔ چل کر دیکھنا چاہیں تو اپنی زمینیں دکھا سکتے ہوں۔ میرا خاندان ہر لحاظ سے مشہور اور معزز ہے۔ ملکی شہرت تو ہر طرف مسلم قسم کی دینی ازماء میں بھی بہت اچھا مقام تھا۔ وقت کے بڑے بڑے وزرا، جن میں کچھ صلاحیت تھی، ہمارے گھر، حاضری دیتے رہے ہیں۔ خواجہ ناظم الدین اور سردار مہداریب اختر وغیرہ خود ہمارے ہاں حاضری دیتے تھے لیکن ان سب باتوں کے باوجود دیکھئے کیسی سادگی اور خاموشی سے شادی کر دی۔ نہ چچا، نہ پھوپھی، نہ ماسوں، نہ خالائیں۔ جب بھئی بہنوں کو ہی نہیں بلایا تو دوسروں کو کیا جاتے؟ گویا سب کو بتا دیا اور ان کے سامنے مثیل رکھ دی کہ رشتے داروں کو اور خاندان برادری کو انھیں کئے بغیر بھی شادی ہو سکتی ہے اور کر کے دکھا دی۔ ایسا تو نہیں کہ بڑی بات اور بڑے تنگنات کے بغیر شادی ہی نہ ہو۔

سبق آموز واقعہ:

میری شادی کا قصہ آپ حضرات نے سن لیا ہے اس سے سبق لیجئے۔ اپنا قصہ تو سنا دیا اپنی بیٹی کا قصہ بھی سنا دوں۔ جب بیٹی کا نکاح ہوا میں اس وقت جامعہ دارالعلوم کوئٹہ میں شیخ الحدیث تھا۔ اسنے بڑے ادارے میں سب سے بڑا استاذ جامعہ کے محترم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھے وہ میرے استاد تھے اور اپنے وقت کے سب سے مفتی، مفتی اعظم پاکستان۔ ان کا مقام و مرتبہ پوری دنیا میں مسطر تھا اور میرے توفیق استاذ تھے۔ اب سنئے دارالعلوم میں نماز عصر کے بعد بیٹی کا نکاح ہونے والا تھا۔ نماز سے کچھ پہلے میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب دارالعلوم سے باہر کہیں شہر کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں نے ان کو بھی نہیں بتایا کہ نماز کے بعد نکاح ہے ذرا ٹھہر جائیے اور نکاح پڑھا کر جائیے رکعت ہو جائے گی۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مجھے بزرگ شخصیت، پھر ان سے اتنا گہرا تعلق، ان کو دو چار دن پہلے اطلاع دیتا یہ بات تو دی الگ، مہین وقت سے تھوڑی دیر پہلے بھی نہیں بتایا۔ بس نہ سوچی سے نماز ادا کی اور نماز کے بعد اعلان کر دیا کہ سنت کے مطابق نکاح ہوگا جو حضرات بیٹھنا چاہیں بیٹھ جائیں۔ بیٹھنے کی بھی باقاعدہ دعوت نہیں دی بلکہ اعلان کر کے صرف اطلاع دی کہ سنت کے مطابق نکاح ہوگا جو حضرات بیٹھنا چاہیں بیٹھ جائیں۔ دوسرے دن حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ملے۔ فرمایا اگلے کہ کچھ لوگوں نے آپ کی شکایت کی کہ آپ نے مجھے بھی اطلاع نہ دی حالانکہ میں آپ کے سامنے اسی وقت شہر جا رہا تھا نہ مجھے اطلاع دی نہ اتنا گہرا گیا بلکہ خود ہی نکاح پڑھا دیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کچھ لوگوں نے شکایت کی ہے شکایت کرنے والوں کو میں نے یہ جواب دیا کہ ٹھیک ایک دائرے کے اندر اگر پابندی رہے تو بہت اچھا ہے، لیکن دائرے سے کھٹک کر انسان ذرا سا ابھر اوجھر ہو جائے تو ایسی بات

ایسا دروازہ کھل جاتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ بس کھلا ہی چلا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہت خوب کیا اگر آپ صرف میری رعایت کر لیتے تو بھی اعتراض ہوتا آخر دارالعلوم میں دو۔ یعنی تو بڑے بڑے اساتذہ ہیں ان کو دکھ ہوتا اور کہتے کہ اسنے عرصہ سے ہم ساتھ پڑھاتے آرہے ہیں اتنا قرعہ لعلی ہے لیکن ہمیں بتایا تک نہیں۔ اب کسی کو کہنے کا منہ نہیں رہا کہ ہمیں کیوں نہ بتایا؟ بجائے اس کے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو شکایت ہوئی آپ بہت خوش ہوئے۔

اصول کی پابندی:

حرید سنئے ہمارے ہاں اصول کی پابندی کس حد تک ہوتی ہے۔ میرے ایک قریبی کے شادی ہوئی تو سوچا کہ دعوت دہلوس میں کن کن لوگوں کو بلایا جائے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ پہلے درجے میں تو بڑے بڑے علماء اور بزرگ رکھے جائیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، حضرت ذاکر عبادا لکی صاحب، رحمہم اللہ تعالیٰ ان اکابر کو تو پہلے درجے میں رکھا۔ دوسرے درجے میں دارالعلوم کے درجہ علیا کے ساتھ وہ طلبہ کو رکھا تیسرے درجے میں اپنی مسجد کے بالغ نمازی رکھے۔ یہاں ہماری اصطلاح میں بالغ وہ کہلاتا ہے جو ازہمی منڈانے اور کٹانے کے گیارہ سے محفوظ ہو، جو فحش و ازہمی منڈانا پکڑتا ہے اس کا جسم اگرچہ بالغ ہو گیا لیکن عقل بالغ نہیں ہوئی اس لئے ہم اسے نابالغ کہتے ہیں۔ قریب کے دے ویسے میں مسجد کے بالغ نمازیوں کی دعوت کی۔ اس موقع پر گھر والے کہنے لگے کہ جو خواتین بیان سننے آتی ہیں ان میں سے دو سے مجھے مناسبت ہے۔ میں تو بیان سننے سے تنگدو خواتین آتی ہیں لیکن ان میں سے صرف دو سے مناسبت ہے انہیں بلایا جائے تو اچھا ہے میں نے کہا کہ اگر میں نے بلایا تو یہ میرے اصول کے خلاف ہو جائے گا لہذا اپنا اصول توڑنے کی بجائے آپ کی طرف سے ان دونوں خواتین کو

دعوت دیتا ہوں لیکن ان کے شوہر دارے دائرے میں نہیں آتے اس لئے وہ دائرے سے باہر ہی رہیں گے۔ میں نے دہلوں کے شوہروں کو ایک ایک کر کے فون کیا کہ مگر والوں نے آپ کی حکیم صاحبہ کی دعوت کی ہے میں نے نہیں کی اس لئے کہ وہ میرے دائرے سے باہر ہیں۔ مگر والوں نے ان کی دعوت کی ہے آپ کی دعوت نہیں۔ صاف صاف کہہ دیا انہوں نے کہا ہم اپنے مگر والوں کو پہنچا دیں گے مگر وہ واپس کیسے آئیں گے؟ میں نے کہا وہ تدبیریں ہیں ایک یہ کہ مگر والوں کو پہنچا کر چلے جائیں پھر اعزاز سے اسے وقت کے بعد جس میں وہ کھانے سے فارغ ہوں واپس آکر لے جائیں۔ مگر والوں کی خاطر یہ تکلیف گوارا کر لیں۔ دوسری آسان تدبیر یہ ہے کہ مگر والوں کو اندر بھیج دیں اور آپ خود مسجد میں احکامات دینے جائیں جب تک وہ کھانا کھائیں آپ عبادت میں مشغول رہیں۔ یہ تہی عمدہ تدبیر ہے۔ میں نے اپنا اصول نہیں توڑا صرف وہ شخص دائرہ سے باہر تھے انہیں باہر ہی رکھا اگر دائرہ میں ذرا سی دعوت پیدا کر کے صرف ایک شخص کی بھی رعایت کرو تا تو کہتے لوگوں کی زبانیں کھل جائیں کہ دیکھئے ملاں کو تو بلا لیا مگر ہمیں نظر انداز کر دیا۔ ملاں کی ہے چار رعایت کی اور ہمیں پوچھا تک نہیں۔ پھر ایک ایک شخص کو کون چپ کرائے۔ لوگوں کی زبانوں سے پچتا بہت۔ مشکل ہے اس لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے قوانین کی پابندی کرے اور لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرے۔ کوئی ماضی رہے یا ماضی ہم نے تو دائرہ سمجھ کر کام آسان کر دیا جو اس کے اندر آ جائے بلا لیں گے باہر رہے تو ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ لوگ خود کچھ بھی کہتے رہیں۔ دائرہ سمجھ کر اس تک محدود رہنے میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں مگر اسے بڑھانے میں مصیبت اور درد مری ہے۔

اب یہی قصہ لے لیجئے میں نے کہلوادیا تھا کہ صرف والدہ، ان کے والد اور بھائی انہیں کسی اور رشتہ دار کو مت لائیں مگر لے آئے۔ میرے بھی بہت قریبی رشتے دار یہیں کراہتی ہیں موجود ہیں۔ جن میں سے ایک بہت بڑا گھرانہ ہیں بہت قریب

گلشن اقبال میں ہے۔ انا سے ایک چھوڑ چار رشتے ہیں۔ گھر والوں کے بھانجے ہیں اور ان کی اہلیہ گھر والوں کی بھانجی بھرن کی بیٹی ہمارے گھر میں ہماری بیٹی، ان کے گھر میں اسے قرعہ رشتہ دار ہیں مگر ان کو ہم تک نہیں۔ اگر وہ شکایت کریں تو میں ان کو سوائے اس کے کیا جواب دوں گا کہ دوسروں کو بھی میں نے روکا تھا لیکن وہ بلا خودی چلے آئے۔ بس رشتے داروں کی خاطر یہ باتیں کر رہا ہوں کہ ان کی دل آزاری نہ ہو میری طرف سے ان کو کسی شکایت کا موقع نہ ملے ورنہ اصل جواب جس کے لئے ہر مسلمان کو فکر مند رہنا چاہئے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے دینا ہے۔ رشتہ داروں کے سامنے جواب دہی تو صرف اور صرف ان کی دل جوئی کے لئے ہے۔

(دولہا کو مخاطب ہو کر) آپ اور آپ کے والد صاحب اور بھائی میرے کمرے میں آ جائیں آپ کو چند منٹ اپنے کمرے میں بٹھاؤں گا دوسرے حضرات : ہیں تو مسجد میں احتکاف بیٹھ جائیں اور چاہیں تو دفتر میں جا کر بیٹھ جائیں۔ جن حضرات کو بلوایا تھا ان کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے خصوصی کمرے میں لے جا رہا ہوں اور جو حضرات خود بخود حریف لائے ہیں وہ باہر رہیں گے تاکہ کچھ امتیاز ہو جائے کہ کون اجازت سے آئے اور کون بلا اجازت۔ (دولہا بولے) حضرت! اللہ کا پیغام مجھ تک نہیں پہنچایا گیا ورنہ میں ایسی غلطی برگز نہ کرتا دولہا کے والد بولے حضرت ہم معافی چاہتے ہیں (حضرت! اللہ نے فرمایا) معافی مانگنے کی تو ضرورت ہی نہیں بس میں نے اپنا اصول بتا دیا کہ ہمارے یہاں یہ اصول ہے اور یہ کہ ہم اپنا اصول کسی قیمت پر توڑنا گوارا نہیں کرتے۔ اصول کی پابندی اگر یہاں بھی نہ ہو تو دنیا میں کہاں ہوگی؟ (انہوں نے دوبارہ کہا) حضرت! یہ غلطی آپ معاف فرما دیں (فرمایا) نہیں ایسی کوئی بات نہیں معافی مانگنے کی ضرورت ہی نہیں۔ چلئے آپ کی تسکین کے لئے کہہ دیتا ہوں میری طرف سے سب کچھ معاف ہے۔

یا اٹھا! ہمارے تمام معاملات اپنی مرضی کے مطابق بنادے۔ ہماری زندگی،

موت، شادی اور فتنی کو یا اللہ! ہمارے تمام افعال، اقوال اور تمام تر حالات کو اپنی مرضی کے مطابق بنا۔ اپنی رضا عطا فرما۔ ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی ہو جائے۔ ایسی برائیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما جن سے تو ناراض ہو۔ یا اللہ! ہر قسم کی نافرمانیوں سے برائیوں سے بچا کر دنیا و آخرت کی دولت سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ! اس عقد کو جائزین کے لئے مبارک فرما۔ یا اللہ! انہیں دین و دنیا کے ہر کام میں ایک دوسرے کا معاون بنا۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت و الفت پیدا فرما اور انہیں ایک دوسرے کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں راحت و سکون کا ذریعہ بنا۔
وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین



کتاب فی السیرۃ النبویہ

شرعی پردہ

— وَفَظ —

مکتبہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

— فائیز —

کتاب گہرا

ناظم آباد لاہور

پیشکش کنندہ: مولانا محمد رفیع الدین صاحب

دعوت الہیہ

شرقی پردہ

۱۰۰

پتہ: مسجد دارالافتاء دار الشریعہ، جامعہ اسلامیہ

بھٹوانہ

پتہ: گنج

ہونا، مصر

پتہ: ۱۰۰

۱۴۲۳ھ

تاریخ طبع: ۱۴۲۳ھ

مکان پبلشنگ: فون: ۰۲۱-۲۶۶۱۱۱۱۱

طبع: ۱۰۰

پتہ: ۰۲۱-۲۶۶۱۱۱۱۱

۱۰۰

فون: ۰۲۱-۲۶۶۱۱۱۱۱



وعظ

شرعی پردہ

(رابع الثانی سہ ماہیہ)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءَكُمُ الْفُتُونَةُ بِمَا عَصَيْتُمْ عَلَيَّ لَئَلَّاءُ يُشْرِكُونَ
بِاللَّهِ شَيْكًا وَلَا يُسْرِفُونَ وَلَا يُزَيِّنُونَ وَلَا يَقْتُلُونَ أَوْلَادَهُمْ وَلَا يَأْتِينَ
بِزِينَةٍ يُغَيِّرُهَا بَيْنَ الْيَدِ وَالْخِيَارِ وَلَا يُقَصِّدُونَ وَلَا يَتَّقُونَ وَلَا يَتَّقُونَ
مَعْرِفَةَ قَاتِلِهِمْ وَأَسْتَفِيرُ لَكُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾
(آیت ۱۲۸ - ۱۳۱)

”اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ انہیں ان باتوں پر نصیحت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں کی اور نہ چوری کریں کی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل نہ کریں کی اور نہ کوئی بیعتیں کی اور نہ درمیں کی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنائیں اور مشروٹ باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں کی تو آپ ان کو نصیحت کر لیا کیجیے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیجئے یہ جب اللہ غفور رحیم ہے۔“

اس آیت میں ایمان پر نصیحت ہوا کرتی تھی کہ ہم ایمان لائے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان

لانا چاہتا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کرتا تھا کہ ایمان پر بیعت کر لیجئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”جب یہ ایمان کا دعویٰ کرنے والی عورتیں آئیں اور آپ سے بیعت کی درخواست کریں تو آپ ان سے چند چیزوں کا وعدہ لیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ:

یہ یاد رکھیں کہ عورتیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوتی تھیں تو پردہ میں ہوتی تھیں، پردہ ہی کا بیان چل رہا تھا اس لئے یہ بتا رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ایمان ہے، وہ عورتیں جو ایمان لانے کے لئے بیعت ہونا چاہتی ہیں تو وہ بھی پردہ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پردہ ہو رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ کر رہے ہیں، اب آپ سوچیں کہ وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو بڑے پاک دامن ہیں ہمارے یہاں پردہ کی ضرورت نہیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ لوگ زیادہ پاک دامن ہیں؟ اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن یعنی صحابی عورتوں سے ان کی خواتین زیادہ پاک دامن ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جو امت کی مائیں ہیں ان کو بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پردہ تھا، تو کیا آج کل کی عورتیں جو نماز بھی صحیح نہیں پڑھ سکتیں، بلکہ پاکی اور پلیدی تک کی تفسیر نہیں دے سکتیں ان سے زیادہ پاک دامن ہیں؟ کچھ سوچنا تو چاہئے کچھ غور کرنا چاہئے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ بیعت کے وقت کوئی عورت اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نہیں دیتی تھی، خواتین سے بیعت کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ہاتھ پکڑیں، ہاتھ کے اشارہ سے بیعت ہوتی تھی، ہاتھ میں ہاتھ نہیں لیا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہری امت کے رسول ہیں،

اور والدہ کے قائم مقام ہیں۔ یہ تعلق اور یہ رابطہ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات القدس، اس پر پردہ کا اتنا اہتمام۔

شرک سے بڑا گناہ:

فرمایا کہ جب یہ عورتیں انہیں دیکھیں تو بیعت کرنے کی درخواست کریں تو آپ بیعت کے وقت ان سے وعدہ لیں کہ ”اِنَّ لَا يَنْشُرُ كُنَّ بِاَللّٰهِ شَيْئًا“ سب سے پہلی بات یہ کہ ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا“ گدڑ شہ بیان میں اس پر بات چلی رہی تھی یہ آیت عورتوں کے بارے میں ہے مگر اس میں مرد بھی شامل ہیں عورتوں سے اس بات پر بیعت لینے کا ذکر ہے، مگر ظاہر ہے کہ مردوں کے لئے بھی یہی احکام ہیں، ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے“ سوچیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک تو نہیں کرتے؟ میرے ”مسلما“ ایمان کی کسوٹی“ میں تفصیل سے یہی بیان ہے، ہر شخص یہ سوچے کہ وہ شرک سے چھتا ہے یا نہیں؟ شرک کا کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں غیر کو ترویج دینا یہی شرک ہے، اللہ تعالیٰ کے برابر کرنا، شرک ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھا دیا پھر تو وہ شرک سے بھی اونچی بات ہوگئی، اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسری طرف آپ کے ماحول کا، معاشرہ کا، والدین کا، بھائیوں اور بہنوں کا، اصحاب و اقا رب کا، بیوی کا یا بیوی کے لئے میاں کا، تو دونوں کے درمیان مقابلہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ تمہیں یہ کام کرنے کی اجازت نہیں، اگر کرو گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا، دوسرے اور جیلھ کے سامنے، چچا زاد، بھو بھی زاد کے سامنے، ماموں داد، خالہ زاد کے سامنے، بہنوئی، خندوئی کے سامنے، پھوپھ، خالو کے سامنے، اگر چہرہ نکھو تو میں ناراض ہو جاؤں گا، میں نے اسے حرام کر دیا ہے یا ہرگز مت کرنا، اور یہی طریقہ یہ سارے ”زاد“ یہ کہتے ہیں کہ ہم سے پردہ کیا تو ہم ناراض ہو جائیں گے دوسرے کہتے ہیں کہ اگر پردہ کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا،

بیٹنی کوکتا ہے پردہ کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا، لہٰذا تمہیں سننے میں آتی رہتی ہیں یہ افہامات میرے علم میں ہیں، ایک خاتون نے بہنوئی اور تنہائی سے پردہ کر لیا تو وہ لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے یہ کہہ کر کہ ہم بھی اس گھر میں نہیں آئیں گے، یہ بات کچھ میں آوری ہے؟ شرک سے بڑھ کر گنہہ کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟ ایک اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کے مقابلہ میں اعزوہ و اقارب کے حکم پر عمل ہو رہا ہے مان کے حکم پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھا کر عمل کر رہے ہیں، ان کا حکم مان رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مان رہے، شرک اسے کہتے ہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا جائے، مگر آج کا مسلمان برابر تو ایسا اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیتا ہے، اپنے اعزاء و اقارب سے اتنا ڈرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں ڈرتا، اعزاء و اقارب کے ساتھ واقعی محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اتنی محبت نہیں، فیحکم کو اسکا ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اتنا نہیں مانا۔

اس کے بعد اپنے نفس کی طرف آئے، اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ گناہ کا کام مت کرو، اگر کرو گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا، جبر دلی کہتا ہے کہ یہ کہہ بھی کرنا، یہ گناہ بھی کرنا، نفس کے گناہ سے ہیں کہ گناہ کرو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مت کرو، نفس کہتا ہے کہ نہ کرو، ایسے وقت میں آپ کیا کرتے ہیں "اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو مستحکم رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا قول زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت زیادہ ہے، ان کی محبت ہی وجہ سے اور خوف ہی وجہ سے نفس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، اپنے نفس کی اطاعت نہیں کرتے تو معاملہ ٹھیک ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکم پر چھوڑ دیا، اس کی اطاعت کی، گناہ نے گناہوں کو پرانا کر دیا، اللہ تعالیٰ سے نہیں، اسے آپ نفس، اللہ تعالیٰ سے نہ اللہ ماننے ہیں۔

فرمایا کہ بہت سے لوگ دنیا میں ایسے ہیں کہ اپنی خواہش نفس کو اللہ بنائے ہوئے ہیں، اسی کی اطاعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے۔

ایک بزدل کا قصہ اکثر بتا دیتا ہوں، اسے سوچتے رہتا چاہئے، وہ اکیلے بیٹھے بول رہے تھے:

”نہ میں تیرا بندہ نہ تو میرا اللہ، تیرن بات کیوں مانوں؟“

کسی نے سن لیا حاکم سے شکایت کر دی کہ یہ کفر بک رہا ہے، حاکم نے بلا کر پوچھا آپ کے خلاف یہ شکایت ہے کہ آپ یہ کہہ رہے تھے، ”نہ میں تیرا بندہ نہ تو میرا اللہ، تیری بات کیوں مانوں؟“ انہوں نے کہا:

”ہاں ٹھیک ہے، میں یہ کہہ رہا تھا، مگر میرا مطلب ان لوگوں نے نہیں سمجھا، میرا نفس کسی گناہ کا قحط خا کر رہا تھا، اور یہ کہہ رہا تھا کہ فلاں گناہ کرو، میں نہیں کر رہا تھا، وہ مجبور کر رہا تھا، بہت اصرار کر رہا تھا کہ یہ گناہ کر لو تو میں نے نفس کو خطاب کر کے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسے مردود نفس! نہ میں تیرا بندہ، نہ تو میرا اللہ، تیری بات کیوں مانوں؟ یہ تو میں اپنے نفس سے کہہ رہا تھا۔“

نفس سے کبھی کبھی ایسی باتیں کیا کریں، جہاں گناہ کے نقائص پیدا ہوں فوراً سوچئے کہ میرا اللہ کون ہے؟ میں کس کا بندہ ہوں؟ بندہ ایک کا اور غلامی کرے کسی دوسرے کی؟ جو ایسا کرتا ہے اس نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے جدا سمجھا، نفس کی عظمت زیادہ کی۔

رزق کا مالک کون؟

فرمایا کہ بیت یوں لکھئے:

﴿عَلَىٰ أَنْ لَا يَشْرَكَكَ يَالَهُ شَيْئًا وَلَا يَشْرُقَ وَلَا يَمُوتَ وَلَا يَنْتَحِي وَلَا

يَقْتُلَنَّ أَوْ لَدَهُنَّ﴾ (پہ، ۶۸، ۶۹)

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی۔“

نہیں کو نہ باپ کو نہ بھائی کو نہ بہن کو نہ شوہر کو نہ بیوی کو نہ دوست کو اور نہ اپنے
فص کو، اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں کسی کا حکم نہیں مانیں گی۔

”چھری نہیں کریں گی، بدکاری نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں
گی۔“

اس زمانہ میں اولاد کو قتل کرنے کا دستور تھا، بعض لوگ تو صرف لڑکیوں کو قتل
کرتے تھے اس جہالت سے کہ کوئی داماد نہ بن جائے، اور بعض لوگ لڑکوں اور لڑکیوں
دونوں ہی کو قتل کرتے تھے کہ رزق کہاں سے آئے گا؟ جیسے آج کل کی بالائی حکومتوں
کا خیال ہے، جب لوگ کوئی دھرت کرتے ہیں تو یہاں کو بلانا ہوتا احتیاطاً ساٹھ (۶۰)
کا کھانا تیار کر داتے ہیں تاکہ وقت پر کم نہ چ جائے، ضبط تولید کے مشورے دینے
والوں کو اتنی عقل بھی نہیں کہ ہم تو سو (۱۰۰) کی دھرت کریں تو ایک سو پچیس (۱۳۵) کا
کھانا پکا لیں، اور اللہ تعالیٰ نے جتنے نفوس پیدا فرما دیے کیا ان کو اس کا علم ہی نہیں کہ
ہمیں کتنے نفوس کو کھانا کھانا ہے، اپنی عقل کو اللہ تعالیٰ کے علم و مصلحت سے بڑی سمجھتے
ہیں، معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کو بے وقوف سمجھتے ہیں گو یا اللہ تعالیٰ کو یہ پتا ہی نہیں
کہ ہم جتنی روغن پیدا کر رہے ہیں ان سب کا انتظام کرنا ہے، یا یہ کہ معاذ اللہ! اللہ
تعالیٰ کہیں کسی کو نے میں سونے پڑے ہیں اور ہمیں خود بخود دھلی چلی جا رہی ہیں مان کو
پتا ہی نہیں کہ کتنی پیدا ہو گئیں؟ ہائے! آج کے مسلمان کو کیا ہو گیا؟ کھلائیں مسلمان اور
ایسے نظریات؟ یا اللہ! یا تو یہ لوگ اسلام کا دھڑی پھونڈ دیں یا ان کو صحیح مسلمان بنادے۔

اولاد کے قتل سے بڑا جرم:

وہ لوگ اولاد کو اس لئے قتل کرتے تھے کہ رزق کہاں سے آئے گا؟ قتل کر کے ان
کی دنیوی زندگی ختم کر دیتے تھے، مگر اس سے بچوں کا فائدہ ہو جاتا تھا، وہ بچوں کو وہ

بالغ ہو کر حالت کفر میں مر جائے تو جہنم میں جاتے، مگر بچپن میں مر جانے کی وجہ سے جنت میں جائیں گے اگر جنت میں نہ بھی گئے تو جہنم میں نہیں جائیں گے کفار کی بنا بالغ اولاد مر جائے تو اس میں کچھ اختلاف ہے لیکن بہر حال جہنم میں نہیں جائیں گے، عذاب سے بچا گئے، دنیا کی زندگی باقی نہیں رہی، بہر حال مرنا تو قطعی ذرا پہلے مر گئے، مگر آج کا مسلمان اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو جہنم میں دھکیل رہا ہے، کاغزل کر کے اولاد کو جہنم سے بچا لیتے تھے اور آج کا مسلمان اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو جہنم میں دھکیل رہا ہے، برے ماحول میں بھیجتا، برے معاشرے میں تربیت دلاتا، اپنے ہاتھوں سے جہنم میں بھیجتا ہے۔

فرمایا کہ اس بات پر بیعت کریں کہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اللہ اذرا سوچئے کہ آج کل آپ لوگ اپنی اولاد کو قتل کرنے سے کتنی زیادہ سخت سزا دے رہے ہیں؟ نہیں دے رہے؟ جہنم میں بھیج رہے ہیں یا نہیں؟

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگانا:

﴿وَلَا يَأْتِيَنَّ بِمُفْتَضِلٍ﴾ (پ: ۶۸ - ۷۲)

مُفْتَضِلٌ ”کسی پر بہتان نہیں لگائیں گی۔“

سوچئے کہ آپ خدا زاد و رسوم اور خود ساختہ بدعات کو دین اسلام میں داخل کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان نہیں لگا رہے؟ اس کی تفصیل میرے ”بدعات مرہونہ“ میں دیکھیں، جب کسی انسان پر بہتان لگانا جائز نہیں، اور ایسا سخت جرم ہے کہ اس سے بچنے پر بیعت لی جا رہی ہے تو غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگانا کتنا بڑا جرم ہوگا؟

شرک کے بعد چار باتیں گواہ کر آگے ایک قاعدہ بیان فرمادیا:

﴿وَلَا تَقْعِيبَنَّكَ فِي مَقْرُوفٍ﴾ (پ: ۶۸ - ۷۲)

تقریباً ”کسی ٹیک کام میں آپ کے خلاف نہیں کریں گی۔“
آپ کا جو حکم بھی ہوگا اس کو تسلیم کریں گی۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا:

میں بیعت ہونے والے کو پہلے کلمہ، شرک، بدعت، جور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے توبہ کرانا ہوں، پھر نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج ادا کرنے کا وعدہ لیتا ہوں، اس کے بعد یہ وعدہ لیتا ہوں کہ ”میں پوری زندگی شریعت کے مطابق گزروں گا“ اس زمانے کا مسلمان جہاد سے بہت ڈرتا ہے، بے لیے وظیفہ تو پڑے گا مگر جہاد کے تصور سے بھی جان نکلتی ہے، اس نئے میں بوقت بیعت یہ وعدہ بھی لیتا ہوں
”اگر اللہ کی راہ میں جان یا مال دینے کا موقع پیش آیا تو بخوشی دوں گا۔“

اگر کوئی صدق دل سے یہ وعدہ کرتا ہے اور اس پر قائم رہتا ہے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے، انسان کو کشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھیری ہوتی ہے، وعدہ ہوتی ہے، وہ آخرت کے لئے کشش کرنے والے کو بھی محروم نہیں فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خواتین بیعت کی درخواست کرتی تھیں ان کے لئے آخری جملہ بیعت میں وعدہ لینے کا یہ ہوتا تھا کہ کسی بات میں بھی آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی، جو خواتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا اعلانیٰ کرتی ہیں وہ آپ کی بیعت میں شامل ہو جاتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہو گئیں، پھر بیعت ہونے کے بعد کہتی ہیں کہ جی! پردہ کرنا تو بڑا مشکل ہے، قلاں گناہ چھوڑنا تو بڑا مشکل ہے، مسلمان بننا تو بڑا مشکل ہے، اگر مسلمان بننا بڑا مشکل ہے تو اس مشکل کام کو چھوڑ دیجئے کون کہتا ہے کہ آپ مسلمان بنیں، اسلام کو چھوڑ دیجئے، اسلام کو تو نہیں بدلا جاسکتا، اسلام تو وہی رہے گا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، اس کا قانون نہیں بدل سکتا، اگر کسی کو یہ اسلام مشکل

لگتا ہے تو چھوڑ دے، اس کو مسلمان رہنے کی کیا بھید رہی ہے؟ جو دین بھی آسان لگتا ہے وہی دین اختیار کر لے۔

یا یٰمَن یا قَلیل یا اِنانِ دو تہی
یا بنا کن خانہ بر انداز قیل

تَرْجَمَہ: "یا تو ہاتھی والوں سے دو تہی مت رکھو، یا پھر مکان اتنا بڑا بناؤ کہ جس میں ہاتھی سا سکے۔"

ان کے ساتھ دو تہی ہے تو جانے کے طریقے سوچو۔

نبی پڑی بات سے کیا فائدہ؟ دو ٹوک بات کرو، دو کاموں میں سے ایک کام کر لو، دو غلامین بھیج نہیں ہے، یا تو اپنا جان دوست کی رضا میں فنا کر دو، دوست کا جو حکم ہو اس پر اپنے آپ کو مٹا دو "مردود دست زندہ" بن جاؤ۔ مردود کو زندہ لوگ نہیں ٹھہریں، جیسے مٹی چاہے کریں، دوست کی رضا پر اپنی خواہشات کو قربان کر دو، مکمل مسلمان بن جاؤ، کوئی اپنی خواہش ہاتی نہ رہے، اپنے آپ کو اس دوست کے سپرد کر دو، اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو محبت کا دعویٰ چھوڑ دو، محبت کا دعویٰ کر کے حکم کے خلاف کرنا خلاف ہے، بھین میں جب مجھے پوری طرح ہوش بھی نہیں آیا تھا ایک شعر کہیں سے سن کر یاد ہو گیا تھا اور وہ میں بہت

ۛ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سراسر موسم یا ہر سگ ہو جا

دو غلامین چھوڑ دیجئے یا تو موسم بن جائیے اور اگر موسم بنے کو چار نہیں تو پھر میں

چاہیے۔

﴿أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَبْعُوكَ أَنْ يَقُولُوا هٰمُكَ وَهُمْ لَا يُفْقَهُونَ

ۛ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا

وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَٰذِبِينَ﴾ (آب ۶-۷، ۸)

تَنْزِيحًا: ”کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر جھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزما دیا نہیں جائے گا؟“ اور ہم تو ان لوگوں کو آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں اور بھولوں کو بھی جان کر رہے گا۔“

(قَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ مَا شَأْنُ قُلِّ لَمْ تَقْرَبُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْتَمَعْنَا وَكَلَّمَا بِدَخَلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ) (اب ۱۱ - ۱۲)

تَنْزِيحًا: ”ایمان کا دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں مگر ایمان بہت سے لوگ کہتے ہیں: ”امنا“ وہ غلط کہتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، مومن کون ہوتے ہیں؟“

(وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِ وَلَا الْمُؤْمِنَةِ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ حَبْلًا مَّهِمًّا) (اب ۱۲ - ۱۳)

تَنْزِيحًا: ”کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لئے کوئی تمجائش نہیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آجائے پھر وہ اسے قبول نہ کرے۔“

یہاں صرف ”مومن“ پر اکتفا نہیں فرمایا، تاکہ مومن عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ یہ تو مردوں کو کہا گیا ہے ہم تو آزاد ہیں، انہارے لئے کچھ نہیں ہے، اس لئے خاص طور پر صراحت کے ساتھ فرمایا کہ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لئے تمجائش نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم دے دیا تو پھر بندہ کا اپنا اختیار بھی کچھ اس میں ہو، ان کو کوئی اختیار نہیں، جو حکم ہوگا اس پر عمل کرنا ہوگا اور جو نہیں کرنا وہ سخت گمراہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

(فَلَا وَرَيْكَ لَا يَزِيدُكَ حَقٌّ يُعَزِّزُكَ فِيكَ فَجَسَدٌ
يَتَّبِعُهُ ثُمَّ لَا يَجِدُ وَاقٍ أَنفُسِهِمْ حَرْبًا وَمَا فَضِّلَتْ
وَقُتِلُوا أَتْلِيكَ) ﴿۵﴾ (پ: ۵-۶)

کیسا ظالم انسان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی قسم کھلا رہا ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں نے جن بندوں کو پیدا کیا وہ ایسے نالائق ہوں گے، ایسے نالائق ہوں گے ان کو سمجھانے کی خاطر مجھے قسمیں بھی اٹھانا پڑیں گی۔ ”فَلَا وَرَيْكَ“ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا تیرے رب کی قسم! ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا، قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا؟ کبھی کوئی فرد ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا خواہ وہ کچھ بھی کہتا رہے، اسلام کے کیسے ہی دعوے کرتا رہے، مسلمان ہوں، مسلمان کا بیٹا ہوں، آج کا مسلمان ”عبدالرحمن“ سے ”رحمن“ بن گیا ہے، یہ اچھی ترکیب سوچنی ہے۔ ”عبدالرحمن“ کہلاتا ہے تو پھر کام کرنے پڑیں گے، اس لئے ”عبد“ اتار دو ”رحمن“ بن جاؤ اب یہ خود ”رحمن“ بن گیا ہے خود اللہ بن گیا ہے، اب اس کی حکومت ہے، معاذ اللہ! اللہ بھی اس کا بندہ بن گیا ہے۔

ایک شخص کا نام ”عبداللہ“ تھا وہ پہلی فون پر بتاتا تھا کہ ”اللہ بول رہا ہوں“ سب ایسے ہی ہیں، ”رؤف صاحب“ ”حق صاحب“ ”ظہور صاحب“ ”اللہ اگر کسی نے بہت ہی رعایت کی تو کیا ہوا؟“ ”اے رحمن“ ”بن گئے، یعنی ”عبد“ بننے میں ذلت محسوس کرتا ہے، ”عبد“ کے معنی ہیں ”بندہ“ ”لور“ ”بندہ“ کے معنی ہیں ”غلام“ لور کام کو تسلیم کرنے والا، اس کو بندہ بننے میں، احکام تسلیم کرنے میں، اللہ تعالیٰ کا غلام بننے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل ہونے میں عار آتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو ”رؤف“ ”خود ہی بن گیا، ”رحیم“ بھی خود ہی بن گیا ”رحمن“ بھی خود ہی بن گیا ”عظیم“ بھی خود ہی بن گیا، اور اگر کسی نے کہا کہ ارے! کیا کہہ رہو ہو تم اللہ نہیں ہو، تو کہتے ہیں میں تو ”اے رحمن“ ہوں ”عبدالرحمن“ کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ نہ بن جائے، اللہ تعالیٰ کا بندہ بن گیا تو مصیبت آجائے گی، ”عبدالرحمن“ کبھی نہیں کہے گا،

والدین نے تو بندہ بنانے کی کوشش کی مگر یہ بندہ بننا نہیں چاہتا، اللہ کے بندہ! آنکھوں میں ایسا نام ”عبد“ والا نام رکھنا چھوڑ دیجئے، نتیجہ سامنے ہے، نام ”عبدالرحمن“ رکھتے ہیں وہ ”رحمن“ بن جاتا ہے، ایسے نام رکھنے ہی نہیں چاہئیں جن کا نتیجہ برا ہو۔

معیاری ایمان:

ہاں تو بات چل رہی تھی کہ ہرگز ایمان کا دعویٰ قبول نہیں ہوگا جب تک کہ آپس کے معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تسلیم نہیں کر لیتے، صرف یہی نہیں کہ حکم تسلیم کر لیں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ آپ کے حکم میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہ ہو، اس پر عمل کرنے میں ذرہ برابر بھی تا کواری نہ ہو، تو مؤمن نہیں ہو سکتے، لوگ کہتے ہیں کہ یہ پردہ وردہ کے احکام بہت مشکل ہیں، آج کل ان پر عمل کرنا بہت مشکل ہے، ذرا سوچئے کہ اگر کسی حکومت نے ایسے قوانین بنا دیئے جن پر رعیت کو عمل کرنا مشکل ہو تو کیا ہوگا؟ لوگ شور کریں گے کہ یہ بہت سخت قانون ہے، اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے، یہ تو ظلم ہے، یہ حکومت بڑی ظالم ہے، اس کے خلاف جیسے کرو، ہوس نکالو، مردہ باد کے نعرے لگاؤ وغیرہ وغیرہ۔

آج بھی اسلام پر عمل کرنا آسان ہے:

سو کیا آپ کا یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ! ایسے ہی ظالم ہیں کہ ایسے احکام بنول کر دیئے جن پر انسان عمل نہیں کر سکتا، وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ ہم بالکل غم نہیں کرتے، ہم بڑے ہی رحیم ہیں، بڑے رحمن ہیں، ہم کبھی ظلم نہیں کرتے۔

(تَرْبِیۃُ اللّٰہِ بِحُکْمِہٖ اَقْسَرُ وَلَا یُؤْمِدُ بِحُکْمِہٖ الْعُسْرُ) (۶۷-۶۸)

ہم تو تمہارے ساتھ محبت کا معاملہ کرتے ہیں، ہم تو آسان آسان احکام دیتے ہیں، ہم تمہیں تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے، سوچئے تو رب کریم کے دیئے ہوئے احکام ہیں، پھر وہ بار بار فرما رہے ہیں کہ یہ بہت آسان ہیں، بہت ہی آسان! اور مسلمان اللہ

تعلیٰ کا بندہ کہلا کر آج یہ کہتا ہے کہ نہیں ان پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ آج کے معاشرہ میں نہیں ہو سکتا، میرے ہارے میں تو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو شروع ہی سے ایسے معاشرے میں ہے۔ اس کے لئے کرنا کرنا کچھ نہیں، اکیلا بیٹھا ہوا ہے، کہیں آنا نہ جانا، کسی سے نہ میل نہ جول، مارے! میں بھی اسی دنیا میں پیدا ہوا ہوں، اور اسی دنیا میں رہ رہا ہوں، اب بھی رہ رہ رہا ہوں، کہیں اوپر سے گرنے میں پڑا، میرا بھی خاندان ہے، اچھا مجھے چھوڑے، میں انکی خواتین کے ہارے میں اتنا تار پھتا ہوں جن کا میرا خاندان بے پردہ تھا، اور اب بھی بے پردہ ہے، اور وہ امریکہ میں خود گاڑی چلا پا کرتی تھیں، ایک نہیں کئی انکی مثالیں ہیں، ان خواتین کے قلب پر جب اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی تو انہیں نے وہ پردہ کہ وہ پردہ کیا کہ مثال قائم کر کے دکھا دی، ان کے پردہ پر چڑا خاندان ہمارا ہے، ان کی بہنیں ہمارا، بہنوئی ہمارا، عذولی ہمارا، ماں باپ ہمارا، بھابھیں ہمارا، اور خود کس ماحول میں ہیں؟ امریکہ میں، اور امریکہ میں گاڑی خود چلاتی تھیں کیا ان کا خاندان نہیں ہے؟ ان کی بھوپیاں نہیں ہیں؟ کچھ تو سوچیں، انہیں نے پردہ کے حکم پر عمل کیسے کر لیا؟ بات یہ ہے کہ اگر انہیں ہمت کر لیتا ہے تو پھر کوئی مجبوری سامنے نہیں آتی، پھر جب کام کرنا ہی نہیں ہے تو بڑا ہوں مجبور ہیں، یا اللہ! تیری رحمت جو ان خواتین کے دلوں پر نازل ہوئی تیرا وہ کرم جس نے ان کی انکی ذخیرہ فرمائی کہ ان کے دلوں میں ایسا عقیم اٹھکاپ آگیا کہ تیرے حکم کے سامنے کسی کی ناراضی کی کوئی پردہ نہ رہی، یا اللہ! تو یہی رحمت سب مسلمانوں کے دلوں پر نازل فرما، و سب کی انکی ہی ذخیرہ فرما۔

پردہ کو بے کار سمجھنے کا وبال:

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے یہاں پردہ نہ کرنے سے کوئی غلطی کی بات نہیں، ماشاء اللہ! جو رہی جی نہی بہت نیک ہے، بیٹیاں، بھتیجیاں، بہنیں بہت نیک ہیں،

بہت شریف ہیں، ان کی آنکھ میں تو برائی آئی نہیں سکتی تو دل میں کہاں سے آئے گی؟ یہ تو بہت بعید ہے، اور ہمارے بھائی اور دوسرے قریبی رشتہ دار ہمارے چچا زاد، چھوٹی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد سارے زکوٰۃ شامل کر لیں بہت ہی شریف زادے ہیں، اس برائی کا تو ہمارے یہاں تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

یہ مسئلہ جتنا اہم ہے اتنی ہی اس معاملہ میں زیادہ غفلت پائی جاتی ہے عوام کے علاوہ خواص میں، علماء میں بھی بہت زیادہ غفلت پائی جاتی ہے، قرآن کریم کے صریح حکم پر عمل بالکل نہیں ہو رہا، گو یا کہ یہ حکم قرآن کریم میں جازل ہی نہیں ہوا، ان کے عمل اور حالات سے یہاں معلوم ہوتا ہے کہ گویا پردہ کا حکم قرآن کریم میں ہے ہی نہیں۔

دعا کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس اہم اور ضروری مضمون کے بیان کو آسان فرما دیں، مؤثر بنا دیں، دلوں میں اتار دیں، اس کی اہمیت دلوں میں پیدا فرما دیں، اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اس عمل کو قبول فرمائیں، اس میں برکت عطا فرمائیں، یعنی تھوڑی محنت پر نتیجہ زیادہ مرحب فرمائیں، مقرر زیادہ عطا فرمائیں، آمین۔

میری خواہش یہ ہے کہ یہ مضمون زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں میں پہنچایا جائے، اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائیں، اور قبول فرمائیں "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" یا اللہ! کام بڑا صرف تیری مدد پر موقوف ہے، تیری دھجھیری ہوگی، مدد ہوگی تو یہ کام ہوگا، اخیر تیری مدد کے کچھ نہیں ہو سکتا، یا اللہ تو مدد فرما۔

مہرت کے لئے ایک خاندان کا قصہ بتاتا ہوں، جو بہت پارسا سمجھا جاتا تھا انہیں خود بھی اپنی پادشائی پر جب چارہ فرور ہوا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا اور پردہ نہیں کیا تو انجام کیا ہوا؟ یہ کوئی گزشتہ زمانہ کا قصہ نہیں، ابھی کا ہے، اور کراچی ہی کا ہے، اگر ان کے خاندان کی بے عزتی کا خطرہ نہ ہوتا تو ان کے نام اور پتے بھی بتا دیتا کہ خود: جا کر دیکھ لیں، اور ان سے پوچھ لیں کہ کیا ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پردہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو تو ذکر خاندان کو خود ہی بے عزت و ذلیل کیا

ہے، اب قصہ سنئے، اللہ کرے کہ بات دل میں اتر جائے۔

ایک حاجی صاحب تھے، بہت نیک، بہت ہی پارسا، ان میں دین کا جذبہ اتکا تھا کہ جب میں درالعلوم کو رگی میں تھا وہ شہر سے میرا وعظ سننے وہاں جایا کرتے تھے، خود وعظ سننے اور نیپ کر کے دوسرے لوگوں کو بھی سنایا کرتے تھے، شہر سے کو رگی پہنچنا کوئی معمولی بات نہیں، کتنا محلوہ ہے، اب آمد و رفت کی سہولتیں زیادہ ہو گئی ہیں، ان دنوں میں تو اتنی سہولتیں نہیں تھیں، وہ بلا تاخیر ہر وعظ میں شریک ہوتے اور نیپ کرتے، اسنے نیک اور لوگوں کو ان سے اتنی عقیدت اور ان پر اتنا اعتماد کہ لاکھوں کی امامتیں ان کے پاس رکھی ہوئی تھیں، ایک بار ان کے کچھ عزیز میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ قصہ سنایا کہ اس کے اپنے سالی سے ۲۰ جائز تعلقات ہو گئے، بیوی کے ہوتے ہوئے، اسی گھر میں بیوی موجود، سسرال کے سب لوگ موجود اور سالی سے ناجائز تعلق ہو گیا، اور کیا کیا؟ چپکے سے پاسپورٹ بنوایا اور کسی ملک کا ویزا لگوایا، ڈاکوئی منزل دانی، کوٹ بھلون پہنچا، اور کسی غیر ملک میں بھاگ گئے۔ لوگوں کی امامتیں بھی سب کی سب لے گئے۔ بہت دیر بعد مقدس اور پارسا نظر آتے تھے، ان کی صورت اور دینی حالات ایسے کہ کسی کو دور کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ شخص ایسا برا ہو سکتا ہے، مگر ہوا کیا؟ اب آپ اندازہ لگائیں کہ لوگوں کو یہ خیال ہوتا کہ ہمارے یہاں تو ایسی بدکاری کا کوئی امکان ہی نہیں، میرے گھرانہ اور ماحول تو بڑا ہی پاک و صاف ہے، اب اس خوش فہمی اور خام خیالی کا کیا علاج؟

ایک بزرگ کا قصہ سنئے، ان کے ایک مرید سطر پر جانے لگے، خیال ہوا کہ باندی بہت حسین ہے، کہاں چھوڑ کر جاتیں؟ فطرات ہیں، سوچا کہ یہی صاحب ہی کے پاس چھوڑ جاتا ہوں، یہی صاحب نیک تو تھے مگر ہوشیار نہ تھے، درحقیقت عقل و ہوش کے کمال کے بغیر انسان کبھی طور پر نیک نہیں ہو سکتا، اس لئے عقل کامل چاہئے، عقل جو وحی سے کامل ہوتی ہو، جس کو وحی کا نور حاصل ہو، وہ عقلمند کہلاتا ہے، جب جا کر

انسان پر دایہ و چہرہ بنتا ہے، پھر صاحب کو مرید کی بے بسی پر رحم آگیا، سوچا کہ برائی کا خطرہ واقعی ہے، اب اسے کہاں چھوڑ کر جائے؟ ۱۹ سے ٹھہرے، بھانا چاہئے، اجازت دے دی کہ اچھا میرے پاس چھوڑ جاؤ، قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ کہیں اچانک ٹھہر نہ گئی، اور رعبت ہو گئی، پورا گردہ ہوتا کوئی ایسا دینا ہی، ان حالتی صاحب جیسا جو سالی کو ہذا کر لے گئے تو وہ پھر صاحب تو بہت خوش ہوتے کہ اچھا ہوا مرنے کی غرض میں مگر میں پہنچ گئی، بہت خوش ہوتے مگر وہ نیک تھے، آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں تھا جیسے ہی طیل آ یا اور دل میں رعبت پیدا ہوئی فوراً پریشان ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے کہ ”یا اللہ! یہ کیا معاملہ ہے، کیسے بچیں؟“

امراض باطنیہ سے بچنے کا نسخہ:

ایسی حالت میں فکر ہونی چاہئے اور کسی سے نسخہ دریافت کرنا چاہئے، مگر نیچے بیٹھے کام نہیں ہوتا، جس کسی گناہ کی طرف التفات ہو، توجہ ہو، دلالت ہو، فوراً کسی باطنی ڈاکٹر کے پاس پہنچا جائے، کسی دینی طبیب کے پاس جا کر اپنے حالات بتائے جائیں اور نسخہ حاصل کیا جائے۔

۱۔ نفسِ نوحیہ سخت ۲۔ عقل

۳۔ دامنِ این نفسِ نوحیہ ۴۔ دامنِ

عقل کو خرابیوں سے روکنا، اس گھوڑے کو لگام دینا، یہ سوائے کامل کی صحت کے نہیں ہو سکتا، کسی کامل کی صحت اختیار کی جائے اور اپنے حالات بتائے جائیں، نسخے حاصل کئے ہیں، ان نسخوں کو استعمال کیا جائے، اور پھر بعد میں یہ بھی بتایا جائے کہ ان نسخوں سے فائدہ ہوا یا نہیں؟ آخر ہوا تو کتنا فائدہ ہوا؟ جسمانی علان سے لے کر ڈاکٹر سے پہلے تو دقت لیما پڑتا ہے، دقت پینے کے لئے کھنوں قطار میں کھڑے ہو کر انتظار کرنا پڑتا ہے، بہت بھاری فیس دینی پڑتی ہے، پھر وہ تھوڑا سا دقت دیتے ہیں، اور پھر

جب دوبارہ دیکھا تو ہوتا پھر نئے سرے سے گھٹنوں کا تھکاؤ میں کھڑے رہیں، اور فیس بھی دوبارہ دیں، چند منٹوں میں ہزاروں روپے بیب میں ڈال لئے پھر مریضیں شہر دست ہو یا نہ ہو، لیکن باطن کے ڈاکٹر مریضوں سے کوئی فیس نہیں لیتے اور نہ ہی ان کے ہاں مریضوں کو تھکاؤ میں کھڑے رہنا پڑتا ہے، مریضوں پر ان کی شفقت و محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کی دوا و آخرت بنانے کے لئے رات دن محنت کر رہے ہیں، پھر ان کے لئے ایسے کیمبر کہ ان کے استعمال سے صحت یقینی ہے، یہاں تا کا می کے وہم و گمان کا بھی کوئی گندہ نہیں، باطنی ڈاکٹر سرکاری ملازم ہیں، اس لئے یہ مریضوں سے تو کوئی فیس نہیں لیتے مگر ان کی تحفہ و سرکاری خزانہ سے ہے، یہ پڑی سرکار (اللہ تعالیٰ) کے درباری لوگ ہیں، اس خزانہ سے ان کو کیا کچھ ملتا ہے؟ بس کچھ نہ پوچھئے، اس سے اندازہ لگائیں کہ جس دوبارہ میں ذرا سی بات پر خزانے بھاڑ دیے جاتے ہیں وہاں اتنی محبت کرنے والوں کے لئے کیا کچھ ہوگا، یہ سرکاری ڈاکٹر ایسے ہیں کہ ان کے پاس جانے والے مریض بھی سرکاری ہی جاتے ہیں اور سرکاری خزانے سے ان کا وظیفہ جاری ہو جاتا ہے، یہ لوگ ایک پیکٹ میں کروڑوں کما رہے ہیں، اگر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لگ جائے، آخرت کی فکر پیدا کر لے، وہاں کی دولت کمانے کی فکر ہو جائے تو چند پیکٹوں میں کروڑوں کما لے، یہ کیا فرماؤ۔

”قلعتان حبیبتان الی الرحمن خلیفتان علی اللسان

قلعتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ

المعلیم“ (رواء الحدادی)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات ہیں، کیا پیوستہ کلمات ہیں، کیا ہی باری زبان ہے، فرمایا وہ کلمے زبان پر بہت ہی جگہ ہیں مگر ترازو میں بہت وزنی، وہاں جب اعمال کا وزن ہوگا تو ترازو میں یہ وہ کلمے بہت وزنی ہوں گے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ یہ وہ کلمے جن کو بہت ہی محبوب ہیں، تو جس زبان پر کلمے

جاری ہوں گے وہ زبان ان کو محبوب ہوگی یا نہیں؟ اور جس جسم میں وہ زبان ہوگی وہ محبوب ہوگا یا نہیں؟ پردہ کئے کیا ہیں؟

”سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم“

ان کے ادا کرنے میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے؟ صرف تین سیکنڈ، میں نے گھڑی میں دیکھا تجربہ کے بعد بتا رہا ہوں، اور فرمایا:

”لا حول ولا قوة الا باللہ کثر من کثر الجنة“ اسناد

(احمد)

ایک بار لا حول ولا قوة الا باللہ کہنے سے جنت کے نوازوں میں سے بہت بڑا انعام مل جاتا ہے، یہ کل کہنے میں بھی صرف تین سیکنڈ صرف ہوتے ہیں، تین سیکنڈ میں اتنا بڑا انعام پھر یہ نواز بھی جنت کا ہے، جس کا حال یہ ہے کہ اگر اس دنیا جیسی چیزوں دنیا پیدا کر دی جائیں تو وہ جنت کی ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں، مگر یہ نواز انے جب ملیں گے کہ یہ کئے کچھ ذرا دل میں اتریں یعنی گناہوں کو چھوڑا جائے اگر آپ گناہوں کو نہیں چھوڑتے اور یہ کلمات کہہ لے تو یہاں ہر گاہ جیسے شہد کی بھری ہوئی بوتل میں چند قطرے نکلیا کے ملا دیں، فوراً اتر ختم ہو جائے گا بلکہ سب ذہریں جائے گا۔

میں بتا رہا ہوں کہ جب انسان باہر نکلتا ہے تو اگر کسی ناچار چیز کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے نظر چکی کر لی تو یہ اتنا بڑا انعام ہے اور اس سے اسے درجہات قرب حاصل ہوتے ہیں کہ ہزاروں سال کے غواہوں سے یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا، جب ایک گناہ چھوڑنے پر اور گناہ کے قضاے کے وقت اس سے بچ جائے یہ اتنا بڑا انعام حاصل ہوتا ہے تو اس کو حاصل کرنے کی فکر ہونی چاہئے۔ اگر فکر پیدا ہو جائے تو پھر ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت ملتی ہے اور جب فکر ہی نہ ہو تو ہدایت زبردستی نہیں ملتی۔

ان بزرگ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف تھا، لفظی کر بیٹھے، اجازت دے دی۔ کہ ہاں اپنی چھوڑ جاؤ، مگر جہاں گناہ کا گھنا پیدا ہوا فوراً علاج کی فکر ہوئی، اب تلاش کرنے لگے کہ کس کے پاس علاج کے لئے جاؤں؟ اس کے لئے بھی تلاش کی ضرورت ہے، یہ نہیں کہ ہر کس ونا کس کے پاس چلے جاؤ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(الرَّحْمَنُ قَسَمٌ لِّمَنْ يُّؤْتِيهِ الْحَيٰوةَ) (اب ۱۹ - ۲۰)

”رَحْمٰن کی شان کسی باخبر سے بچ جائے۔“

باخبر کون ہے؟ یہ مضمون بہت طویل ہے آج بیان نہیں ہوگا، کچھ علامات ہیں، دلائل ہیں، علامات ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ یہ شخص باخبر ہے، یہ علاج کر سکتا ہے، دوسروں سے علاج نہیں ہوگا، ان بزرگ نے تحقیق شروع کی کہ اس مرض کا علاج کہاں ہو سکتا ہے؟ اس کی تڑپ پیدا ہوگئی، کسی نے بتایا کہ فلاں شہر میں ایک بزرگ ہیں ان کے پاس جاؤ وہاں پہنچے، اس شہر میں جا کر ان کا نام پتا کر معلوم کیا، کسی نے کہا۔

”اگرے! کہاں جا رہے ہو؟ وہ تو بہت بڑا مددگاہ ہے۔“

یہ بے چارے بہت پریشان ہوئے، جس نے سمجھا تھا اس سے آ کر شکایت کی کہ آپ نے مجھے کہاں بھیج دیا؟ وہ بڑے لوگ کچھ بھی نہیں، بہر حال آپ ان کے پاس ضرور پہنچیں، پھر گئے، تو بتایا گیا کہ فلاں شہریوں کے محلہ میں ان کا مکان ہے، وہاں پہنچے، مکان میں اندر گئے تو دیکھا کہ شراب کا پیالہ سامنے رکھا ہوا ہے، ایک حسین لڑکا بھی پاس بیٹھا ہوا ہے، چونکہ ان کو یقین دلایا گیا تھا کہ وہ بڑے بزرگ ہیں، اور قلب میں بھی محسوس ہوا کہ ہاں! یہ کچھ ہیں، جو خود صاحب دل ہوتا ہے، وہ صاحب دل کو پہچان لیتا ہے، پوچھا حضور! یہ سامنے پیالہ میں کیا ہے؟ فرمایا شراب ہے، رنگ شراب کا تھا لیکن تھا شراب، پھر پوچھا یہ لڑکا کون ہے؟ فرمایا یہ میرا بیٹا ہے، پھر پوچھا آپ نے شہریوں کے محلہ میں کیا رہائش اختیار کی؟ انہوں نے فرمایا کہ شروع میں

جب میں اس مکان میں آیا تھا اس وقت یہ محلہ شریوں کا نہیں تھا، بعد میں لوگ شرعی بن گئے، مجھ پر شرعاً واجب نہیں کہ میں اپنا مکان بیچ کر یہاں سے چلا جاؤں، اب ان صاحب نے پوچھا کہ آپ نے اپنی ظاہری صورت ایسی کیوں بنا رکھی ہے کہ دیکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی کوئی بد معاش ہے؟ ان پر ان کی حالت مشکف ہو چکی تھی، فرمایا کہ میں نے خود کو اس لئے ایسا بنا رکھا ہے تاکہ مرید اپنی باتیں میرے پاس نہ چھوڑ کر چلا کرے۔

دین ہر رشتے پر مقدم ہے:

انہوں نے اس طرح سے احتیاط کی، ورنہ اصل شرعی مسئلہ یہ ہے کہ بدگلی کے موقع سے بچنا فرض ہے، اپنے آپ کو ایسا بنا، کہ نہ نہیں کہ لوگوں کو بدگمانی ہو، مگر اس کے ساتھ ساتھ انسان کا قلب مضبوط ہونا چاہئے، کسی کی مروت میں آ کر یہ کام ہرگز نہ کرے جس سے اپنے دین پر فخرہ کا کوئی عید سے بعید مکان ہو، چاہے قدرتی سے کام لے اسی لئے تو فرمایا۔

سے دس دوست اور کہ حج آخر است

از ہزاران کعبہ یک دل بجز است

دل پہ وہ ضابطہ ہو کہ چاہے عہد صفت ہو جنت کرے، غولوں میں ہو، باپ ہو، بہن ہو، بھئی ہو، بیوی ہو، شوہر ہو، حاکم ہو، دنیا کا کوئی فرد بھی ہو، جس کی بات ماننے سے دین پر فخرہ ہو تو کسی کی مروت میں ہرگز ایسا کام نہ کرے، بلکہ اپنے مالک حقیقی محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر رہے۔

سے اُرہک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

یہ تو میرا تو سب میرا ملک میرا زمین میری

اگر میرا اللہ مجھ سے ناراض ہو اور دین دے سب راضی ہو جائیں تو یاں برابر مجھے

فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر میرا اللہ راضی ہے تو ساری دنیا جراثیم ہوتی رہے، میرا اس میں کچھ نقصان نہیں، قلب میں قوت ہوتی چاہئے، اور قلب میں قوت جب پیدا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا وہ حلق پیدا ہو جائے جس کے سامنے پوری دنیا کے تعلقات نیست و نابود ہو جائیں، قلب میں یہ قوت ہوتی چاہئے کہ اگر کوئی مرید باندی داندی چھوڑنے آئے تو اس سے بچنے کے لئے اپنا ظاہر بگاڑنے کی ضرورت نہیں صاف کہہ دے اسے! تیوی باندی کو پہلے کے لئے میں اپنے دین کو خطرہ میں ڈالوں اور اپنی آخرت پر یاد کروں، مجھ سے یہ نہیں ہوگا، تمہاری آخرت سنوارنے کے لئے میں اپنی آخرت پر ہاتھ نہیں کر سکتا، کسی کی جبری کی حفاظت کے لئے اپنی محضی گنوا دینا محض کی بات نہیں ہے، جب کسی نہ مروت میں آکر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف عمل کیا جاتا ہے اس پر یہ وبال پڑتا ہے، اس قصہ سے کیا ثابت ہوا؟ وہ بزرگ تھے، متقی تھے، اسی لئے فکر پیدا ہوئی مگر انہوں نے اپنے نفس پر اعتماد کیا کہ باندی پاس رکھنے سے مجھ پر کوئی خطرہ نہیں، بس نفس پر اعتماد کرنے کی وجہ سے یہ وبال آوا، اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ دیکھو! تمہیں اپنے تقویٰ پر باز کیوں پیدا ہوا؟ اب ذرا ان لوگوں کی حالت کا اندازہ لگائیے جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں تو کوئی خطرہ نہیں، خطرے سے غافل رہنا سب سے بڑا خطرہ ہے۔

خطرے سے غافل رہنا سب سے بڑا خطرہ ہے:

جو انسان یہ سمجھتا ہے سب سے بڑا خطرہ اسی کے یہاں پیدا ہوتا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں، اللہ کرے یہ باتیں کچھ میں آج کہیں:

① پہلی بات تو یہ کہ دشمن وارو ہیں کرتا ہے جہاں انسان غافل ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جہاں کہیں بھی غلطی میں رہنا محرم مرد و عورت جمع ہونے وہاں تیسرا شیطان ضرور ہوتا ہے۔" (ترمذی)

کسی بزرگ کا قول ہے کہ اگر حسن بصری اور رابعہ بصری جیسے مقدس بزرگ بھی طلوت میں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو شیطان ان کو بھی بدکاری میں مبتلا کر دے گا، عوام کا تو کیا کہنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا کہ جہاں بھی طلوت میں باعزم مرد و عورت جمع ہوں گے وہاں شیطان ضرور ہوتا ہے اور وہ بدکاری کروا کر چھوڑتا ہے، اسی لئے فرمایا کہ غیر سے اتنا پردہ نہیں جتنا کہ شوہر کے اعزاء و اقارب سے ہے، شوہر کے اعزاء و اقارب سے زیادہ سخت پردہ کا حکم ہے، فرمایا کہ شوہر کے رشتہ داروں سے اتنا سخت پردہ کرو، اتنا زور کہ جیسے موت سے ڈرتے ہو، جس سخت فطرہ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے رشتہ داروں کو ”موت“ فرمایا جیسا کہ وہی فطرہ عورت کے باعزم رشتہ داروں سے بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے رشتہ داروں کو ”موت“ کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ غفلت اور اطمینان انسان کو ہمیشہ اپنے رشتہ داروں سے ہوتا ہے، غلاں آ رہا ہے تو کوئی بات نہیں، دو تو ہمارا وید ہے، غلاں تو ہمارا بچہ زاد بھائی ہے، غلاں پھر بھی زاد بھائی ہے، غلاں، ماسوں زاد بھائی ہے اور غلاں خالد زاد بھائی ہے، جہاں ان سارے فطرات سے انسان غافل رہتا ہے سو جتنا ہے کہ یہ تو اپنے ہی ہیں اور ان کے گھر میں آنے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہوتا کہ ان سے کسی قسم کی بدکاری ہوگی، شیطان غافل سمجھ کر، جس حملہ کرتا ہے، خالد زاد و غیرہ کو بھائی قرار دے کر ان سے بے تکلفی کا تعلق رکھا جاتا ہے، اس طرح پہ سب ”زاد“ سمجھ لو کی طرح ہر وقت اپنے رہتے ہیں، اللہ نے ان رشتوں کے ساتھ بالخصوص شادی کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَمَنْكُم مَّنْكَ وَتَنَابَ عَشْرَتِكَ وَتَنَابَ خَالَكَ وَتَنَابَ

خَالَكَ أَلْفِي مَا جَعَلَ مَعَكَ﴾ (آب: ۱۰-۱۱)

چچا کی لڑکیاں، پھوپھی کی لڑکیاں، ماسوں کی لڑکیاں، خالد کی لڑکیاں چادوں ”زاد“ کی تصریح فرمادی کہ ہم نے ان کو شادی کے لئے حلال کر دیا ہے، مگر اس زمانہ کا

دعا باز مسلمان ان کو بخش دے گا کہ حرامے الزام ہے، پھر چاہیں تو بہن بھائی آپس میں شادی بھی کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ہمارائی سے متعلق سب سے اچھی بات یہ ہے، آج سو فی صدی بات، دماغ میں نہیں اترتی کہ بہن بھائی ہیں تو ان کی آپس میں شادی کیسے ہوگئی؟ بس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور اپنی ہوس کے بندوں نے یہ جادو کی ڈبہ بٹا رکھی ہے، اس میں ایک طرف سے دیکھیں تو بھائی بہن، فوراً ہی ہجرت دوسری جانب سے دیکھیں یہاں بیوی، یا لقا تو ان دعا باز مسلمانوں کو سچے مسلمان بنا دے۔

● دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگ اپنے گپ کو پارسا سمجھتے ہیں، کہتے ہیں ہمارا خاندان بہت پاک دامن اور نیک ہے، یہاں تو کوئی گناہ ہو ہی نہیں سکتا، بس جہاں کسی نے خود کو پارسا سمجھا اور دل میں حب و بند نہ ہوا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتے ہیں، اسے گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

● ایسے خاندانوں کی برہان کی تیسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو پارسا اور پاک دامن ہیں، ہمارے یہاں یہ بدکاری نہیں آسکتی، یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بے کار سمجھتے ہیں، اگر کہیں کوئی غصہ ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ایسے احکام نازل ہی کیوں فرمائے؟ یہ لوگ اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بے کار جانتے ہیں، سو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بیکار بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی میں اس کے وبال میں جھکا کر کے پھونڈیں گے اس پر یہ عذاب آتا ہے اس لئے ایسے واقعات ہوتے ہیں۔

قرآن کے ساتھ آج کے مسلمان کا برتاؤ:

اب ذرا سنئے کہ اللہ تعالیٰ کے کیا احکام ہیں؟ میں تو کیا کرتا ہوں کہ اچھا ہے آج

کے مسلمان کو یہ معلوم نہیں کہ قرآن میں کیا حکم ہے؟ آج کا مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ کہیں قرآن خوانی کروادو، مکان بنایا تو خوانی کروالو، چائے بسکٹ کھا لو، مٹی کارخانہ کھولا تو خوانی کروالو، اور کوئی مر گیا تو پیسے دے کر خوانی کروالو، ایسے اٹولب کرو، جن بھوت چڑھ گیا تو اسے طشتریوں پر لکھ لکھ کر چلاتے جاؤ، اور اس کے قصاص کھینچ لو، یہ رہا ہو گیا تو آیات شفاء پڑھ پڑھ کر پھونکتے رہو، دم کرتے رہو، گھول گھول کر چلاتے رہو، یہ قرآن تو بڑا ایٹھا جیٹھا ہے جو لڈو کھلانے، چائے پلانے، بسکٹ کھلانے، یہ تو بڑا ہی مہر سے دار ہے۔

کسی نے کسی سے پوچھا کہ قرآن کریم کی دعائیں کون کون سی پسند ہیں؟ اس نے کہا، سبحان اللہ، قرآن کی دعائیں تو ساری ہی اچھی ہیں، لیکن مجھے ایک دعاء بہت پسند ہے۔

﴿وَرَبِّكَ أَمَرَ بِتِلْكَ صَلَاتِهِ﴾ (آیت ۷۷-۷۸)

ترجمہ: ”یا اللہ ہم پر آسمان سے مقرر خوان نازل فرما۔“

پھر پوچھا قرآن کا حکم کون سا پسند ہے؟ جواب دیا کہ حکم تو سارے ہی اچھے ہیں لیکن مجھے تو ایک حکم بہت پسند ہے:

﴿وَقَسَّ عَلَیْهِمُ الْفُتُورَ﴾ (آیت ۸-۹)

ترجمہ: ”کھانا پیو۔“

ذرا سوچ کر بتائیے کہ آپ نے قرآن کا کیا مطلب سمجھا ہے؟ یہ قرآن کس مقصد کے لئے ہے؟ کیا ان مقاصد کے علاوہ بھی اس کا کوئی مقصد ہے یا نہیں؟ اچھا ہے کہ قرآن کا مطلب صرف یہی سمجھا ہے، ورنہ اگر قرآن کا صحیح مقصد سمجھ میں آ جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس قرآن میں کیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ آج کا مسلمان قرآن کو پہاڑی میں جا کر سمندر میں پھینک آئے گا، (معاذ اللہ) مگر میں رکھنے کو چاہہا نہیں، لوگا میرا یقین بلا دلیل نہیں، (واقعات پر مبنی ہے، اس وقت صرف ایک قصہ بتاتا

ہوں، ایک شخص نے مجھے خود بتایا کہ اس کی بیوی نے ترجمہ قرآن چڑھنا شروع کیا، بڑے شوق سے چڑھتی رہی، جب سورہ نور پر پہنچی اور وہاں آیہ پردہ کا حکم تو چلا اٹھی، بس بس رہنے دو ایسے قرآن کو، میں نے بس کی توبہ کی، رہنے دو ایسے قرآن کو، اس شخص نے بتایا کہ اس نے بیوی کو بہت سمجھایا کہ چڑھ تو لو، عمل نہ کرنا، اور شاید کبھی عمل کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ دے دے، بیوی نے کہا، نہیں نہیں، بس کیا بس کیا، میں کبھی ایسے قرآن کو نہیں دیکھوں گی، مجھے ایسے قرآن کی ضرورت نہیں، میں نے توبہ کی ایسے قرآن سے۔ (معاذ اللہ)

اس عورت کو پہلے سے معلوم نہیں تھا کہ اس قرآن میں کیا ہے، اس وقت تو وہ اسے پڑھتی ہوگی، آنکھوں سے لگاتی ہوگی، اچھے سے اچھے خلاف میں رکھتی ہوگی کتنی خوبیاں کر دیتی ہوگی، اور جب اسے قرآن میں پردہ کا حکم معلوم ہوا تو چھین نکل گئیں، اور چلانے لگی کہ مجھے ایسے قرآن کی ضرورت نہیں۔ یہ تو ہوا ایک پردہ کا حکم، اس پر قیاس کر لیجئے کہ جب قرآن کے سارے احکام سامنے آ جائیں تو کیا ہوگا؟ بس یہی ہوگا کہ سارے قرآن جمع کر کے کھانڈی میں پیچک دو، یہی کہے گا آج کا مسلمان یا نہیں کہے گا؟ سوچئے خدا سوچئے، یا اللہ تو مدد فرما، مسلمانوں کو سوچنے کی توفیق عطا فرما کہ آخر یہ قرآن کیا ہے؟ کیوں نازل ہوا؟ اس کو نازل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ آج میں نزول قرآن کا مقصد بتا رہا ہوں، اور اس لئے بتا رہا ہوں کہ جو لوگ یہاں آتے ہیں ان سے یہ توقع ہے کہ ان شاء اللہ وہ قرآن کو سند میں نہیں پھینکیں گے، یا اللہ اس دن (جمعہ) کی برکت سے اس مجمع کی برکت سے سب کو پتا چل جائے کہ یہ قرآن کیا ہے؟ فرمایا:

(عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَكْرَةَ) (اب ۲۱ - ۲۲)

”تَوَجَّهْتُكَ“ بلاشبہ یہ قرآن بصحت کی کتاب ہے۔“

دنیا کے اسباب حاصل کرنے کے لئے، دنیوی ترقی حاصل کرنے کے لئے،

بال و دولت جمع کرنے کے لئے، جن، آسیب اور سبلی بھگانے کے لئے نہیں، یہ اور بات ہے کہ اس کی برکت سے یہ کام بھی ہو جائیں، مگر یہ خوب سمجھ لیں کہ یہ فائدہ عارضی ہوگا، جب تک قرآن کا مقصد نزول نہیں سمجھیں گے اور اس میں پائے گئے احکام پر عمل نہیں کریں گے، اس وقت تک پر سکون زندگی ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی، کوئی نہ کوئی عذاب مسلط رہے گا، قرآن کریم جسمانی امراض کے علاج اور دنیوی امراض کی تحصیل کے لئے نازل نہیں کیا گیا، یہ نصیحت کی کتاب ہے، یہ قانون کی کتاب ہے، اس پر عمل کرنا ہے، یہ کتاب عمل کروانے کے لئے نازل کی گئی ہے۔

قرآن میں پردہ کے احکام:

اب سُنئے قرآن کیا کہتا ہے:

● ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُفُّوا عَنِ الرِّسَالَةِ إِنِ اتَّبَعْتُمْ فَلَا تَخْضَعُونَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الْأَعْيُ فِي قُلُوبِهِ مَرْمَضٌ وَقَلْبٌ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ (آب ۲۲ - ۲۳)

مجھے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید آپ یہ کہیں کہ یہ نہ جانے کیا پردہ رہا ہے؟ ارے! یہ قرآن میں ہے سورہ احزاب میں ہے۔ آج کے مسلمان کے فعل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ قرآن میں یہ چیزیں ہیں ہی نہیں، اور مولویوں کا یہ حال ہے کہ قرآن کو پڑھتے پڑھاتے ان کی آنکھوں پر ایسی پٹی پڑ گئی کہ اس طرف کسی کی نظری نہیں جاتی کہ یہ بھی قرآن میں ہے، یا اللہ! تو مدد فرما، چاہت فرما "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" اصل دھمیری صرف تیری ہی طرف سے ہے، اگر تیری دھمیری نہیں ہوگی تو ہمارے کرنے کرانے سے کچھ نہیں ہوگا، تو ہی مدد فرما، ہماری عاجزی پر رحم فرما، ہمارے ضعف پر رحم فرما، ایسے ماحول، ایسے معاشرہ میں یا اللہ! تو ہی مدد فرما، دھمیری فرما، لوگ آج نزول قرآن سے چودہ سو سال بعد گناہوں میں رات دن ڈھکتے اور

مست ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے بزرگ ہیں، ہمارے یہاں کسی گناہ کا احتمال نہیں، اور اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟

”اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی! جب کسی ضرورت سے دین حاصل کرنے کے لئے کوئی شخص آخر دین کا مسئلہ پوچھے تو اپنے لہجہ میں نرمی اور چلب پیدا نہ کر، ورنہ اکت سے بات نہ کرو۔“

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن جن کا اتنا اونچا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ایک ہر سے رکوع میں ان کی ظہیر اور پاک ذاتی کا مقام بیان فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (۳۳) (اب ۲۲-۲۳)

ان کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا، اور جس کو اللہ تعالیٰ پاک کر دے کیا اس کے قریب کوئی شباحت و نہاست آسکتی ہے؟ کیا ان کے بارے میں یہ گمان ہو سکتا تھا کہ غیر محرم کو جب مسئلہ بتائیں گی تو زناکت سے روکیں گی؟ یہ بات تو گمان میں بھی نہیں آسکتی، پھر جس کے بارے میں یہ وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا، خیال بھی نہیں آسکتا اسے روکا کیوں؟ اللہ تعالیٰ روک رہے ہیں کہ زناکت سے بات نہ کریں، ان سے جب زناکت سے بات کرنے کا کوئی غلط روی نہیں تو پھر یہ حکم کیوں فرمایا؟ اس لئے خوب سمجھ لیں اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ جو رکوع کی آواز میں جو طبعی و پیداؤنی زناکت ہوتی ہے اسے خشونت و خشگی سے بدلو، بات آئی سمجھ میں؟ ابھی کسی غیر محرم مرد سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو صورت کی آواز میں جو پیداؤنی زناکت ہے اس سے بھی بچو، آواز میں خشک و درشتی اور روکھا پن پیدا کرنے کی کوشش کرو، اس زمانہ فساد میں کسی صورت کو مجبوری میں ابھی کسی غیر محرم سے بات کرنا پڑے تو خشک و ایسا لہجہ بولنے کے لئے دعا ہے کہ وہاں محسوس کرے کہ کوئی چیل چیل بول رہی ہے۔

بات چوڑی طرح سمجھنے کے لئے چند چیزیں ذہن نشین کر لیں:

① ایک تو یہ کہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اتنا اونچا مقام ہے کہ ان سے گناہ کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا، گناہ کا دوسرہ بھی نہیں آ سکتا، یہ ”مطہرات“ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا ہے۔

② دوسری بات یہ است کی مائیں ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف احساناً است کی مائیں نہیں فرمایا، بلکہ جس طرح حقیقی ماں کے ساتھ نکاح حرام ہے اسی طرح امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی است کے مردوں پر حرام ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا اَنْۢبِيَآءَ مِنْ بَيْنِ مَا يَدْعُوۡهُنَّ لِتَكُنَّ بِهِنَّ مِثْلُ حُرِّمٰتِہُنَّ ۚ﴾

یعنی اللہ عظیماً (۱۰۳) باب ۶۸ - ۱۰۳

تقریباً ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی بیویوں سے تم کبھی بھی نکاح نہیں کر سکتے۔“

جس طرح ماں کے ساتھ کسی حالت میں بھی نکاح نہیں ہو سکتا، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے اسی طرح امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی باقیامت است کے ہر فرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد است کا کوئی فرد آپ کی بیویوں سے نکاح نہیں کر سکتا۔

③ تیسری بات، امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے بات کرنے والے کو کون تجھے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کا اتنی وہ اتنی ہے کہ فرشتوں کو رشک آئے، جن کی پاک دامن کی شہادت اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دے دے:

﴿وَرَضِیَتْ لَہُمْ وِرْثَہُنَّ ۚ﴾ باب ۶۸ - ۶۹

تقریباً ”یہ وہ لوگ ہیں کہ جن سے ہم راضی اور جو ہم سے راضی۔“

اور فرمایا:

(وَقُلَّا وَحَدِّثْهُنَّ لَعَلَّهِنَّ يَأْتِيَنَّ) (اب ۵ - ۶۰)

تکو چھو کہ ”سب کے ساتھ امارا معاملہ یہ کہ سب کو بخش دیا۔“

● من کی آپس میں باتیں کیا ہوتی تھیں؟ دینی مسائل سمجھنا سکھانا۔

اب ساری چیزیں ملا کر دیکھئے، یہ عورتیں کون ہیں؟ امت کی مائیں ہیں، جو امت کے ہر فرد پر بیٹہ، بیٹہ کے لئے حرام ہیں، اور مرد کون؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مقدس ہستیاں، اور کام کیا؟ دینی مسائل پر چھنا، ایسے موقع پر فرماتے ہیں کہ جب بات ہو تو زمانہ لہجہ میں جو پیدا کئی نزاکت ہے اس کو منتقلی سے بدلا کر، پیدا کئی نزاکت بھی نہ آنے پائے، یہ تو امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو جاہلیت دی، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیا ارشاد ہوتا ہے:

(وَلَا سَأَلْنَهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ)

(اب ۲۲ - ۲۳)

تکو چھو کہ ”جب بھی دین حاصل کرنے کے لئے امہات المؤمنین سے کچھ پوچھنا ہے تو پردہ کے پیچھے سے پوچھو۔“

سامنے آنے کی اجازت نہیں تھا انور کیجئے، جن کو یہ عزم دیا جا رہا ہے یہ مرد کون ہیں؟ اور یہ خواتین کون ہیں؟ کسی بزرگ نے تو حسن المعری اور راہب مصر یہ کام لیا تھا، یہاں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں وہ مقدس عورتیں اور مقدس مرد ہیں، ان کے بارے میں جاہلیت دی جا رہی ہے کہ جب دین بھی سمجھنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے بات کرو۔

قرآنی احکام سے کیسی غفلت:

● (وَلَا يَأْتِيَنَّكَ النِّسَاءُ حَتَّىٰ تَلْبَسَ عَلَيْكَ خِطَابًا مِّن مَّا لَكَ عَلَيْهِنَ) (اب ۲۲ - ۲۳)

پتھر کے عقیقے میں لکھ بیٹھیں؟ (اب ۲۲ - ۲۳)

مجھے کسی آتی ہے اور مرد نہ کر جب بھی ہو رہا ہے کہ لوگ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ

کے احکام پر عمل کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت نبردبار نہ تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے: فرما دیجئے، مومنات سے، یعنی جو عورتیں یہ فرمودہ سننے کو تیار نہیں یا اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں، وہ مومنات کی فہرست سے الگ ہیں، اس لئے جو عورتیں مومن ہیں آپ ان سے فرمائیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، وہ کیسے ہوگی؟ اس طرح کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، اور اپنے گریبانوں پر چادر یا دوپٹہ لپیٹ کر دکھا کریں، تاکہ سینہ کا اہرام محسوس نہ ہو اور گریبان پر کبھی نظر نہ پڑے، آگے ایک ایک کر کے گنوار ہے ہیں کہ ان کے سوا ہاتھی کسی کے سامنے بھی بے پردہ جانا جائز نہیں، وہ کون ہیں؟ ① شوہر ② باپ، چچا اور ماموں بھی اس میں داخل ہیں ③ خسر ④ بیٹا، چچا اور نواس بھی اس میں داخل ہیں ⑤ شوہر کا بیٹا، داماد کا بھی بچی حکم ہے، اس لئے کہ اس میں حکم کی علت یعنی حرمت سودہ و سوجدہ ہے، یعنی وہ شخص جو ہمیشہ کے لئے حرام ہو اور اس سے کبھی بھی نکاح نہیں ہو سکتا، اس سے پردہ نہیں، ساس کی حرمت کا ذکر دوسری آیت میں ہے، جس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا ⑥ بھائی ⑦ بھتیجا ⑧ بھانجا ⑨ مسلمان عورتیں، مسلمان عورتوں کے سامنے تو اپنی زیب و زینت ظاہر کر سکتی ہیں، کار عورتوں کے سامنے، سر یا ز اور پنڈلی وغیرہ کھولنا حرام ہے۔

بعض مسائل قرآن کریم سے سوچ سوچ کر نکالے جاتے ہیں مگر پردہ کا یہ مسئلہ نکالا ہوا نہیں، یہ قرآن کریم کا صریح حکم ہے۔ بتائیے! اچھا لوں میں اور گھر میں جو غیر مسلم عورتیں کام کرنے کے لئے آتی ہیں کیا مسلمان عورتیں ان سے ہاتھ کا پردہ کرتی ہیں؟ کھانوں کا پردہ کرتی ہیں؟ چھینٹیں کا پردہ کرتی ہیں؟ گلے گردن کاٹوں اور سینہ کا پردہ کرتی ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ جو لوگ قرآن کریم کو چوم چوم کر مسجد میں دکھ کر با خواہاں کر دیا کریں یہ سمجھتے ہیں کہ آفات داخل ہو جائیں گی وہ جب تک قرآن کریم کے احکام کی خلاف ورزی نہیں چھوڑیں گے ہرگز دنیا ان میں ان کو جہنم کی

زندگی نصیب نہیں ہوسکتی، اگر قرآن کے ساتھ عقیدت ہے تو قرآن پر ایمان ہے تو اس پر عمل کر کے دکھائیں۔

⑤ کافر باہمی اس کے سامنے سر اور بازو کھولنا جائز ہے ⑥ ایسے نہ ہوں جن کو مردوں کے ہارے میں کوئی ہم نہیں ⑦ چھوٹے بچے جن کو ابھی یہ سمجھ ہی نہ ہو کہ یہ عورت کیا چیز ہے؟ بچے مرد و عورت میں فرق ہی معلوم نہ ہو، آج کل دس دس بلکہ بارہ چودہ سول کے بچوں سے بھی پردہ نہیں کیا جاتا، ذرا اپنی حالت سے اندازہ لگا بیٹے کہ آپ کی مرنکھی تھی جب آپ کو بنا چل گیا تھا؟ پھر اب تو ترقی کا دور ہے اس دور کے دس سال کے بچے کون چیزوں کی وہ خبر ہے جو آپ کے دور میں بیس سال کے جوانوں کو بھی نہ ہوتی تھی یہ وہ دور ہے، مرد و عورت میں کیا فرق ہے ان کے آپس میں کیا تعلقات ہوتے ہیں، اس مقصد کے لئے شادی کی چلتی ہے، یہ دیکھنا چاہئے کہ بچے کو کس عمر میں ان چیزوں کی سمجھ آگئی اس عمر سے پردہ کرنا فرض ہے۔

آگے ارشاد ہے: اپنا پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں تاکہ اگر پاؤں میں کوئی زہر ہو تو اس کی آواز ہر سنائی نہ دے۔ جب عورت کی پازیب کی آواز کو پردہ ہے کہ اس کی آواز باہر نہ جائے تو خود عورت کی آواز کو کتنے پردہ ہونا چاہئے اور اس کے پیچہ کو کتنے پردہ لازم ہوگا۔

تمام پریشانیوں کا علاج:

پردہ کے حکم کی تفصیل یوں فرماتے ہیں:

﴿وَتُؤْمِنُوا إِلَىٰ آلِهِ جَمِيعًا ۖ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَلِيمٍ﴾

نُفُلُ الْمُحْسِنِينَ ۱۰۱: باب ۱۸، ص ۳۸

اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو خدا و آخرت کی کامیابی چاہتے ہو، اپنی پریشانی کا علاج چاہتے ہو، ایمان اور سکون کی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ

اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی چھوڑ دو، بے گناہی و معصیت سے توبہ کر لو، اگر ایسا نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ سنا دیا ہے کہ وہ ان کو کبھی بھی سکون نہیں دیں گے، کوئی مجھے ایک شخص تو ایسا بتا دے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہو اور سکون سے دنیا میں رہ رہا ہو، بتا دے؟ کوئی ہے؟ نافرمان اور سکون مل جائے؟ انہوں نے تو فیصلہ سنا دیا ہے:

﴿وَمَنْ أَقْرَبُ عَنِ وَحْشِي فَإِنَّ لَهُ مَبِيتَهُ مَسْجِدًا
وَحَشَرُهُ بِوَمَرِ الْيَتِيمَ وَأَقْرَبُ﴾ (اب ۱۶-۱۷)

ترجمہ: ”جس نے میرے احکام سے امرائے کیا میں نے یہ طے کر رکھا ہے اور فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کی زندگی اس پر جگ رکھوں گا اور قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھاؤں گا۔“

سکون تو اس کے قریب بھی نہیں آ سکتا کسی گناہ پر کوئی کاظم ہو اور توبہ نہیں کرتا اور پھر وہ یہ کہے کہ میرے گھر میں سکون ہے تو ذرا اسے میرے پاس لایئے ذرا میں بھی قرعہ میٹر لگا کر دیکھوں کچھ بتا تو چلے کہ کیا سکون ہے؟ دل کی باطنی کیفیت کے کسی اسپیشلسٹ کو دکھائیے۔

۳۔ ہمیں کہتی ہے دنیا تم ہو دل والے جگر والے

ذرا تم بھی تو دیکھو کہ ہو تم بھی تو نظر والے

ذرا ہمیں بھی تو دکھائیے وہ دل جو گناہ بھی کرتا ہو اور اسے سکون بھی ہو دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کائے بھی لگا رکھے ہیں اور پھر سکون بھی ہے، واہ! ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی غلط نہیں ہو سکتا، سکون کا نسخہ اس سے پوچھئے جس کے قبضہ قدرت میں دلوں کا سکون ہے ان کا ارشاد ہے

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ دُونِىَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنَجْزِيَنَّهُ حَسَنَةً مِّمَّا كَانَتْ تَعْمَلُ﴾ (اب ۱۸-۱۹)

یعنی ایمان کے ساتھ عمل صالح ہو تو سکون ملے گا ورنہ نہیں، عمل صالح کی بنیاد یہ ہے کہ گناہوں سے بچے۔

دوسری عبرت:

چچا اور ماسوں سے پردہ نہیں، اس کے باوجود اس آیت میں ان کا ذکر کیوں نہیں؟ اس کا ایک جواب تو پہلے بتا چکا ہوں کہ چچا اور ماسوں کو زنا باپ کے ہیں، اس لئے باپ کے ذکر میں یہ بھی شامل ہیں مگر بعض مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آیت میں سب محرم رشتہ داروں کی تفصیل بیان کرنے کے باوجود چچا اور ماسوں کا ذکر نہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ان سے بھی پردہ ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید وہ کبھی اپنی چیمکوں اور بھانجیوں کی شکل و صورت کا کہیں تذکرہ کریں اور ان کے بیٹے بن لیں اور اس سے ان کے قلب میں بد نظری کی رذلت پیدا ہو جائے۔

اگرچہ صحیح مذہب یہی ہے کہ چچا اور ماسوں سے پردہ نہیں مگر جن مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی پردہ کا حکم فرمایا ہے اور اس کی وجہ ارشاد فرمائی ہے وہ ایک بہت بڑا اور دلی عبرت ہے بشرطیکہ کسی کے پاس عبرت کی آنکھ ہو، اگر عبرت کی آنکھ نہیں تو عبرت کے جزاؤں قصوں سے بھی عبرت حاصل نہیں ہو سکتی، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوں گی بلکہ ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں:

﴿لَا يَأْتِيهِمْ لَقَىٰ آلِهَتِهِمْ وَلَا يَأْتِيهِمْ لَقَىٰ آلِهَتِهِمْ وَلَا يَأْتِيهِمْ لَقَىٰ آلِهَتِهِمْ وَلَا يَأْتِيهِمْ لَقَىٰ آلِهَتِهِمْ﴾

الشُّرُورُ ﴿۵﴾ (آب ۱۶-۱۷)

ترجمہ: ”یہ یعنی بات ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوں گی بلکہ سینوں میں رکھے ہوئے دل اندھے ہو جاتے ہیں۔“

● ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْنَ فِيمَا فَعَلْنَا مِن مَّا تَابَ عَلَيْنَا وَلَا أَنُودِيهِمْ وَلَا نَفْزِيهِمْ﴾

حُجُورِكُمْ مِنْ ذِكَابِكُمْ اَلَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَمْ
تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ آدَمَ الَّذِي مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاِنْ
تَجَسَّعْتُمْ بِهِنَّ فَاسْتَعِينُوا وَلَا مَآفَظَ سَلَفٍ اِنَّ رَبَّكَ
كَانَ عَظِيْمًا ذُو جَبَارٍ ﴿١٧﴾ (۱۷-۱۶)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان عورتوں کی تحصیل بتائی ہے جن سے نکاح حرام ہے ① ماں، دلدی اور نانی بھی اس میں داخل ہیں ② بیٹی، پوتی اور لدی بھی اس میں داخل ہیں ③ بہن ④ پھوپھی ⑤ خالہ ⑥ بھینجی ⑦ بھانجی ⑧ رضاعی ماں ⑨ رضاعی بہن، اس میں دوسرے رضاعی رشتے بھی داخل ہیں، مثلاً رضاعی بھینجی، بھانجی، پھوپھی، خالہ وغیرہ ⑩ ساس ⑪ بیوی کی بیٹی، بشرطیکہ بیوی سے صحبت کی ہو، اگر کسی عورت سے نکاح کیا مگر اس سے صحبت نہیں کی، صحبت سے پہلے ہی دوسرگی یا اس کو طلاق دے دی تو اس کی بیٹی حرام نہیں ⑫ بہو ⑬ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا، یعنی سالی اس وقت تک حرام ہے جب تک اس کی بہن نکاح میں ہے، بیوی کی موت یا طلاق کے بعد اس کی بہن حلال ہے، مقصد یہ ہے کہ سالی ہمیشہ کے لئے حرام نہیں۔

اس سے پہلے جو بارہ رشتہ مذکور ہیں وہ سب عورتیں ہمیشہ کے لئے حرام ہیں ایک اور قسم بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہے جس کا بیان اس آیت سے پہلی آیت میں ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا
قَدْ سَلَفَ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ عَلَيْهِمْ وَتَفْثًا وَّكَسًا سَبِيْلًا
﴿١٨﴾﴾ (۱۸-۱۷)

یعنی باپ کی بیوی، بھتیجہ اور عموں ان میں سے کسی کے ساتھ بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ اسلام اور عقل دونوں کا مقصد فیصلہ ہے کہ پردہ صرف ایسی عورت کو نہیں جو

بیٹھ کے لئے حرام ہے اور کسی صورت میں بھی اس سے نکاح نہیں ہو سکتا، اور ہر وہ عورت جس سے کسی وقت بھی نکاح کا امکان ہو اس سے پردہ فرض ہے، اس لئے خوب سمجھ لیں کہ قرآن کریم میں جو حیرہ قسم کی عورتوں کو بیٹھ کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے ان کے سوا ہر عورت سے نکاح صحیح ہے، چنانچہ حرمت کی تفصیل بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہے:

﴿وَأَيُّكُمْ مَّا وَزَّاهُ ذِكْرُكُمْ﴾ (اب - ۵ - ۱۱)

تشریح: جن عورت کے سوا باقی سب عورتیں حلال ہیں، اس لئے ان پر پردہ فرض ہے۔

ایک جہالت کی اصلاح:

جاہلوں میں مشہور ہے کہ چلی اور ممانی اور بھتیجی کی بیوی اور بھانجی کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، اس لئے سمجھتے ہیں کہ شوہر کے چچا اور ماموں اور اس کے بھتیجے اور بھانجی سے شرفاً پردہ نہیں، یہ سخت جہالت ہے قرآن کریم میں ان عورتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، یعنی شوہر کے چچا، ماموں اور بھتیجے، بھانجی کی وفات یا طلاق کے بعد ان کی بیوی سے نکاح جائز ہے، دیکھتے جہالت کتنی بڑی ہلا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کی ہوئی عورتوں کو حرام بنا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہے ہیں، نعوذ باللہ من ذلك خوب یاد رکھیں اور دوسروں تک پہنچائیں کہ شوہر کے چچا اور ماموں اور اس کے بھانجی اور بھتیجے سے پردہ فرض ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں پردہ کی پابندی؟

● ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ لِمَنْ طَعَامٌ غَيْرَ سَبِيلٍ إِنَّهُ وَلَكِنَّ إِنْكَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْصَرُوا﴾ (اب - ۱۱ - ۱۲)

سنئے! قرآن کیا کہتا ہے:

”اے ایمان والو! نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر میں داخل مت ہوتا۔“

یہ کن لوگوں سے خطاب ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت سے، جن کے مقدس کا بیان اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار فرماتے ہیں، ان کو حکم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مت جانا، مائیں ہیں وہ بھی یکسی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَذَهَبَ عَنْكُمْ آلُ الرَّسُولِ لَعَلَّ الْيَتَامَ وَطُفُولَهُ يَتَظَاهَرُوا﴾

(آلہ ب ۲۲، ۲۳)

تَوَجَّهَتْ: ”اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویاں ہم نے تم سب کو پاک کر دیا ہے۔“

جس کو اللہ پاک کر دے کیا اس میں کوئی فریابی آ سکتی ہے؟ وہ پاک عورتیں ہیں، اور جانے والے کون؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو یہ حکم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مت جانا۔“

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا لَا يَدْخُلُونَ لَكُمْ بُيُوتَكُمْ أَنْ تَطْعَمُوا﴾ (آلہ ب ۲۲ - ۲۳)

اگر کھانے کے لئے جانا جائے یعنی کھانے کی کوئی دعوت ہو تو کھانے کے لئے جاؤ، مگر اس کے کیا آداب ہیں؟ پہلے سے جا کر نہیں بیٹھ جاؤ۔

﴿وَلَا يَكُنْ لَكُمْ دُيُوتُمْ فَإِنْ دُخِلَتْكُمْ﴾ (آلہ ب ۲۲ - ۲۳)

تَوَجَّهَتْ: ”جب بلایا جائے اس وقت نہ بچو۔“

پھر:

﴿فَإِنْ طَعِمْتُمْ فَلَا تَسْرِعُوا﴾ (آلہ ب ۲۲ - ۲۳)

تَوَجَّهَتْ: ”جب فارغ ہو جاؤ تو جلدی سے نکل جاؤ۔“

وہاں بیٹھ کر باتیں نہ شروع کر دو، بیٹھے مت رہو، اس کی وجہ سمجھ میں آئی؟ یہ علم کیوں؟ وہاں تو پردہ ہے، پردہ سے کھلایا جا رہا ہے، پھر کیوں کہا جا رہا ہے کہ وقت سے پہلے مت جاؤ اور کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو فوراً نکل جاؤ! وہاں بیٹھ کر باتیں نہ کرو، مجلس ہنسی نہ کرو، بلکہ جلدی سے نکل جاؤ، نہ پہلے سے جا کر بیٹھو نہ بعد میں فارغ ہو کر بیٹھے رہو کیوں؟ اس لئے کہ اگر مستورات آپس میں بات و فیصرہ کریں گی تو ان کی آواز کان میں نہ پڑ جائے، کیا کوئی اور مطلب ہو سکتا ہے؟ یہ ادب اس لئے سکھا دیا کہ اگر زیادہ دیر تک کرواں بیٹھے رہے تو مستورات کی آواز کانوں میں پڑنے کا خطرہ ہے، اس لئے جس پردہ بھی بقدر ضرورت بیٹھو، ضرورت سے زائد نہ بیٹھو۔

قرآن کے باغیوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدمہ:

میں اس قرآن کے احکام بتا رہا ہوں جسے آپ لوگوں نے لٹو کھانے اور چائے پینے کا حصہ بنا رکھا ہے۔

اس قرآن کریم میں جتنے بھی حروف ہیں ان میں سے ایک ایک حرف پر آپ لوگوں نے ”طوائف“ میں کم از کم دس دس پیاپی چائے پی ہوئی اور اسے ہی لٹو کھائے ہوں گے، لہذا احکام قرآنی پر عمل کرنا تو دور کناد اتنی ”طوائف“ کے بعد بھی یہ جو احکام بتا رہا ہوں کبھی آج تک آپ نے سنے بھی ہیں؟ آپ تو بس سمجھتے ہیں کہ بڑا اچھا قرآن دیا ہے، قربان جاؤں اللہ تعالیٰ کے، یاد رکھئے! ایک روز حساب ہوگا، پوچھا جائے گا کہ قرآن کا کیا مقصد سمجھتے تھے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں شکایت کریں گے:

﴿وَسَرَّ بِنَا قَوْمِي أَنْقَضُوا هَذَا الْقُرْآنَ مِمَّنْ حُورِكَ﴾ (اب ۶-۳۰)

”تو مجھ کو ”مے میرے رب! میری امت نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا۔“

لہذا سوچئے اس وقت آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟

اللہ جانے کتنے اللہ نہیں گئے۔

آج کے مسلمان میں ایمان کتنا ہے؟

﴿وَمِنَ الَّذِينَ مَنَ يَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفْئَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَفْئَادُهُمْ بِمَا آمَنُوا بِهِ﴾ (۲۶ - ۲۷)

مگر حقیقت یہ ہے کہ لوگ دنیا میں ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی نسبت غیر سے زیادہ محبت ہے اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔“

بڑی سی اچھی اور بہت مفید بات اللہ تعالیٰ نے کھلواری، ذرا اپنے ایمان کا محاسبہ کر لیجئے اور مایہ امیدوں نے بہت سے اللہ بنا لئے ہیں، اور ان کے ساتھ ان کو محبت ہے، مگر جن کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری دنیا کی نسبت زیادہ محبت رکھتے ہیں، اب سوچئے! جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم شریعت کے مطابق پردہ نہیں کریں گے یا نہیں کر سکتے، ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ محبت ہے یا اپنے خاندان والوں کے ساتھ زیادہ ہے؟ ذرا یہیں بیٹھے بیٹھے ایمان کا محاسبہ کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ ایمان کی درجہ میں ہے؟ بات کچھ دل میں اتر رہی ہے؟ اللہ کرے اتر جائے، اللہ تعالیٰ نے معیار بتا دیا کہ مؤمن وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری دنیا کی نسبت زیادہ محبت ہو، مگر لوگوں کی اکثریت ایسی ہے کہ انہوں نے بہت سے اللہ بنا رکھے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتنی محبت نہیں جتنی دوسرے خداؤں کے ساتھ ہے، خاندان کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو غرض کیا جا رہا ہے، تو بتائیے کہ ایمان کہاں ہے؟

مسلمان کو قرآن سے فصاحت کیوں نہیں ہوتی؟

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۲۷ - ۲۸)

تشریحاً: ”آپ نصیحت کریں مومنین کو ضرور فائدہ دیتی ہے۔“

اب ذرا سوچا جائے کہ آج کے مسلمان کو قرآن سے نصیحت کیوں نہیں ملتی؟ قرآن کی بات دل میں کیوں نہیں اترتی؟ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ نصیحت ضرور فائدہ دیتی ہے، اور حقیقت میں فائدہ نہیں رہا تو سوچا جائے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد لفظ تو نہیں ہو سکتا مگر فائدہ کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں:

● یا تو جو بات کہی جا رہی ہے، وہ نصیحت ہی نہیں، یعنی کہنے والے میں اخلاص نہیں، اگر کہنے والا اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں کہہ رہا، اس میں فکر آخرت نہیں، قلب میں درد نہیں، ویسے ہی رسم و رواج کے طور پر، دستور کے طور پر یا دکھلاوے کے لئے کہہ رہا ہے، تو اس کا کہنا نصیحت نہیں، اس لئے اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

● یا سننے والے مومن نہیں، نصیحت مومنین کو فائدہ دیتی ہے، اور صرف انہی کے دلوں پر اثر کرتی ہے، جس میں ایمان نہیں اس پر نصیحت کوئی اثر نہیں کرتی، سننے والوں میں ایمان کامل ہو، توجہ ہو، آخرت کی فکر ہو، ایمان کی خاطر سننے بیٹھے ہوں تو نصیحت فائدہ دے گی، اگر ان میں عمل کرنے کا ارادہ نہیں، طلب نہیں، تحریک نہیں تو نصیحت فائدہ نہیں دے گی۔

وَعَا بَا زِ مَسْلَمَانِ:

بات دراصل یہ ہے کہ ہر دو کی بات تو آج کے مسلمان کے دل میں اترتی ہی نہیں، نماز کے لئے کہا جائے، چڑھ لیں گے، روزے دکھ لیں گے، صدقہ و خیرات بھی کر دیں گے، بیچ سورہ بھی چڑھ لیں گے، بیٹھی بیٹھی باتوں پر عمل کر لیں گے، اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ تو کیا چڑا کریں گے لیکن ان کی جان رہانی نہیں چھوڑیں گے، یہ کڑوا محنت ملحق میں نہیں اترتا، خود غور کیجئے سوچئے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے یا نہیں؟

سہ ساتھ غیروں کے میری قبر پر آتے کیوں ہو؟
 تم جلاتے ہو مجھے تو جلاتے کیوں ہو؟
 اگر جلاتے کا دعویٰ کرتے ہو، محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر محبت اور پھر مہربانی
 سے میرا دل کیوں دکھاتے ہو؟ ایک بچی اسکول کی کسی کتاب میں یہ شعر پڑھا ہی تھی۔
 سہ نام پہ تیرے جان فدا ہو
 کوئی نہ دل میں تیرے سا ہو
 یہ دھوکے کی باتیں ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا کہ ان کے حال کے مطابق یہ شعر
 یوں ہونا چاہئے۔

سہ نام پہ تیرے جان فدا ہو
 حکم نہ میرا اک بھی ادا ہو
 آج آپ لوگ یہ دعا مانگ لیں کہ یا امضا قرآن کریم کے ساتھ جو دھوکے کا
 معاملہ چل رہا ہے، اس سے تو ہماری حفاظت فرما قرآن کی لذت عطا فرما، قرآن کے
 ساتھ سچی محبت عطا فرما، اس کے ساتھ حقیقی عطا فرما، اس کی عطاوت عطا فرما اس کے
 احکام پر عمل کی توفیق عطا فرما۔
 قرآن سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل ہونا چاہئے، یہ کوئی لکھنا
 ہے، بہت مشکل، بڑی کمزوری ہے، چچا زاد سے پردہ، چھوٹی زانو سے پردہ، ماسوں زاد
 سے پردہ، خالہ زاد سے پردہ، دیر سے پردہ، جینو سے پردہ، بیٹوئی سے پردہ، ننھوئی
 سے پردہ، اس کوئی پرستی ہی شکر چہ حاجت حاکر لکھوائیں مگر پھر بھی لکھنا بہت مشکل ہے،
 ہاں اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں تو کوئی مشکل نہیں، جب ان کی دیکھیری ہوتی ہے تو پھر دل کی
 کاپی لپٹ جاتی ہے اور یہ حالت ہو جاتی ہے۔

سہ سارا جہاں ناراض ہو پردانہ نہ چاہئے
 نہ نظر تو مرضی جانا نہ چاہئے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ

کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

مخلوق کی رضا مندی جہنم سے نہیں بچا سکتی:

جن کے خوف سے، جن سے ڈر کر، جن کی مروت میں آپ پر وہ نہیں کرشمے، تو کیا آپ کو جہنم میں جانے سے وہ لوگ روک لیں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ ہذر گھج ہوگا، قبول ہو سکے گا کہ میرا نکالنا مرض ہوتا تھا، نکالنا مرض ہوا تھا، نکالنا کی محبت میں نکالنا کی مروت میں، نکالنا کے خوف سے میں نے پر وہ نہیں کیا تھا۔

﴿يَا ذُرِّيَّتَیْ أَلْقِیْوْا مِمَّا فِیْ بُطُونِکُمْ اَلَّذِیْنَ هُمْ یَرْوُاۤہُ الْعَذَابُ

وَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّہُمْ لَیْسَ بِہُمْ اَلْاَسْتِہْبَاطُ ﴿۱۶۱﴾﴾ (۱۶۱-۱۶۲)

وہ دن آنے والا ہے کہ جن لوگوں کے اجراع میں ہمارے احکام کی خلاف ورزی کی جاتی ہے، گناہ کا عزم دینے والوں اور ان کا اجراع کرنے والوں کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے، وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، وہاں پھولنے یہ کہیں گے کہ بڑوں کی وجہ سے ہم نے پر وہ نہیں کیا، اور بڑے کہیں گے کہ ہمارا ان پر بس تمہارا ہی چل تھا، ہم تو گناہ کی مروت ہی دیتے تھے، گناہ تو یہ خود ہی کرتے تھے، ہم نے ان سے زبردستی تو گناہ نہیں کروائے تھے، فرمایا:

﴿وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِیَّکَ اللّٰہُ وَعَذٰبُکُمْ

وَعَذٰۤلَتِیْ وَوَعَدْتُکُمْ فَاَلْقٰتْکُمْ وَّمَا کَانَ لِیْ عَلَیْکُمْ مِّنْ

شَیْءٍ اِلَّا اَنْ تَعْبُدُوْکُمْ فَاَسْتَعْجِلْتُ لَیْ فَلَآ تَلُوْثُوْنِ وَلَوْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ مَّا اَنَاۤ اَبْسَرُ بِمَضْرِیْہُمْ

اِلَّا سَکَرْتُ مِمَّا اَشْرَکْتُکُمْ مِّنْ قَبْلِ اِنَّ الْفٰطِنَ لَیَبْیْتُ

لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۶۲﴾﴾ (۱۶۲-۱۶۳)

تَنْكِحُكَ: ”مگر جب تمام مقدمات فعل ہو چکیں گے تو شیطان کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے بچے وعدے کیے تھے اور میں نے بھی کچھ وعدے تم سے کئے تھے سو میں نے وعدے تم سے خلاف کئے تھے اور میرا تم پر اور تو کچھ زور چلا نہ تھا، مگر اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے میرا کہنا مان لیا تو تم مجھ پر طاعت مت کرو اور طاعت اپنے آپ کو کرو، نہ میں تمہارا مددگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بچ رہا ہوں کہ تم اس کے قتل مجھ کو شریک قرار دیتے تھے، یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

شیطان تو یہ کہہ دے گا: ”میری تم پر کوئی قدرت نہیں تھی، بس نہیں چلا تھا، میں تو تخلیق ہی کرتا تھا تم نے اپنے اختیار سے برے فعل کئے، اس لئے اب تم مجھے طاعت نہ کرو، بلکہ اپنے آپ ہی کو طاعت کرو، نہ میں تمہیں جہنم سے بچا سکتا ہوں اور نہ تم مجھے بچا سکتے ہو، تم نے جو مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں میرا حکم مانتے تھے، میں اس سے بڑا ہوں، یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔“ اب سارے اکٹھے ہی جہنم میں جائیں گے، دنیا میں ابھی اکٹھے تھے، اور جہنم میں بھی اکٹھے ہی رہیں گے۔ یا اللہ! وہ دن آنے سے پہلے پہلے تو فکر آخرت عطا فرما، یا اللہ! حساب و کتاب سے پہلے ہمارے قلوب میں تو اس کی فکر عطا فرما دے، اور ہمیں اپنی عاقبت جاننے کے لئے اپنے احکام پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

وہ۔

یہ ہے بڑی کڑوی گولی لیکن کسی نہ کسی طرح شکر چڑھا کر اسے نگل جائیے، اور لگنے کے بعد پھر دیکھئے کیا حرا آتا ہے، ایک بار نگل جائیے، یا اللہ! تو نگھوادے، کسی نہ کسی طرح سے نگھوادے۔

دنیا میں جنت کے مزے کیسے حاصل ہوتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی خاطر جو شخص دنیا کے تعلقات کو چھوڑ دیتا ہے اس کو دنیا ہی میں جنت کے مزے آجاتے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے وطن آخرت کے لئے، آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے دنیا والوں کو چھوڑ دیا، ان سے مزہ سوا کیا وہ کامیاب ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایسے سرور اور ایسی لذت سے نوازتے ہیں کہ دنیا بھر کی لذتیں اس کے سامنے گرہیں۔

سے لطف سے تجھے کیا کہوں زاہد

ہائے اکہبت تو نے پی ہی نہیں

ذرا پی کر تو دیکھو، ذرا اس کی لذت حاصل کر کے تو دیکھو، یا اللہ! تو ہمیں بلو فرما دے، پردہ کی آیت سورہ نور میں نازل ہوئی اللہ کرے سورہ نور سے نور مل جائے، یا اللہ! تو سورہ نور سے ہمیں اپنا وہ نور عطا فرما جس کے سامنے دنیا بھر کے تعلقات و اعتراضات سب کا نور ہو جائیں، ہمارے دلوں میں یہ نور اتار دے جو تمام غلغلات کی کاغذ کر دے، سورہ نور میں عورتوں کو خاص طور پر خطاب فرما کر پردہ کے احکام بتائے گئے ہیں: "اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مؤمن عورتوں سے بھی فرما دیجئے کہ" آپ یہ فیصلہ خود کر لیں کہ "مومنات" کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟ دلوں میں ایمان کی کوئی دھل ہے یا نہیں؟ یا اللہ! تو سب کو مومنین و مومنات کی فہرست میں داخل کر دے، ایمان کامل عطا فرما، قرآن کریم پر اعتماد و عقائد عطا فرما، عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آج کے مسلمان کا دل ڈاکو سے بھی سخت ہے:

فصیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے مشہور بزرگ گزروے ہیں، یہ پہلا بہت بڑے ڈاکو تھے، ایسے خطرناک اور مشہور ڈاکو کہ قافلے ان کی خبر سن کر وہاں سے

چھوڑ دیتے تھے، ان کو کبھی عورت سے عشق ہو گیا، اس عورت کو اس کے مکان سے اٹھا کر لے جانے کی غرض سے محن کی دیوار پر چڑھے، اندر کوئی عورت کر رہا تھا، اس نے آیت پڑھی:

﴿اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ فُتِنَ مِّنْهُمۡ لِّیُصْغِرُوْا اَلْوۡ وَّیَاۤءَ ذٰلِکَ

مِنَ التَّنۡزِیۡهِ ۝۱۷۰﴾

”کیا ابھی ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کا ذکر اور قرآن کریم سن کر نرم ہو جائیں۔“

فضیل بن عیاض کے کان میں یہ آواز پڑی، ان کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہیں سے ”ہلیٰ قد ان ہادوب ہلیٰ قد ان ہادوب“ ہاں میرے رب وقت آگیا، ہاں میرے رب وقت آگیا“ پکارتے ہوئے ”اے اللہ! لوٹ آئے اور ایسی توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی محبت کا تعلق جوڑا کہ مشہور اولیاء اللہ کی صفت میں جا پہنچے۔ ذرا غور کیجئے آج کے مسلمان کا دل اس زمانہ کے ڈاکوؤں کے دلوں سے بھی زیادہ سخت ہے کہ اس پر قرآن کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس قوم پر رحم فرمائیں، اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کریں کہ یا اللہ! میری وہ رحمت جس نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل کی گایا پلٹ دی وہ رحمت ہمارے دلوں پر بھی نازل فرما۔

بے پردگی دین کی کھلی بغاوت ہے:

آج مسلمان کے دل میں نیکی کا معیار صرف یہ رہ گیا ہے کہ اوراد و وظائف اور نوافل و تسبیحات زیادہ پڑھے، یہ نفس اور شیطان کا دھوکا ہے نیکی کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایتی اور بغاوت سے توبہ کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”انق العمارم تنکن اعین الناس“ (رواہ الترمذی)

”تکوڑھ کر“ ”گناہوں سے بچو تو سب سے بڑے عابد شمار ہو گے۔“

خاص طور پر بے پردگی کا گناہ دوسرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ:

① یہ عطا یہ گناہ ہے یعنی کھلی بغاوت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”کل اعنى معافى الا المجاهرین“ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: ”بھری پوری امت معافی کے لائق ہے مگر عطا یہ گناہ کرنے والے معافی کے لائق نہیں۔“

دیوبندی حکومتوں کے قانون میں بھی عطا یہ بغاوت کرنے والوں کو بھی معاف نہیں کیا جاتا پھر بغاوت کی سزا بھی کیا ہے؟ موت۔

② بے پردگی کا گناہ صرف بے پردہ عورت تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کی وجہ سے جو بے حیائی اور بے معاشی پکھلتی ہے پوری قوم اس کے دیوبند، بال اور اخروی عذاب کی پینٹ میں آ جاتی ہے، اس گناہ کے نتیجہ میں طرح طرح کے فتنے جنی کہ قتل تک کی واردات کا عام مشاہدہ ہو رہا ہے۔

بے دین معاشرہ کا مقابلہ کرنے والے:

بے دین معاشرہ اور بے ماحول کے مقابلہ میں امت والوں کے حالات سے سبق حاصل کر کے امت بلند کریں، پہلے بتا چکا ہوں کہ بعض خواتین امریکا میں گاڑی چلا کر تھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت نے وہ بگیرنی فرمائی تو پردہ کی ایسی پابند ہو گئیں کہ آج کے مولو ہیں اور ویدر گھرانوں میں بھی اس کی مثالیں نہیں ملتی۔

ایک خاتون کے سینکے والے ہندوستان میں ہیں وہ عرصہ کے بعد ملنے گئیں اور بہنوئیں سے پردہ کیا، بہنوں نے بہت خوشامد سے کہا کہ ہمارے شوہر باراض ہو جائیں گے، اور سخت تکلیف پہنچائیں گے، ہماری زندگی تباہ ہو جائے گی، والدین نے بھی سمجھائے کہ کوشش کی کہ بہنوں کی حالت پر رحم کھاؤ، بہنوئیں سے پردہ مت کرو، اس خاتون کی ہمت دیکھئے نہ ب میں کہا کہ میں بہنوں کی دیوبند زندگی بتاتے کے

لئے اپنی عاقبت پر ہاتھ نہیں کر سکتی اور بیویوں کو راضی کرنے کے لئے اپنے مالک کو ناراض نہیں کر سکتی۔

ایک خاتون نے میرا صرف ایک دھکا ”زندگی کا گوشوارہ“ پڑھ کر لکھا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے بہت سے گناہوں سے بچا لیا اور بہت سے گناہوں سے چھٹکارا بیٹھ کے لئے حاصل ہو گیا، اللہ کے فضل و کرم سے میں نے تہہ کر لیا ہے کہ ان شاء اللہ آئندہ کسی غیر محرم کے سامنے نہیں جاؤں گی۔“ اللہ کی رحمت سے ان کے دل پر صرف ایک دھکا پڑنے کا یہ اثر ہوا ہے، یا اللہ! تو دن و رات سنے والیوں کے دل پر بھی یہی رحمت فرما۔

ایک بچی نے دس گیارہ سال کی عمر میں بچا زاد اور خالہ زاد وغیرہ قریب تر نامحرم رشتہ داروں سے پردہ کر لیا تو خاندان کے سرداروں اور عورتوں نے سخت اعتراض کیا اور دھمکی دی کہ پردہ خاندان تم سے کت جائے گا، بچی کا جواب سننے اس نے بڑے جوش سے یہ اشعار پڑھے۔

سہ سارا جہاں غاراش ہو پردا نہ چاہئے

مہ نظر تو سریشی جانا نہ چاہئے

بس اس فکر سے دلچہ تو کر یہ فیصلہ

کیا کیا تو کرتا چاہئے کیا کیا نہیں چاہئے۔

یہ ہے کرامت، بھلا اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہو سکتی ہے کہ اپنے مالک کی رضا جوئی کے لئے اپنے نفس کی تمام خواہشات اور دنیا بھر کے تمام تعلقات کو قربان کر دیا جائے، اس کرامت کے سامنے ہوا میں اڑنے اور سمندر کی سطح پر چلنے جیسی کرامتوں کی کوئی حقیقت نہیں، کرامت کی روح یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی محبت دل کی گہرائیوں میں اتر جائے جس کی بدولت دنیا بھر کے مقابلہ میں دین پر استقامت نصیب ہو جائے، یا اللہ! تو اپنی رحمت سے ہم سب کو اس کرامت سے نواز دے، یہ کرامت

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کرامت بھی ہے ان کو ہر وقت ایسی عظیم کرامت حاصل تھی، اس لئے ان سے دوسری کرامتیں زیادہ منقول نہیں۔

ایسی بات طواغیت کا ایک اور قصہ سنئے کسی نے ان کے حالات پر چہ میں لکھ کر دیئے ہیں، یہ پرچہ ہی سن لیجئے۔

”آج خطا لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہوا ہے اپنے مرشد کے ہاتھ پر کہ میں زندگی کے آخری سانس تک گمانے بھانے کی لعنت چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو اور تصویروں کی لعنت خواہ وہ کسی کی ہو ہرگز ہرگز نہ تو خود نہ کسی بچے کو لانے دوں گا، نہ ایسے گمراہوں میں کسی بچہ یا بچی کا رشتہ کروں گا جن کے ہاں یہ لعنتیں ہوں گی، اور نہ کسی بچہ یا بچی کو اسکول کے دروازہ تک بھی جانے دوں گا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تمہیں بیٹوں وہ خبیثوں کے رشتے میری خواہش کے مطابق ہوئے، لیکن ماحول نے ایسی جانتی بچہ دہی کہ دوسرے رشتہ دار مختلف بیٹوں کے سارے، سامان، ان کے سسر، ساس کے رشتہ دار اور میرے اپنے ہی بہت سے رشتہ دار میری دلو میں رکاوٹ بننا شروع ہو گئے، شرعی پردہ بھی درہم برہم ہونے لگا، اور دوسری رسومات بھی چوری چھپے ہونے لگیں، ویسے ہم گھر میں چھوٹے بڑے ہیں افراد ہیں، ایک بھلا شخص، دہتے ہیں، اس شخصے ایک ہی چہرے پر پکاتے کھاتے ہیں، کسی قسم کا آبس میں کبھی ساس بہو و پردانی، جھٹائی کا کبھی کوئی جھٹکا آج تک نہیں ہوا، میرا بیٹن ہے کہ یہ میرے بزرگوں کی محبت کی برکت ہے، ایک طرف میں اکیلا دوسری طرف رشتہ داروں کا ٹولہ، کوئی کہتا ہے کہ دلو پر دلو کی ساری دیکھیں یہ کہاں کا مولوی آگیا شتم کرنے والا، کوئی کہتا ہے کہ اسے فلاں مولوی حافظ کے گھر ٹیلی ویژن ہے، یہ ایسی سخت پابند یاں لگا تا ہے، میرے آقا! دل میں جو تکلیف ہوتی ہے چیر پھا کر کس کو دکھاؤں؟ اللہ تعالیٰ کے حضور رانے کے علاوہ اور میں اور کیا کیا کرتا رہا، کافی دن تک حضرت صاحب کی مجلس میں سارے گھر والوں کو لے جاتا رہا، لیکن بات نہ بنی ایک دن

آپ کے ہاں جمو کی نماز سے فارغ ہو کر اسی سوچ و فکر میں بیٹھا تھا کہ اسے میرے اللہ! اب میں کون سی تدبیر کروں؟ کیا کروں؟ میرے بس سے کام باہر ہوتا جا رہا ہے، میرے اللہ! اگر آپ میری حد نہیں فرمائیں گے تو میں چاہتی ہوں جاؤں گا، ٹھوڑی دیر سوچنے پر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ آج ہی سب گھر والوں کو حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں لاؤں، بس فوراً گھر گیا اور کہا میرے پیارے بیٹو بیٹیو! کیا آج مفتی صاحب کا بیان سننے کے لئے مفتی صاحب کے ہاں میرے ساتھ چلو گے؟ سب نے خوشی سے کہا، ہاں ہاں! ضرور چلیں گے، میں نے کہا اچھا پھر چھاری کرو، صبر کی نماز وہاں پڑھنی ہے، سب لوگ آ گئے، اللہ تعالیٰ کو میری لاج رکھنی تھی، آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ آج گانے بجانے، تصویر کی عمت اور شرعی پردہ پر بیان ہو، ایک خاتون کے خط کا حوالہ بیان فرما کر آپ نے بیان شروع فرمایا کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ کی بات نہیں کرتا، اس دور کی ایک خاتون میرا مطبوعہ حقا "نزدیکی کا گوشوارہ" پڑھ کر مجلس میں آئے بغیر توبہ کر لیتی ہے تو آنے والیاں نہیں کر سکتیں؟ میرے آقا! آپ بیان فرما رہے تھے اور میں دل ہی میں اتنا خوش ہو رہا تھا اور ایک سانس میں کئی کئی بار دل میں یوں کہہ تھا، اے اللہ! اے اللہ! تیرا کس زبان سے شکر ادا کرو، تو نے تو آج مجھ پر صبر بانٹوں کی بارش ہی برسا دی، بلکہ کئی دن تک چلتے پھرتے بھی یہی وظیفہ جاری رہا، کیونکہ میرے آقا! جب میں عشاء کے بعد گھر گیا تو میری بہو بیٹیاں توبہ کر چکی تھیں، چھوٹے چھوٹے دیہڑوں سے بھی پردہ کئے ہوئے تھیں، بس رنگ بدلا ہوا تھا، جس رنگ کے لئے میں برسوں کو کوشش کرتا رہا اور کام اللہ تعالیٰ نے آپ سے چند منٹوں میں کر دیا، اور رنگ میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، برکت ہی برکت ہو رہی ہے، اب یہ میرے تین بیٹوں کی بیویاں اور ایک میری بیٹی جس کی عمر گیارہ برس دس مہینے ہے، بار بار کہتی ہے کہ ابا بہت ہی دلی چاہتا ہے کہ مفتی صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کر لیں، میں نالارہتا ہوں کہ مریدِ مردود کے مانند ہوتا

ہے، مرید بن کر اپنی مرضی سے کوئی بھی خوشی جی کی نہیں کر سکو گی، اگر ایسا کیا تو پھر رشو ٹوٹ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں خوب سوچ لو لیکن یہ کہتی ہیں کہ ہم تو سب کچھ قربان کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ آخری سانس تک سب نہیں گے انہوں نے آج مجھے خط لکھنے پر مجبور کر دیا، یہ کہتی ہیں کہ ہمیں تو اتنی محبت ہو گئی ہے کہ پھر کے دن بھی مجلس میں ہم کو حوصلہ دے تو بڑی خوشی ہوگی، میں نے ان سے آج وعدہ کر لیا ہے کہ آج انشاء اللہ بعد نماز ظہر حضرت جی کی خدمت میں خط پیش کروں گا۔

ہمت کے ایسے واقعات دیکھ کر اور سن کر سوچا کریں کہ آخر یہ خواتین بھی تو اسی ماحول اور اسی معاشرہ میں ہیں جس میں آپ ہیں، پھر ان کو تو ہمت ہوگئی مگر آپ کو ہمت کیوں نہیں ہو رہی؟ آخرت میں اس کا کیا جواب ہوگا؟

ان باہمت خواتین کے حالات سے سبق حاصل کرنے کے ساتھ یوں دعا بھی کیا کریں یا اللہ! جو ہمت تو نے ان خواتین کے دلوں پر نازل فرمائی وہ ہمارے دلوں پر بھی نازل فرما۔ یا اللہ! تیری وہ دلچسپی جس نے ان خواتین کے دلوں کو اتنا مضبوط بنا دیا ہے کہ ان کی نظر میں دنیا بھر کے تعلقات کی کوئی وقعت نہیں رہی، ہمارے ساتھ بھی ایسی دلچسپی فرما، یا اللہ! ان خواتین کے دلوں میں جو تو نے اپنی محبت کی ایسی دولت اور ایسی لذت عطا فرمائی ہے کہ اس پر دنیا بھر کی محبتیں اور دنیا بھر کی تمام لذتیں قربان ہو جائیں، تیری اس رحمت کے صدقہ سے تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں بھی اپنی محبت کی یہ دولت اور لذت عطا فرما۔

دینی مسائل سے لوگوں کی غفلت:

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ تو ہم نے پہلے بھی سنا ہی نہیں، سنیں بھی کیسے؟

۷۔ انہوں نے دین کب سیکھا ہے وہ کر شیخ کے گھر میں

پنے کانچ کے پتھر میں مرے صاحب کے دفتر میں

وہ ایسے کہہ دیتے ہیں جیسے پیدا ہونے کے بعد کسی خانقاہ میں پلٹے رہے ہوں،

تیس سال دینی مدرسہ میں اور پچیس سال گزار دیے خانقاہ میں اور علماء کی صحبت میں

بیٹھ کر مسئلے سمجھتے رہے، اور کتنی ہی کتابیں ہم نے مسائل کی پڑھاؤ لیں، پھر بھی ہم نے

یہ مسئلہ نہیں سنا، کوئی ایسی بات ہوتی تو کوئی کہے بھی، ادا سوچنے! زندگی کیسے گزر رہی

ہے؟ بے دین لوگوں کو چھوڑ دیے، دیندار لوگوں کو بھی مسئلہ پوچھنے کی توفیق ہوتی ہے؟

اور پوچھیں گے تو کیا؟ ”وراثت“ والد کا انتقال ہو گیا ہمیں وراثت میں کتنا حصہ ملے

گا؟ پاپ ہمیں گئے تو کیا؟ ”طلاق“ تین ملاقیں رہے کر بیوی خود حرام کر لی پھر ہم سے

پوچھنے آتے ہیں، بھلا ہم حرام کو کیسے حلال کر دیں؟ بس لیکن وہ مسئلہ رہ گئے، وراثت کا

اور طلاق کا، باقی اسلام سے کوئی مطلب نہیں، سوائے لوگوں کو کیا معلوم کہ مسائل کیا

ہوتے ہیں، ہاں جب ان کو مسئلہ بتائیں تو کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ تو ہم نے بھی سنا ہی

نہیں، سنو گے کب؟ جب دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں، آخرت کی فکر ہی نہیں تو

مسئلہ کیسے سنو گے؟

بد نظری کی حرمت پر اشکال کا جواب:

میں ایک ہر حسب معمول ہاتھ میں قہر راز کے لئے گیا تو وہاں ایک شخص نے

اشکال پیش کیا کہ غیر عرم کی طرف نظر سے کیوں روکا جاتا ہے جبکہ اس میں کوئی ایسا

عمل نہیں جس سے کسی کی کسی چیز میں غل امدادی ہو اور اسے نقصان پہنچتا ہو، جیسا

کہ چور جب تک کسی کے مال پر دست درازی نہیں کرتا اس وقت تک اس پر کوئی

گرفت نہیں۔

میں نے ان کو سمجھا دیا تو بعض اعلیٰ بات ان کی سمجھ میں آگئی، اور وہ مطمئن ہو گئے

میں نے ان کو حرمت نظر کی پانچ وجوہ بتائیں۔

حرمت نظر کی پانچ وجوہ:

پہلی وجہ:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہم سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اس کی حکمت معلوم ہو سکے یا نہ ہو سکے، بہر حال بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کی تعمیل فرض ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محرم عورت کو دیکھنے سے بہت سختی سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَحْضَرُوا مِنْ أَنْصَابِهِمْ وَيَحْفَظُوا
فُرُوجَهُمْ﴾ (پ. ۱۸، ص. ۳۰)

اس کے بعد عورتوں کو مستقل خطاب ہے:

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَحْضَرْنَ مِنْ أَنْصَابِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ
فُرُوجَهُنَّ﴾ (پ. ۱۸، ص. ۳۰)

اس آیت پر متصل بیان ہو چکا ہے، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

سنئے، اس مضمون کی حدیثیں بہت زیادہ ہیں، صرف چند حدیثیں بیان کرتا ہوں:

❶ نظر شیطان کا زہریلا تیر ہے، جس کی کسی غیر محرم پر نظر پڑی اور اس نے اپنے اللہ کے خوف سے فوراً نظر ہٹالی اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان کی حلاوت پیدا

فرماتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی والحاکم وقال صحیح الاسناد)

❷ جس نے غیر محرم سے نظر پھیر لی اس پر انعام کے طور پر اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت سے نوازتے ہیں جس کی حلاوت اس کے قلب میں محسوس ہوتی ہے۔ (رواہ

حضرات فقہاء و رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مہجرت کے مہرین لہاس کو دیکھنا منع ہے، اس لئے کہ اس سے قلب میں شہوت پیدا ہوتی ہے۔“

شیطان کا اثر انسان کے تین اعضاء پر بالترتیب ہوتا ہے، آنکھ، دل، شرم گاہ یعنی نافر سے دل میں شہوت پیدا ہوتی ہے اور وہ ہیکاری تک پہنچاتی ہے۔

❶ بد نظری آنکھ کا زنا ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم)

❷ بد روز قیامت ہر آنکھ روئے کی مگر جو بد نظری سے بچی، اور جو اللہ کی راہ میں جاگی، اور جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے کبھی کے سر کے برابر آنسو نکلا۔ (رواہ الاصبہانی بحوالہ الترغیب والترہیب)

❸ تم جو چیزوں کی پابندی کرو تو میں تمہارے لئے جنت کا خاصہ بنوں:

❶ مہجرت نہ ہو (۲) کلمات میں غیبات نہ کرو (۳) وعدہ خلافی نہ کرو (۴) آنکھوں کی حفاظت کرو (۵) ہاتھ زنا کاموں سے ہاتھوں کو روکو (۶) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ (رواہ احمد و ابن حبان و صحیحہ)

❶ ایک شخص چلتے چلتے کسی عورت کو دیکھ رہا تھا، سامنے دیوار سے ٹکر لگی، ناک ٹوٹ گئی، اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس وقت تک ٹوٹ نہیں دوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایہ قصہ نہیں بتا لیتا، چنانچہ اس نے حاضر خدمت ہو کر اپنا قصہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرے گناہ کی سزا ہے، بد مذہب و بد روح

(المعنی)

❷ ایک بار امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں، اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پردہ کا حکم فرمایا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض

کیا یہ تو ماننا ہیں ہمیں نہیں دیکھ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم دلوں بھی تارینا ہو، کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہیں؟ (زوائد الفریقیہ و لہو دارو)

یہ نفوس مقدسہ جن کے تقدس کی شہادت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دی ہے ان کو ایسے پردہ کا حکم دیا جا رہا ہے۔

دوسری وجہ:

جس طرح ہاتھ پاؤں، زبان، کان وغیرہ ظاہری اعضاء کے گناہ ہیں اسی طرح دل کے بھی بہت سے گناہ ہیں، مثلاً کبر، عجب، رویاء وغیرہ، اسی طرح غیر محرم صورت کو دیکھے بغیر صرف اس کے تصور سے لذت حاصل کرنا دل کا گناہ ہے، لہذا دیکھنے میں آنکھ اور دل کا گناہ ہے۔

تیسری وجہ:

جو کام کسی دوسرے حرام کا ذریعہ بن سکتا ہو وہ بھی حرام ہے، نظر سے شوہت پیدا ہوتی ہے جو بدکاری تک پہنچتی ہے، بسا اوقات درجہ عشق تک پہنچ جاتی ہے جس سے آخرت کی برہادی کے علاوہ دنیا کی برہادی کے بھی بے شمار واقعات کا مشاہدہ ہو رہا ہے، قرآن کریم کی آیت اور حدیثیں جو جس نے پڑھی ہیں ان میں بھی یہی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ غیر محرم کو دیکھنے سے بدکاری پیدا ہوتی ہے۔

چوتھی وجہ:

حفظی لحاظ سے بھی یہ قاعدہ یمن معقول اور پوری دنیا کا مسلمہ ہے کہ جرم تک پہنچنے کا ذریعہ بھی جرم ہے، چنانچہ حفاظتِ مال کے لئے اس کو غیر سے بچایا جاتا ہے، صرف غیر کی نظری سے نہیں بلکہ انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو کسی قسم کا ہم تک بھی نہ ہو، جب مال کی حفاظت کیلئے اس کو غیر کی نظر سے بلکہ غیر کے طم سے بچانا ضروری

سمجھا جاتا ہے تو عزت اور دین کی حفاظت کے لئے یہ کیوں ضروری نہیں؟ ظہر کی نظر سے جس قدر مال کی حفاظت ضروری ہے اس سے کئی گنا زیادہ نظر غیر سے عورت کی حفاظت ضروری ہے، جس کی چند وجوہ ہیں:

- ① عزت اور دین کی حفاظت مال کی حفاظت سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے۔
- ② مال کو چور لے گیا اور بھروسہ واپس مل گیا تو اس میں کوئی نقص نہیں آتا مگر عورت کوئی لے ازا تو کیا واپسی کے بعد اس کا صیب جا پارہا؟
- ③ مال میں خوراک لانے کی صلاحیت نہیں، اس پر کسی کی نظر پڑ جائے تو وہ اپنے اختیار سے خود بھاگ کر اس کے پاس نہیں جاسکتا، مگر عورت بسا اوقات نظر کے اثر سے خود ہی اڑ جاتی ہے۔

پانچویں وجہ:

شریعت نے ہر ایسی چیز کو حرام قرار دیا ہے جو صحت کے لئے مضر ہو، غیر محرم کی طرف دیکھنے سے صحت تباہ ہو جاتی ہے، دل، دماغ، اور اعصاب پر بہت برا اثر پڑتا ہے، مانگ لیا اور جنون تک کے واقعات کا مشاہدہ ہے، مردوں میں جربان مٹی، سرعت انزال، نامردی اور عورتوں میں سیلان رحم (لیکچوریا) اور ہاتھ پین جیسے موذی امراض اسی بے پردگی اور بد نظری کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔

پردہ کی مخالفت کا اصل راز:

بے دین معاشرہ میں پردہ کی مخالفت کا اصل راز نگارہ بازی کا مبادلہ ہے شوہر کو بیوی پر رقابت نہیں اور بیوی کو شوہر پر رقابت نہیں، مرد بیوی اور بیویوں کو اس لئے پردہ نہیں کرواتا کہ پھر دوسرے بھی اس سے پردہ کر وائیں گے، تو یہ لذت و عمار سے محروم ہو جائے گا، نگارہ بازی بیوی اور بیویوں کے اس اعتراض بلکہ احتجاج سے بھی ڈرتا ہے کہ خود تو ہر وقت سننے سے لئے مزے اڑا رہا ہے اور ہمیں ان لذتوں سے روک رہا

ہے۔ بے دین عورتیں بھی اسی لئے پردہ کی مخالفت ہیں کہ وہ مختلف مردوں سے نظر بازی کی لذت سے محروم ہو جائیں گی، نامحرم مرد و عورت ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر ہی پانی بہانے لگتے ہیں جس کی وجہ سے شہوت بہت تیز ہو جاتی ہے اور جنسی قوت تیز ہو جاتی ہے۔ دنیا میں یہ کتنا بڑا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے۔

ایسی شرمناک حقیقت اس لئے بتا رہا ہوں کہ شاید کسی کو شرم آ جائے اور ایسی ہے شرعی سے تو یہ کہ کر کے دنیا و آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔ واللہ اول پر ہجر رکھ کر بتا رہا ہوں۔ ایسی بے حیائی کی باتیں از خود نہیں کہہ رہا بلکہ بے دین اور بے حیا معاشرہ مجھ سے کہلا رہا ہے۔ یہ بے حیائی دیکھ کر میرے دل میں درد اٹھتا ہے جو ایسی باتیں بتانے پر مجبور کر رہا ہے کہ شاید یہی کسی کی حیا اور دنیا و آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ بن جائے، میں تو زبان سے بتاتے ہوئے بھی شرم و حیا سے پانی پانی ہو رہا ہوں مگر آج کے مسلمان کو ایسی بے حیائی کے کام کرنے سے بھی حیا اور شرم نہیں آتی۔ مگر آخرت نہیں تو کم از کم کچھ انسانی طہارت اور شرم و حیا ہی ہوتی۔ واللہ! تو ہی اس قوم کو ہدایت دے۔

چند اشکال اور ان کے جواب:

آخر میں پردہ کے بارے میں عام پیدا ہونے والے کچھ اشکالات کے جوابات سمجھ لیجئے:

بچپن میں ساتھ رکھنے سے پردہ معاف نہیں ہوتا:

● بعض خواتین کہتی ہیں کہ ہم نے تو اپنے دیموں کو بچپن سے پالا ہے اس لئے ہم تو ان کی ماں جیسی ہیں، ان سے کیا پردہ؟ اسی طرح بعض مرد کہتے ہیں کہ فلاں لڑکی تو میری بیٹی کی طرح ہے، یا لڑکی کہتی ہے کہ فلاں شخص تو میرے لہا کی عمر کا ہے اس سے بھلا کیا پردہ؟

اس قسم کے خیالات دین سے بے فکری اور جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔
 قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے فریب کا منہیں دیں گے، میں اللہ تعالیٰ اور اس
 کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح اور صاف صاف احکام سنا چکا ہوں، کیا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم امت کی عورتوں کے لئے والد کی طرح نہیں تھے؟ پھر پردہ کا حکم
 کیوں لڑتے تھے؟ ایسے کھلے احکام میں بہانہ تراشی وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل
 اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فکر آخرت سے بالکل خالی ہو۔

آج کے مسلمان کی مکاری:

میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے انسان کی عقل بھی مسخ ہو جاتی
 ہے، گناہوں کا وہاں عقل پر ایسا پڑتا ہے کہ پھر مولیٰ ہی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی،
 پتا چلے اسی جہالت کو دیکھ لیں، اگر کسی میں اسی بھی عقل ہو تو وہ کبھی ایسی جہالت کی
 بات نہیں کہہ سکتا، عقل کا فیصلہ تو یہ ہے کہ جب ان سے نکاح درست ہے تو پردہ کیوں
 نہیں؟ مگر یہ دعا یا مسلمان ویسے تو کسی کو بیٹی، کسی کو ماں اور کسی کو بہن بتائے رکھتا ہے
 مگر جب ان میں سے کسی سے شادی کا شوق ہو جائے تو اس کے لئے سب کچھ حلال
 ہو جاتا ہے۔

اگر ایسی مثالوں سے پردہ معاف ہو جائے تو دنیا میں پردہ کا حکم کبھی بھی نہیں
 رہے گا، اس لئے کہ ہر مرد و عورت میں عمر کے لحاظ سے کسی نہ کسی رشتہ کی مثال موجود
 ہے، عمر کے لحاظ سے مرد اور عورت دونوں آپس میں یا باپ بیٹی جیسے ہوں گے یا ماں
 بیٹی جیسے یا بھائی بہن جیسے، بس چھٹی ہوئی بات وہی ہے جو میں نے بتائی ہے کہ اللہ
 تعالیٰ اپنے نافرمانوں کی عقل کو اندھا کر دیتے ہیں۔ پھر وہ ایسی مولیٰ بات سمجھتے کے
 قائل بھی نہیں رہتی۔

بوڑھوں سے پردہ کی زیادہ ضرورت:

● جب کوئی شخص بوڑھا ہو جائے تو سمجھتے ہیں کہ اب اس سے پردہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی سراسر جہالت ہے، کسی عمر میں بھی قطعی طور پر یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ اب اس میں قوت باہ بالکل نہیں رہی، یا بغرض قوت باہ نہ رہی تو کیا ہیں وکنار کی قوت بھی نہیں رہی، دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں کہ مطلقاً بالکل صفر ہونے کے باوجود اپنے رتے ہیں، بڑھاپے میں اعصابی کمزوری کی وجہ سے قوت ضبط کم ہو جاتی ہے، اس لئے اس قسم کے خطرات جوانوں کی نسبت بوڑھوں سے زیادہ ہیں، اگر کوئی بوڑھا دست و داری نہ بھی کرے تو دل ہی دل میں حوالیتا ہی رہے گا اور یہ بھی کبیرہ گناہ ہے، اور جو عورت اس کے سامنے بے پردہ آئی چنک اس نے اس کو اس کبیرہ گناہ میں جکڑا کیا اس لئے وہ بھی سخت گناہ گار ہوئی، خوب سمجھ لیجئے، بڑھاپے سے صرف عملی قوت ختم ہو جاتی ہے دل کی شہوت ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔

اسی تفصیل پر بوڑھی عورت کو قیاس کر لیں، عورت غولہ کھتی ہی بوڑھی ہو جائے اور کہیں ہی ناقابل عمل ہو جائے، اس کے دل سے شہوت ختم نہیں ہوتی، جب یہ کسی جوان مرد کو دیکھے تو کچھ بعید نہیں کہ دل چلانے لگے جو گناہ کبیرہ ہے، یہ جو میں نے کہہ دیا کہ عورت بڑھاپے کی وجہ سے ناقابل عمل ہو جائے، یہ صرف ایک ملاحظہ کے طور پر کہہ دیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عورت کسی عمر میں بھی ناقابل عمل ہرگز نہیں ہو سکتی، اس لئے حضرات فقہاء و مہتمم اللہ تعالیٰ کی درودیں گناہ نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ عورت خواہ کتنی ہی بوڑھی کیوں نہ ہو اس کے لئے بلا حرم سفر کرنا جائز نہیں، کیا عجیب جملہ فرماؤ۔

”لکل سالطة لا فطة“

ترجمہ: ”ہر عمر کی عورت کو دنیا میں کوئی نہ کوئی اٹھانے والا موجود ہے۔“

قرآن کریم میں سورہ نور میں فرماتے ہیں:

﴿وَالْفَوَاحِشُ مِنْ الذَّنَبِ أَلْوَنُ لَا يَزْنِي مَنْ يَكْلِمُنَا فَلْيَسَّ
عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ أَنْ يَقْنُتُوا فِيمَا أَهْلُكُمْ غَيْرَ مُتَوَحِّدِينَ
بِرِسْوَةٍ فَإِنْ يَتَوَفَّقُوا فَيَمْنُوا بِمَا هُمْ عَلَيْهِمْ فَلْيَسَّ

﴿۱۰﴾ (آب ۱۸-۲۰)

اس سے بڑھی عورتوں کے لئے صرف اتنی رخصت نکلتی ہے کہ ان پر چہرہ کا پردہ فرض نہیں، اس لئے ان کی طرف سے کسی غیر محرم مرد کی نظر سے کسی قسم کے فتنہ کا کوئی اندیشہ نہیں، اس کے باوجود ارشاد ہے: "غَيْرَ مُتَوَحِّدِينَ بِرِسْوَةٍ" یعنی ان کے لئے بھی اپنی زینب و زینبہت غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں، بلکہ اُن کے ارشاد ہے:

﴿وَأَنْ يَتَوَفَّقُوا فَيَمْنُوا بِمَا هُمْ عَلَيْهِمْ﴾ (آب ۱۸-۲۰)

یعنی ان کے لئے بھی چہرہ کی بے پردگی سے پرہیز ہی بہتر ہے، ذرا غور کیجئے کہ جب فتنہ کا کوئی اندیشہ نہ ہونے کی حالت میں یہ احکام ہیں تو جن مواقع میں فتنہ کا خطرہ ہو وہاں کیا حکم ہوگا؟ بڑھی عورت کا غیر محرم مرد کے ساتھ تنہائی میں ایک جگہ جمع ہونا، اس کے ساتھ سفر کرنا، اس کے ساتھ بے قیادانہ افشاخ اور بات چیت کرنا، اس کی طرف بلا ضرورت دیکھنا یہ سب کام حرام ہیں، اس لئے ان میں فتنہ کا خطرہ موجود ہے، جس کی تفصیل ابھی بتا چکا ہوں۔

نامحرم کی طرف ولی رغبت بھی حرام ہے:

میری اس تقریر پر کہ دل کی رغبت پر بھی مواخذہ ہے، شاید کسی کو اشکال ہوا ہو کہ دل کی رغبت تو غیر اختیاری ہے، اس پر مواخذہ اور عذاب کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دل کی رغبت کے اسباب و مقدمات اختیاری ہیں، اس لئے یہ رغبت بھی اختیاری

ہی کے حکم میں ہے، دل کی شہوت کے اسباب و مقدمات اختیار ہیں، اس لئے یہ رغبت بھی اختیاری ہی کے حکم میں ہے، دل کی شہوت کے اسباب و مقدمات جو اختیاری ہیں ان کی تحصیل یہ ہے:

- ① غیر محرم کو قصداً دیکھنا۔
- ② غیر محرم پر ہتھ لانا غیر ارادی نظر چڑی مگر نظر کو فوراً ہٹایا نہیں بلکہ قصداً دیکھتا رہا۔
- ③ غیر ارادی نظر کو فوراً ہٹایا مگر دل میں اس کے خیال کو قائم رکھا، یعنی قصداً سوچتا رہا۔

۔۔۔

- ④ ہواں دیکھے غائبانہ ہی غیر محرم کا تصور قصداً دل میں لا کر اس سے لذت حاصل کر رہا ہے۔

یہ چاروں چیزیں اختیاری ہیں، اس لئے حرام ہیں۔
البتہ اگر کسی غیر محرم پر غیر ارادی طور پر اچانک نظر چڑھ گئی اور اس کو فوراً ہٹایا اس کے باوجود غیر اختیاری طور پر اس کا اثر دل پر ہو گیا، اسے قصداً دل میں بٹھایا نہیں اور اپنے اختیار سے نہیں سوچ رہا بلکہ گمراہ خیال کو دل سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہے، اس پر کوئی سواغہ نہیں، خواہ یہ خیال آ کر فوراً نکل جائے یا بلا اختیار بار بار ٹھٹھکتا رہے، دونوں صورتوں میں کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ اس کو قصداً نہ سوچے۔

بزرگوں سے زیادہ پردہ کی ضرورت:

- ⑤ بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بزرگوں سے بالخصوص اپنے حق سے پردہ کی ضرورت نہیں، شاید یہ لوگ انہیں بامرد سمجھتے ہیں۔

یہ بہت جہالت ہے، بزرگوں میں تو لطافت حجاب کی وجہ سے شہوت اور بھی زیادہ حیز ہوتی ہے، اور عفت کی وجہ سے تو وہ باہمی زیادہ ہوتی ہے، البتہ ان میں نفس پر ضابطہ رکھنے کی عادت ہوتی ہے، اس کے باوجود ان کے سامنے بے پردہ جانے میں چار

گناہ ہیں:

- شریعت کے حکم کی مخالفت، میں پہلے بتا چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خواتین کو پردہ کرنے کا حکم تھا، خواتین بھی کیسی؟ مسابحات رضی اللہ تعالیٰ عنہن، کیا کوئی بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بلند مقام پر پہنچ سکتا ہے؟
- قصداً شہوت انگیزی کے مواقع فراہم کرنا، یہ حقیقت بتا چکا ہوں کہ بزرگوں میں دوسروں سے زیادہ شہوت ہوتی ہے۔

● بے پردہ سانسے جانے والی عورت کے دل میں رغبت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

● بسا اوقات یہ رغبت انتکام کا سبب بن جاتی ہے، بالخصوص یہ عذاب ان لوگوں پر آتا ہے جو اپنے نفس کو خطرہ سے محظوظ سمجھتے ہیں، جیسا کہ ایک بزرگ کے پاس ہامدی چھوڑنے کا قصہ بتا چکا ہوں۔

یہ حقیقت بھی خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ جو بزرگ باہر عام عورتوں یا خاص مریدینوں کو بے پردہ سانسے آنے سے روک نہیں روکتا، وہ بزرگ ہرگز نہیں ہو سکتا اور حقیقت وہ بزرگ کی صورت میں بھیڑیا ہے۔

مدت تک بے پردہ رہنے سے پردہ معاف نہیں ہوتا:

● بعض عورتیں کہتی ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں سے مدت تک پردہ نہیں کیا، ان کے سانسے آتے رہے، وہ عاری عقل و صورت کو خوب اچھی طرح دیکھ چکے ہیں، اب ان سے پردہ کرنے کا کیا فائدہ؟ یا کہتی ہیں کہ جوانی میں تو پردہ کیا نہیں اب بڑھاپے میں کیا پردہ کریں؟

یہ بھی بے سمجھی کی بات ہے، اگر کوئی سالہا سال کسی گناہ میں جھکا رہے تو وہ گناہ اس کے لئے طالع نہیں ہو جاتا، بلکہ اس پر تفرغ ہے کہ اور بھی زیادہ تفرغ سے مانگ

کے سامنے خوب گڑگڑا کر توبہ کرے، ساری عمر گناہوں میں گزار دی تو اب بڑا چاہے میں جبکہ قبر میں پہنچنے والے ہیں، حساب و کتاب بہت قریب ہے، بہت جلد ہی مالک کے سامنے پیشی ہونے والی ہے، اب تو توبہ کر لو۔

۔۔۔ عالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیے کر

وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

اچانک نظر پڑ جانے سے پردہ معاف نہیں ہوتا:

⑤ بعض خواجین کہتی ہیں کہ فلاں رشتہ دار کی کئی بار مجھ پر اچانک نظر پڑ گئی ہے، اب اس سے پردہ کا کیا فائدہ؟ یہ تو بہت بڑی حماقت ہے اگر کسی کے سامنے اچانک ستر کھل جائے تو کیا کوئی احمق صورت بھی اس سے یہ نتیجہ نکال سکتی ہے کہ اب اس سے ستر چھپانے کی ضرورت نہیں اس لئے اس کے سامنے تنگی بھرتی رہے۔

بلا قصد غیر اختیاری طور پر کوئی غلطی ہو جانے کے بعد اپنے اختیار سے قصداً وہ گناہ کرنا جائز نہیں، بلکہ پہلے بتا چکا ہوں کہ اگر قصداً بھی کسی گناہ میں مبتلا رہا اور سالہا سال اس گناہ میں مبتلا رہے تو بھی یہ گناہ حلال نہیں ہوتا بلکہ اس سے توبہ کرنے کی لگرو بہت زیادہ ہونا چاہئے۔

شرعی پردہ کے لئے الگ مکان ضروری نہیں:

⑥ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کئی بھائی یا بہت سے رشتہ دار ایک ساتھ ایک ہی مکان میں رہتے ہیں، الگ مکان لینے کی گنجائش نہیں اس لئے پردہ مشکل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی پردہ کے لئے الگ مکان لینے کی کوئی ضرورت نہیں، شریعت بہت آسان ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں پر بہت وسیع ہے، وہ بندوں کو تکلیف اور تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہئے، بلکہ راحت و سہولت میں رکھنا چاہئے ہیں، شرعی پردہ کے بارے میں ان کی دی ہوئی سہولتوں اور کرم نوازی کی تفصیل سنیں، رحمت

جی رحمت ہے، رحمت ہی رحمت، سراپا رحمت، اگر کسی کے دل میں زاہرہ بھر بھی احساس ہو تو اس رحم و کرم کی مہربانوں، کرم نوازیوں اور احکام میں دی ہوئی سہولتوں پر قربان ہو جائے اور مرہٹے کے لئے سب تاب ہو جائے، یا اللہ! تو سب کے دلوں کو احساس اور اپنی انسی محبت سے منور فرما، شکر لغت سے معمور فرما، تقدیر اور ناشکری سے حفاظت فرما، تیری وہ رحمت جس کی وجہ سے تو نے ایسے آسان احکام دیئے ماضی رحمت کے سہولت سے تجھ سے شکر لغت کی توفیق طلب کرتے ہیں، سب کے دلوں پر اپنی اسی رحمت نازل فرما۔

شرعی پردہ میں شرعی آسانیاں:

اب رب کریم کی کرم نوازی اور رحمت کی تفصیل سنئے:

- ① ایسے حالات میں خواتین ذرا ہوشیار رہیں، بے پردگی کے مواقع سے حتیٰ امکان بچیں، لباس میں احتیاط رکھیں بالخصوص سر پردہ پہننے کا اہتمام رکھیں۔
- ② مرد آمد و رفت کے وقت ذرا کھٹکا کر خواتین کو پردہ کی طرف متوجہ کر دیں، بعض خواتین شکایت کرتی ہیں کہ ان کے غیر محرم رشتہ دار سمجھانے کے باوجود گھر میں کھٹکا کر آنے کی احتیاط نہیں کرتے، اچانک سامنے آ جاتے ہیں، آمد و رفت کا یہ سلسلہ ہر وقت چننا ہی رہتا ہے، ان سے پردہ کرنے میں ہمیں بہت مشکل پیش آتی ہے، ایسے حالات میں خواتین جنگلی احتیاط ہو سکتے کریں، اسے جہاد سمجھیں، جتنی زیادہ مشقت برداشت کریں گی اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا۔
- ③ غیر محرم مرد کی آمد پر خواتین اپنا رخ دوسری جانب کر لیں۔
- ④ اگر رخ دوسری جانب نہ کر سکیں تو سر سے دوپٹہ سر کا کر چہرہ پر لٹکا لیں۔
- ⑤ بی ضرورت شدید غیر محرم سے بات نہ کریں۔
- ⑥ کسی غیر محرم کی موجودگی میں خواتین آپس میں ایسے محاورے نہ کہیں جو سب سے بجا ہوں۔

ہے عقلی کی باتوں اور فنی خالق سے پرہیز کریں۔

● ان احتیاطوں کے باوجود اگر کبھی اچانک کسی غیر محرم کی نظر پڑ جائے تو معاف ہے، بلکہ اس طرح بار بار بھی نظر پڑتی رہے، جہاز بار بار اچانک سامنے ہو جائے تو بھی سب معاف ہے، کوئی گناہ نہیں، اس سے پریشان نہ ہوں، جو کچھ اپنے اختیار میں ہے اس میں ہرگز غفلت نہ کریں اور جو اختیار سے باہر ہے اس کے لئے پریشان نہ ہوں، اس لئے کہ اس پر کوئی گرفت نہیں، جہازوں بار بھی غیر اختیاری طور پر ہو جائے تو بھی معاف، وہاں تو معافی ہی معافی ہے۔ دیکھئے رب کریم کا کتنا بڑا اکرم ہے، مگر ان کی اس مہربانی اور معافی کو سن کر ڈر اور بے خوف نہ ہو جائیں جس حد تک احتیاط ہو سکتی ہے اس میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کریں، ورنہ خوب کھلیں کہ جس طرح وہ رب کریم شکر گزار اور فرمانبردار بندوں پر بہت مہربان ہے، اسی طرح ہاتھروں، ناشکروں اور جانفروں پر اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

ہم پانچ بھائی ہیں، یہاں اوقات رمضان المبارک کا مہینہ والدین کے ساتھ گزارنے کے لئے سب بھائی چوٹی پچوں سمیت والدین کے ساتھ ایک ہی مکان میں ایک دو مہینے گزارے، مگر بھٹہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف سے احتیاط کی برکت سے کبھی اچانک نظر پڑنے کا بھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا اور شریعت کے اس حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو بھی کسی قسم کی کوئی جھگی اور تکلیف نصیب نہیں ہوئی، رحمت ہی رحمت اور سرت ہی سرت سے وقت گزرتا ہے میں نے اپنا یہ قصہ اس لئے بتایا ہے کہ جو تدبیریں میں نے اکٹھے رہنے کی صورت میں بتائی ہیں وہ صرف خیالی نہیں بلکہ ہم خود ان کی پانچیت کا تجربہ کر چکے ہیں، اپنے اوپر آزمانے کے بعد آپ کو بتا رہا ہوں۔

پردہ عورت پر فرض ہے نہ کہ مرد پر:

● بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم رشتہ داروں کے ہاں جاتے ہیں تو ہمارے کہنے کے

بادیود غیر محرم رشتہ دار عورتیں ہمارے سامنے آ جاتی ہیں، ہم سے پردہ نہیں کرتیں۔

یہ حضرات پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ پردہ عورت پر فرض ہے، مرد پر فرض نہیں، اس لئے اگر عورتیں بے پردہ سامنے آتی ہیں تو وہ عورتیں مکمل گمراہ ہیں مرد پر کوئی مکمل نہیں، ایسی صورت میں ان بدایات پر عمل کریں۔

● اپنی نظریں بند کریں۔

● بلا ضرورت غیر محرم عورت سے بات نہ کریں۔

● ایسے مواقع میں پردہ کی اہمیت بیان کیا کریں، اس میں ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ آپ نے اپنا فرض تبلیغ ادا کر دیا، دوسرا فائدہ یہ کہ شاید ان عورتوں کو آپ کی تبلیغ سے جاہلیت ہو جائے تو آنکھ کے لئے ان گھروں میں آپ کی آمد و رفت میں سہولت ہو جائے گی، آپ کے سامنے غیر محرم عورتیں نہیں آئیں گی، خدا خواستہ ان کو ہدایت نہ بھی ہوئی تو کم از کم اتنا فائدہ تو ہوگا ہی کہ آپ کے سامنے آنے سے شرعاً نہیں گی، انسان کا طبیعی خاصہ ہے کہ وہ غیر کے سامنے ایسی حالت میں جانے سے شرماتا ہے جو اس غیر کو ناپسند ہو، بہت سی عورتیں عوام بلکہ نساق و فلاح تک سے پردہ نہیں کرتیں مگر علماء و صلحاء سے پردہ کرتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء و صلحاء بے پردگی کو برا سمجھتے ہیں، اس لئے یہ عورتیں ان کے سامنے بے پردہ آنے سے شرماتی ہیں، آپ اپنے قول و فعل سے یہ ثابت کر دیں کہ آپ بے پردگی کو برا سمجھتے ہیں تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ غیر محرم عورتیں آپ کے سامنے آنا چھوڑ دیں گی، یہ نسخہ بہت مجرب ہے میں نے کئی لوگوں کو بتایا انہوں نے اس پر عمل کیا تو ان غیر محرم عورتوں سے نہایت مل گئی۔

گھر میں شرعی پردہ کروانے کے طریقے:

● بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم گھر میں پردہ کروانا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں بہت کوشش اور بہت تبلیغ کرتے ہیں مگر کوئی اثر نہیں ہوتا یہی پردہ نہیں کرتی، اس حالت

میں ہم سخت گناہگار ہو رہے ہیں کیا کریں؟ ایک مولوی صاحب نے لکھا کہ میں ایک مسجد میں غلام ہوں، میری بیوی غیر محرم قرعہ رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتی، سمجھانے کے باوجود باز نہیں آتی، بچے پردہ کی وجہ سے میں قسق ہوں اور فلاح کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اب میں کیا کروں؟ کیا امامت چھوڑ دوں؟

ایسی حالت میں شرعی احکام یہ ہیں

① اپنے اعمال درست کرنے کی فکر کریں، اپنا ظاہر و باطن شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کریں، جب انسان خود نیک ہوتا ہے تو دوسروں پر اس کی بات اثر کرتی ہے، بلکہ لوگ اس کے عمل ہی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

② اپنی خواہشات نفسانیہ اور دنیوی کاموں میں بیوی پر ناراض نہ ہوں اور خجاندہ کریں، ورنہ وہ کبھی کی کہ دینی کاموں میں آپ کی ناراضی بھی آپ کی الفت و طبع ہی ہے، دین کو صرف فسر لگانے کا بہانہ بنا رکھا ہے۔

③ بیوی کے لئے ہدایت کی دعا کیا کریں۔

④ نرمی اور محبت سے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں۔

⑤ روزانہ بلا ناغہ تھوڑی سی دیر کے لئے کوئی ایسی کتاب پڑھ کر سنایا کریں جس سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی فکر پیدا ہو، جیسے ”دکایات صحابہ“ وغیرہ، زبانانی بتانے کی بجائے کتاب پڑھ کر سنایا کریں، اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے، اس کی کئی وجوہ ہیں:

① قدرتی طور پر انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اس پر اپنے ساتھیوں کی بات کا اثر بہت کم ہوتا ہے، بالخصوص میاں بیوی کا آپس کا ایسا تعلق ہے کہ یہ ایک دوسرے کی طبیعت کی طرف بہت کم التفات کرتے ہیں، انہیں بالخصوص اکابر اور ان سے بھی پڑھ کر گزشتہ زمانہ کے بزرگوں کی باتوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

② کتاب میں اس کے مصنف کی تعلیمت اور اخلاص کا اثر ہوتا ہے۔

۴ کتاب پڑھنے میں کسی بات کی نسبت پڑھنے والے کی طرف نہیں ہوگی بلکہ ہر بات کی نسبت کتاب کے مصنف کی طرف ہوتی ہے، اس لئے اس میں اپنے نفس کی آمیزش سے مخالفت نہیہ آسان ہے۔

۵ کتاب پڑھ کر سنانے میں دقت آ کر قریع ہو رہی ہے، نہ بانی بتانے میں بات لمبی ہو جاتی ہے، جس سے سننے والے کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

۱ اگر سختی کا قہقہہ ہو تو ہندو ضرورت سختی سے کام لیں مگر خوب سوچ کر، پہلے خوب سمجھ لیں کہ اگر سختی کرنے سے یہی روٹھ کر بیٹے چلی قتی یا گھری میں رہ کر وبال جان بن گئی، تو آپ ان حالات کا قہقہہ نہ لیں گے، اگر درخواست پر پیش ہو کر آپ نے یہی کی خوشامد کی تو کیا عزت رہی؟ اپنی عزت برباد کرنے کے علاوہ دوسرا نقصان یہ کہ آئندہ کے لئے یہی یہ معاملہ میں سر پر چڑھ کر رہے گی، اس لئے پاس سوچے سمجھے کوئی سخت اقدام ہرگز نہ کریں۔

۲ اگر نرمی گری کسی قدر سے یہی جہالت پر نہیں آتی تو شوہر پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ جو جہالت بتا چکا ہو ان میں سے کسی میں غفلت نہ کرے، اپنا اختیار پر اسے طور پر استعمال کرے، یہی پر صرف یہی فرض ہے آگے جہالت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، شوہر کے اختیار میں نہیں، اس لئے ہر ممکن کوشش کے باوجود یہی پردہ نہ کرے تو شوہر پر کوئی گناہ نہیں۔

بے پردہ یہی کو طلاق دینے بھی ضروری نہیں، جب عیسائی اور یہودی جیسی کافر عورت سے نکاح چار ہے تو بے پردہ مسلمان عورت سے طلاق اولیٰ جائز ہے، البتہ یہ خیال رہے کہ یہودی اور عیسائی عورت سے نکاح ہو تو چار ہے مگر اس زمانہ میں ان سے نکاح کرنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے، اس لئے کہ مولانا کو ایسی عورتیں شوہر ہی کو مرتد بنا دیتی ہیں، اور اگر شوہر بچ بھی جائے تو اولاد کو تو پیٹنے اپنے دین پر لے جاتی ہیں، اسی طرح یہ بھی خیال رہے کہ بے پردہ یہی کو گھر میں رکھنے کی اہانت جو میں نے بتائی

ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے بعد اس کی بے دینی کا علم ہو یا علم تو شادی سے پہلے تھا مگر اس وقت خود اپنے اندر ہی آخرت کی فکر نہ تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تو پردہ کی فکر پیدا ہوئی، مقصد یہ ہے کہ ابتداء ہی پر وہ عورت سے شادی کرنا جائز نہیں، ابتداء شادی کے بعد ایسا اعتناء پیش آیا تو کچھ دیر اس پر صبر کرنا جائز ہے۔

آخر میں ان رشتہ داروں کی فہرست سن لیجئے جن سے پردہ فرض ہے مگر دینداری کے بلند و بالا تک دعوے کرنے والے لوگ بھی اس کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں، بلکہ اس سے بھی برا کہ اس بارہ میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی عطا یہ بغاوت کر رہے ہیں۔ ① چچا زاد ② پھوپھی زاد ③ ماموں زاد ④ خالو زاد ⑤ دھیر ⑥ جینو ⑦ بہنوئی ⑧ ننہ کی ⑨ پھوپھا ⑩ خالو ⑪ شوہر کا چچا ⑫ شوہر کا ماموں ⑬ شوہر کا پھوپھا ⑭ شوہر کا خالو ⑮ شوہر کا بھتیجا ⑯ شوہر کا بھانجا۔

یا اللہ! تو سب کو صاحب ایمان بنا دے، اپنی محبت عطا فرما، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما، اپنی محبت اپنا تعلق ایسا عطا فرما دے جو دنیا بھر کے تعلقات پر غالب آ جائے، اپنا وہ خوف عطا فرما جو دنیا کے بھر کے خوف پر غالب آ جائے، یا اللہ! تو صحیح معنوں میں مسلمان بنا دے، ایسے مسلمان ایسے مؤمن بنا دے جن کے اسلام اور ایمان پر قرآن کریم میں تو نے بار بار شہادت دی ہے، وہ اسلام عطا فرما وہ ایمان عطا فرما، جس سے تو اور تیرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں۔

وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔

صراطِ مستقیم

— وَعَظ —

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

— نَاشِر —

کتابِ کلمہ

ناظم آباد لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہذا ۛ

مراۛ مستقیم

ۛا: ۛ

جانا سمجھا داتا، دان شہنا سمجھا داتا

ہمکا: ۛ

ہمکا: ۛ

ہمکا: ۛ

ہمکا: ۛ

ۛا: ۛ

ۛا: ۛ

ۛا: ۛ

ۛا: ۛ

ۛا: ۛ

ۛا: ۛ

ۛا: ۛ

ۛا: ۛ



وعظ

صراط مستقیم

(۱)

﴿ اَعْيَا ضُرُطَ الْمُسْتَقِيمِ ۝۱۱ ضُرُطَ الْيَوْمِ لَقِيتَ عَلَيْهِمْ حَيْرَ الْمَقْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الْفَتَايَةِ ۝۱۲﴾ (۱۷-۱۶)
 ﴿ قُلْ هَلْ نَعْبُدُ سِوَى اللَّهِ اَوْ نَعْبُدُ اِلٰهًا عَلٰى بَصِيرَةٍ اِنَّا وَفَى الْوَعْدِ ۝۱۳ وَنُحِىَنَّ اِلٰهًا وَمَا اَتَيْنَا مِنَ الشَّرِكِ كَيْفَ ۝۱۴﴾ (اب ۱۳-۱۲)

سورۃ فاتحہ خلاصہ قرآن:

سورہ فاتحہ پورے قرآن کا متن اور خلاصہ ہے، اسی لئے اس سورۃ کو ”ام القرآن“ بھی کہتے ہیں۔ یہ پورے قرآن کی ماں اور اصل ہے اور سارا قرآن اس چھوٹی سی سورۃ کی تفصیل اور شرح ہے۔

نمازی کی عجیب شان:

سورہ فاتحہ کے شروع میں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے: ”اَللّٰهُمَّ بِذِ نَبِ الْاَنْبِيَاۡتِ“ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللّٰهُمَّ بِذِ نَبِ الْاَنْبِيَاۡتِ“ ”تو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے جواب ملتا ہے: ”حمدنی عہدی“ میرے بندے نے میری حمد کی۔
 اللہ تعالیٰ یہ جواب کیوں دیتے ہیں؟ معلوم تو ہے ہی کہ بندے نے حمد کی ہے میرا بندہ
 میرے سامنے بعد جزا و انکسار دست بستہ کمال توجہ و شوق و تفرغ، دنیا و مافیہا سے
 بے خبر میری حمد و ثناء کر رہا ہے۔ اور نمازی جب: ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ“
 کہتا ہے تو اس کو بھی معلوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف کر رہا ہے۔ عابد و
 معبود کے درمیان راز ہے کوئی تیسرا اس آواز کو نہیں سنتا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے
 ہیں: ”حمدنی عہدی“

۳۔ مہمان عاشق و معشوق حریت

کرنا کاتبینِ رامِ خیر نیست

اللہ تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے اس سے تعلق بنائے ہوئے بس ہر حق اس کی
 طرف متوجہ ہے اور وہ اس کی حرکات و سکنات سے بخوبی مطلع ہیں تو جواب دینے کا کیا
 فائدہ؟ اللہ تعالیٰ کیوں جواب دیتے ہیں؟ یہ باتیں سوچا کریں ان پر غور کرنے سے اللہ
 تعالیٰ کے ساتھ محبت جڑھتی ہے اور تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ بِرَبِّكَ وَجْهَ حَسَنًا

اِذَا مَارَدَتْهُ نَظَرًا

اللہ تعالیٰ کا کوئی قول و فعل بلا تفعیل اور بے فائدہ نہیں ہوتا۔ جواب میں حمدنی
 عہدی کہنے کا مقصد سوائے کچھ، اکرام اور دلجوئی کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ تو میرے
 سامنے کھڑا ہے میری طرف متوجہ ہے تو میں بھی تجھ سے غافل اور بے خبر نہیں ہر جہاں
 زیادہ متوجہ ہوں، نمازی کے کان سماعت کریں یا نہ کریں، چونکہ الصادق المصدوق صلی
 اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا، بس ایمان اور حق الظہین ہے کہ اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے
 ہیں: ”حمدنی عہدی۔“

اس کے بعد جب نمازی کہتا ہے: ”مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ“ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

سے جواب دیتا ہے: ”اٹنی علی عبیدی“ میرے بندے نے میری ثناء کی۔ رحمن کے معنی ہیں بہت زیادہ رحم کرنے والا اور رحم کے معنی مطلق رحم کرنے والا۔

الفاظ مترادف سے جواب میں حکمت:

حمد و ثناء میں بہت عمیق و دقیق فرق بیان کئے جاتے ہیں مگر درحقیقت دونوں کا حاصل ایک ہی ہے تو پھر ایک جملے میں: ”حمدنی عبیدی“ اور دوسرے میں: ”اٹنی علی عبیدی“ کیوں فرمایا؟ اس کا جواب بھی وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا اکرام فرما رہے ہیں۔ اس کو مثال کے ساتھ ہیں سمجھیں کہ جب کسی بڑے کو بذریعہ کلام یا خط خطاب کیا جاتا ہے تو اس میں مترادف الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً: ”محترم و مکرم، محترمی، مکرمی، معظمی“ ان سب کے معنی تو ایک ہی ہیں میرے لئے کامل تعظیم و مکرم یا واجبِ تعظیم۔ یا ”تقدائی و مطاعی“ یعنی میں خادم اور اطاعت گزار ہوں یہاں بھی دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یا ”ممنون و شکر گزار ہوں“ جو معنی ممنون کے ہیں وہی شکر گزار کے ہیں، تو ایک ہی معنی کے مختلف الفاظ استعمال کرنے کی غرض و مقصود ”تاکید اکرام“ ہوتا ہے اگر وہی الفاظ کر دلائے جائیں تو ”تاکید“ اس میں بھی بن جائے گی مگر اتنا معنی اور اختلاف الفاظ میں سرور طبع اور نفسی عبارات ہے جس سے مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنا مطلب ہوتا ہے، اس مقام میں بھی اللہ تعالیٰ: ”حمدنی عبیدی، اٹنی علی عبیدی“ کے الفاظ مترادف کے ساتھ اپنے تابع اور مطیع بندے کا اکرام اور اس کے ساتھ محبت اور تعلق کا اظہار فرما رہے ہیں۔

نمازی جب تیسرا جملہ: ”تَبْلِیْہُ یُوْہُ الْوَحْیَہُ“ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ”لَوْ عَسَیْ اِلَیَّ عِبْدِی“ اس دنیا میں عارضی طور پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی مالک ہیں، ایک سے کوئی کام چلتا ہے تو دوسرے سے کوئی دوسری حاجت پوری ہوتی ہے، ایک دوسرے کے کام کرتے رہتے ہیں۔ دنیا میں عارضی املاک اللہ

تعالیٰ نے ہماری پس ہڈیٹھا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہیں، کوئی دوسرا دم مارنے کی جرأت نہیں رکھتا مگر اس کے باوجود دیا میں یہ چیز میری ہے یہ میری ہے، بس میری میری کی رت لگی ہوئی ہے روزِ جزاء میں عارضی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی، تمام مجبور شخص اور ہے بس ہو جائیں گے جیسے حقین ملکیت انہی کی ہے ظاہر بھی وہی مالک ہوں گے کوئی دوسرا نہیں ہے۔

یہ تعریف و توصیف، حمد و ثنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب علامتِ قبول ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہم نے تمہاری حمد و ثنا سن لی ہے، بس قبول ہے۔

تعلق مع اللہ اور محبت بڑھانے کا نسخہ:

نماز پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر جملے پر جو جواب دیا جاتا ہے اس کو سچا کریں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوگا، محبت و امانت و توجہ الٰہی اللہ میں زیادتی ہوگی، جب ”الْعَلَمَةُ بِذُوْكَرْتِ فَفَتَحْنَاهَا“ پڑھیں تو تصور کریں کہ اللہ تعالیٰ میری اس حمد کو سن کر جواب عنایت فرما رہے ہیں۔ ”حمدی عہدی“ اس ”عہدی“ کہنے پر انسان کو وجد آ جانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنا بندہ ارشاد فرما رہے ہیں کہیں وہ ذاتِ پاک اور کہیں یہ تودہ خاک، نمازی کو اس خطاب پر فدا ہو جانا چاہئے، کہیں وہ ذاتِ مختارِ کل اور کہیں یہ سراپاِ بخیر و انکسار، ہر جملہ ادا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے جواب پر خوب خوب غور کریں کہ گویا ان جوابات کو اپنے کانوں سے سماعت کر رہے ہیں، کتنے خوش قسمت ہیں وہ نمازی جن کو یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہے، اغلاص و التکویت، سراپاِ بخیر و نیاز کا بچہ بن کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور درباری و مقرب بن جاتے ہیں، حمدی عہدی، اثنیٰ علی عہدی وغیرہما کے تحفے حاصل کرتے ہیں۔

اس کے بعد "إِنَّمَا نَحْنُ وَرِثَاتُ نَسْتَبِیْثُ" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں: "إِنَّمَا حَسْبُنَا" ایک دعویٰ ہے کہ حمد و ثناء کے بعد ہم اقربہ کرتے ہیں کہ صرف تیری ہی عبادت کریں گے اس میں کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے، حکومت و مملکت ہے تو صرف تیری، صرف تیرے ہی احکام کا اجرا کریں گے اس کے مقابلہ میں دنیا بھر کے احکام کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دیں گے، سجدہ ہیں، تیری ذات کے سوا کسی کو خاطر میں نہیں لائیں گے بس ہے تو صرف تو ہی ہے یہ دعویٰ عظیم الشان ہے لیکن اس کے ساتھ: "وَرِثَاتُ نَسْتَبِیْثُ" کہہ کر اپنے لہجہ کا اظہار کر رہے ہیں، کہ یا اللہ! اس بات میں کہ ہم تیری ہی بات مانیں گے، کسی اور کی نہیں، تیری ہی عبادت کریں گے، کسی اور کی نہیں اس پر استقامت و تہلب اور مضبوطی میں صرف تجھ ہی سے نصرت و مدد مانگتے ہیں، تیری امداد ہوگی تو ہم اس بات پر قائم رہ سکیں گے ورنہ نہیں، اپنا محاسبہ کیجئے، اس موقف پر قائم رہنا بہت مشکل ہے، یہ "لا الہ الا اللہ" کی دوسری تعبیر ہے، "لا الہ الا اللہ" کہنے کو تو بہت آسان ہے، ہر مسلمان کی زبان پر خود بخود جاری ہو جاتا ہے مگر عملی دائرہ کار میں اپنے اعمال کا احتساب کریں، حالات کا جائزہ لیں کہ کتنے مسلمان اس کے تقاضوں پر عامل و کار بند ہیں؟ ایک جانب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اس کے تقابل میں دوسری قسم کی طاقتیں سامنے آتی ہیں ① بیرونی ② اندرونی، قسم اول جیسے اعزہ و اقارب، حکام، بڑا ماحول و معاشرہ، دوست احباب اور عام جان پوچھان رکھنے والے اسی زمرہ میں شیطان بھی داخل ہے۔ دوسری قسم خود اپنے نفس کے تقاضے، یعنی خواہشات نفس تو اس تقابل کے وقت آپ کس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر یا عاجز مخلوق کے اشاروں پر، ٹھوکی پیاد میں احکام الہیہ طوع و رکھتے ہیں یا اعزہ و اقارب کو ترجیح دیتے ہیں، میت کے ایصال ثواب میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اجرا و اطاعت کرتے ہیں یا احباب و اقرباء کی رضا و خوشی سامنے رکھتے ہیں، مسلمان کہنا بہت آسان ہے، اس کلمہ کی عملی تعبیر

بنا بہت مشکل ہے۔

۔ اگر کویم مسلمان ہلزم
کہ دائم مشکلات لا الہ الا اللہ

ایک باہمت شخص کا قصہ:

ابھی چند دن قبل کسی نے فون پر بتایا کہ ایک شخص کے والد فوت ہوئے تو انہوں نے یہ جرات مندانہ اعلان کر دیا: ”تیجا، چالیسواں، جمعرات وغیرہ بدعات و خرافات نہیں ہوگی۔“

یہ سن کر بہت مسرت ہوئی اور میں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ نے کسی کو تو لا الہ الا اللہ اور ایک شخص پر عمل کی توفیق عطا فرمادی، تمام رشتہ داروں کو چھوڑ دیا، کسی کی پردہ انہیں کی، اس اعلان کرنے والے کو میری طرف سے مبارکباد دے دیں“ تو فون کرنے والے نے جانتا خیر فوراً کہا:

”فون کرنے کے بعد کچھ لوگ سیدھے اہل بیت کے گھر پہنچے ہوئے ہیں جب تک تو درہم چاؤ نہیں کھائیں گے وہاں سے ابلیس گئے نہیں۔“

میں نے کہا:

”جتنے لوگ گدھوں کی طرح (گدھ کہہ لیں یا گدھے ایک ہی بات ہے) وہاں جمع ہیں ان کو کارخانے کی صفائی میں لگائیں، ان سے کہیں کہ والد صاحب کافی دنوں سے بیمار تھے کام کاج چھوڑنے ہوئے ہیں، کارخانے کی صفائی بھی نہیں ہوئی تھلاؤ کریں اس کے بعد کھانا یہاں نہیں مگر جا کر کھائیں، جتنے لوگ وہاں آدھکے ہیں ان سے صاحبزادے نے یہ نہیں کہا۔“

فون کرنے والے نے جواب دیا:

”وہ تو خاموش ہیں اور جب تک یہ لوگ کھانا نہیں کھائیں گے اس کی جان نہیں چھوڑیں گے۔“

میں نے کہا:

”میں آدمی مبارک باد واپس لیتا ہوں اس لئے کہ اعلان کرنے کے بعد اب اس پر عمل کیوں نہیں کرتے، ان کی جراثیمی کو خاطر میں کیوں لا رہے ہیں، ان گروہوں کو وہاں سے ہٹاتے کیوں نہیں، اس لئے آدمی مبارک واپس۔“

اعلان تو آسان تھا مگر عمل مشکل ہو گیا، اعزہ و اقارب کی رضا و خوشی کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر مقدم کر دیا کہ کہیں رشتہ دار ناراض نہ ہو جائیں، مجبوراً کھانے کا انتظام کیا، جانا کہ مسلمان کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بہر حال مقدم رہے، تعلقات ٹوٹتے ہیں تو پروا نہیں، اصحاب و اقارب ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، معاشرہ ساتھ نہیں دیتا تو نہ دے، وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں کسی مصلحت کا نگار نہیں ہوتا۔

سے سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے

مہ نظر تو مرضی جہاں نہ چاہئے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ

کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

یا اللہ! آپ کے ساتھ محبت کا دعویٰ تو بہت بڑا کر دیا، اب اس پر استقامت صرف آپ ہی دے سکتے ہیں، آپ کی دیکھیری سے ہی تمام مسائل حل ہوں گے، اس میں ہمارے کمال کو کوئی دخل نہیں، اس لئے: ”لَا يَنْفَعُ قَتْلُ“ کے بعد: ”وَلَا يَنْفَعُ نَسْئِيتُ“ کی تلقین فرمائی، فرماؤں دشمن، فوائل و واجہات میں بار بار اس کا تذکرہ ہوتا ہے، وعدہ کرتے ہیں، محض زبانی عہد نہ ہو، دل و جان سے اس کو تسلیم

کر کے سوچا کریں، اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دن حاضر ہوتا ہے، مجھ کو زبان سنہ کبہ دینا کافی نہیں، ورنہ دین و آخرت میں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا، اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے کہ زبان سے تو بار بار مہمہ کرتا تھا، کبھی اس پر عمل کا بھی سوچا تھا۔

اہل محبت کے لئے دین بہت آسان ہے:

اللہ تعالیٰ بار بار ارشاد فرماتے ہیں کہ دین پر چلنا بہت ہی آسان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ارشاد فرما چکے ہیں "الدین یسر" دین بہت آسان ہے اور میں بھی بار بار کہہ چکا ہوں کہ دین پر عمل کرنا تو بہت ہی آسان ہے مگر اس بیان میں کہہ رہا ہوں کہ دین پر چلنا، اس کے تقاضوں کو پورا کرنا، بے دین معاشرہ ماحول کا مقابلہ کرنا بہت ہی مشکل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط ہو جاتا ہے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت و خوف ہر چیز کی محبت و خوف پر غالب ہوتا ہے، جس کے ساتھ نظر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتا ہے اس کے لئے دین پر عمل کرنا بہت ہی آسان ہے بلکہ دین کے ساتھ اس کو اس قدر محبت و الفت ہوتی ہے جس قدر بچھل کو اپنی سے بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ، اور یہ محبت و آسانی اللہ تعالیٰ خود ہی عطا فرمادیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهَبَنَّ لَهُمْ مِمَّا كَفَرُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (۱۶۰-۱۶۱)

مومن کسی مصیبت کا بھگڑ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے، اور جس کو دین پر عمل کرنے کی تہہ ہو اس پر کاربند ہونے کی جھٹ و عزم ہی نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کا خوف اس کے دل میں نہیں غیر اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا پر غیر اللہ کی خوشنودی کو مقدم رکھتا ہے اس کے لئے دین پر عمل کرنا بہت ہی مشکل ہے اس کو توفیق ہی نہیں ہوتی، بعض لوگ صرف دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دین پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں، کوشش اور جھٹ نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے احکام پر عمل کی

توفیق اس وقت ہوتی ہے جب انسان خود کو درست ہو جائے، عزم مصمم کر لے تو کوئی طاقت اس کو ہلک نہیں سکتی۔

یا اعدا تو ہی اپنی رحمت سے قلوب میں ایسی محبت عطا فرما کہ وہ ہر محبت پر غالب آجائے، اپنا ایہ خوف نصیب فرما کہ ہر خوف پر غالب آجائے، اور تیری محبت و خوف کی وجہ سے تیری ہر چھوٹی بڑی نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

عبادت کا معتبر طریقہ:

"إِنَّهُ خَشِيَ" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اب یہ کون بتائے گا کہ عبادت کیسے کریں یہ تو ممکن نہیں کہ ہر شخص پر وہی ہزل ہو، جبریل علیہ السلام آکر بتائیں یا خود اللہ تعالیٰ شریف الائمیں یہ تو نہیں ہو سکتا، وہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نازل نہ ہوگی، اس کے بعد اس کی تشریح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث مبارکہ کی توضیح کے لئے کچھ رہاں چاہئیں کیونکہ براہ راست قرآن مجید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو سمجھنا اور ان کی مراد و مطلب تک صحیح رسائی حاصل کرنا ہر شخص کے لئے ممکن نہیں، ان کی تفسیر و تفسیر کچھ لوگ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ يُزَكِّيهِ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ وَفَعَلَهُمْ -

بِتَفْصِيلٍ لِّعَلَّاهُمْ﴾ (اب-۱۱-۱۲)

آپ قرآن مجید کی وضاحت فرمائیں گے، قرآن کی تشریح و تفسیر، توضیح و تفسیر، تعلیم و تہذیب وہی معتبر ہوگی جو آپ فرمائیں گے، آپ جو تفسیر فرمائیں گے وہی واجب القبول ہوگی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سمجھنا بھی ہر کس و نامک کا کام نہیں بلکہ صرف اہل فکر و مجتہدین کا کام ہے۔ جیسے فہم قرآن کے لئے حدیث کی ضرورت

ہے ایسے ہی فہم حدیث کے لئے اہل فکر کی ضرورت ہے۔

قرآن کی اس چابک سے قطع نظر کر کے قرآن و حدیث کو سمجھنا خطاوات و گمراہی ہے، ایسا شخص ضال و مضل ہے، خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہی و خطاوات میں ڈھکیچھنے والا ہے۔

مضامین قرآن کی دو قسمیں:

کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہاں تو ”تسبیح للناس“ فرمایا کہ آپ اس کی تشریح فرمائیں گے اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا الْفَرَّانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ﴾ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کسی کی وضاحت کی ضرورت نہیں اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں دو قسم کے مضامین ہیں، ① وہ تذکیر ② استنباط مسائل۔

قسم اول دو مضامین ہیں جن سے صحیح حاصل ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور اس کی محبت دل میں پیدا ہو، انسان بننے کی فکر ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات و کمالات، اور اس کی قدرت کر کر رہے، ان مضامین کو کوئی پاگل سے پاگل بھی پڑھے گا تو اس کے قلب پر اثر ہوگا اس لئے کہ انسان جب کسی کے احسانات و کمالات محسوس کرتا ہے تو اس کے دل پر ان کا اثر ہوتا ہے محسن کی عظمت و وقعت دل میں چاکریں ہوتی ہے اور ”الانسان عبداً للاحسان“ کا مصداق بن جاتا ہے، تو اس مرئی حقیقی کے کمالات و احسانات و انعامات کے مضامین صحیح حاصل کرنے کے لئے بہت آسان ہیں: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا الْفَرَّانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ﴾ سے اس قسم کے مضامین مروی ہیں۔

قسم ثانی استنباط مسائل یعنی قوانین شرع، جائز و ناجائز، حلال و حرام اور دوسرے تمام مسائل شرعیہ کی تفصیل اور حدود و قیود، ان کے بارے میں آیت: ﴿وَأَنِيرْ لَنَا الْهَدْيَ﴾

الذکر لیسین للناس) میں بیان فرمایا کہ ہم نے قرآن اس لئے نازل کیا کہ آپ ہمارے قوانین ہماری حکومت کے قواعد و ضوابط اور احکام بندوں کو بتائیں یہ خود اس قابل نہیں کہ ان کو کچھ سیکھیں اور یہ ناقیامت جس قدر بھی احکام پیدا ہونے والے ہیں، جس قدر حوادث و واقعات ظاہر ہونے والے ہیں ان سب کو آپ اپنی مختصر زندگی میں کیسے بیان کر سکتیں گے اس لئے فرمایا: "ولعلہم یفکرون" کہ نت نئے مسائل، حوادث و جزئیات رہتی و نہایت پیش آتے رہیں گے اس لئے آپ کی وفات کے بعد ہم ایسے جہتدین پیدا کریں گے کہ وہ تدبیر و فکر، استنباط و استخراج قوت علیہ و علیہ کے ذریعہ خالق کی طرف حقوق کی صحیح رہنمائی کر سکتے رہیں گے، قرآن مجید اور آپ کے ارشادات و احادیث علیہ سے استنباط کر کے احکام بیان کیا کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خود براہ راست ہر شخص کو مہارت کا طریقہ نہیں بتایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اس کا طریقہ ارشاد فرمایا ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان نئی بات و مسائل پیش آتے رہے اور قیامت تک ایسے حوادث و واقعات پیدا ہوتے رہیں گے جن کا حکم صراحت قرآن و سنت میں موجود نہیں۔ ان کے معلوم کرنے کا حلیہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ولعلہم یفکرون" کہ ان احکام کو اہل فکر، اہل اجتہاد اور اہل بصیرت بیان کیا کریں گے۔

اہل اجتہاد:

ان اوصاف سے متصف کون لوگ ہیں؟ یہ بات مفقدا، اجماعاً اور تجربہ واضح ہے کہ جو لوگ براہ راست کسی سے کچھ سیکھتے ہیں وہی اس کی تعلیمات کے رموز و ارشادات کو خوب سمجھ سکتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے براہ راست بلا واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تفسیر و مسائل کی، بلا واسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافہ ہیں، ان کے بعد ان نئی بات و مسائل کو صحابہ کرام نے صحابہ کرام سے اور پھر تابع

تالیمین نے تالیمین سے براہِ راست علم حاصل کیا، اسی طرح قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا جو شخص اس سلسلہ دشمن و جاہل سے وابستہ رہا وہی حرام مستقیم پر قائم و دائم رہے گا، اس طریقہ سے بہت کچھ قرآن و سنت کو بھگنے کی کوشش کرے گا، وہ گمراہ ہوگا اس سے باہر اس کی کتب سے استفادہ کرنے دین کے لئے ایسا مضر و مہلک ہے جیسا کہ بدلت کے لئے ہم قائل، اس لئے اس "المعروۃ الوثقی" کو مضبوط پکڑنا لازم ہے ورنہ گمراہی و رسوائی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

”اَعِدْبَا الْفِرْدَوْسَ اَنْتُمْ تَعْبُدُونَ“ ہمیں سیدھی راہ پر چلا دے، بھگتے نہ پائیں۔ مگر انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا وہی ہے، یہودی، عیسائی، ہندو، کچھ غرض یہ کہ ہر شخص اس بات کا وہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اس لئے یہ دعا اور شواہد فرمائی ”اَعِدْبَا الْفِرْدَوْسَ اَنْتُمْ تَعْبُدُونَ“ سیدھی راہ پر چلا کر منزل تک پہنچا دے۔“

"أقيدوا القيوط المستقيم" كالمطلب

بہت لوگ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "سیدھی راہ دکھا دے۔" مگر یہ ترجمہ صحیح نہیں، راہ دکھانا کافی نہیں، اگر کسی کو تکہ کا راستہ دکھا دیا جائے تو کیوں پہنچ جائے گا؟ حتیٰ کہ اس طرف چلا بھی کافی نہیں، ممکن ہے بھٹک جائے، بولی آواز پر پہنچ کر جہاز میں سوار کر دیا جائے بھی کافی نہیں کہ شہید جہد میں اتر کر اصرار دہر ہو جائے مگر زاد باطن تعالیٰ شرف نہ پہنچی تھکے، اس لئے رجمائی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا دینا ضروری ہے۔ سو "تَغْيِثُ الْفَيْزِ لِمَا الْاَسْتَفِیْہُ" کے کامل و مکمل معنی یہ ہیں کہ صراطِ مستقیم پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دے اسی معنی کو یہ نظر رکھتے ہوئے دہا کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں کوہِ جباریت و خطرات کے دونوں راستے دکھا دیئے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (آپ ۳۰ - ۳۱) ﴿وَاتَّقُوا كُفْرًا كَبِيرًا﴾ (آپ ۳۲) ﴿وَعَذَابُهُ مُّشْتَبِهٌ﴾ (آپ ۳۳) ﴿وَلَا جبریت بھی دکھا دی اور گمراہی کا راستہ بھی دکھا اس

کو اختیار ہے کہ جس پر چاہے چلے، جبر واکرہ نہیں، "نَفَعْنَا الْقَوْمَ الْمُنْتَظِمَ" میں یہ بات مد نظر رکھ کر دعا کریں کہ سیدھی راہ پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دیں تو کام چلے گا۔

صراطِ مستقیم:

ہر شخص صراطِ مستقیم پر چلنے کا دعویٰ ہے اور یہی چیز باعثِ نفع ہے "صراطِ مستقیم" کا تعین کیسے ہوگا؟ تعین کے لئے "صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" فرمایا کہ میری راہ کی تعینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے ان کے راستے کی انکاد ہی معجزات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کریں گے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے راستے کی وضاحت تابعین و صحبہ اللہ تعالیٰ کریں گے حتیٰ کہ طبقہ در طبقہ تا قیامت اس صراطِ مستقیم کی تعین و توضیح ہوتی چلی جائے گی۔

"صراطِ مستقیم" کی وضاحت "صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" سے فرمائی "صراطی" سے نہیں فرمائی کہ میرا راستہ سیدھا راستہ ہے، "صراطِ القرآن" سے بھی نہیں فرمائی کہ قرآن کا راستہ صراطِ مستقیم ہے، قرآن مجید جو ارشاد فرمائے وہی کرتا ہے، اور "صراطِ رسولی" سے بھی نہیں فرمائی کہ جو کچھ رسول فرمائے وہی راہ حق ہے، ایسا اس لئے نہیں فرمایا کہ شیطان تکس کرتے ہوئے یوں گمراہ کر سکتا تھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہی اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔

فریب کاری، دغا بازی اور تکس اٹھانے سے مامون و محتویہ رکھنے کے لئے "صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" فرمایا کہ ہر زمانہ میں بصیرت، تقویٰ اور فطرت کے حامل ایسے معجزات موجود رہیں گے جو "صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کی محلی تعبیر و تفسیر ہوں گے، وہی اس کی تعین کریں گے، آپ بطور خود اللہ تعالیٰ کا راستہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ، قرآن مجید کا راستہ ایک جاتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ جنم جو انجنت عظیم میں داخل ہیں، دوسرا راستہ فرماتے ہیں تو آپ جنوں کا دکھانہ، مخدومہ الخواص محصور ہوں گے، مراد مستقیم وہی ہے جس کی یہ حضرات نصیحتیں فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ جو کرام القرآن اور خلاصہ قرآن ہے میں فرمادیا کہ اگر اہلدار راستہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ، قرآن کا راستہ معلوم کرنا چاہے ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھنا ہوگا، ان سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی، ہمارے راستہ پر چلنا ان کے اجتہاد پر موقوف ہے، بصورت دیگر خلاصہ کے اندامیروں میں گھرے رہو گے، اہلدار راستہ نہیں مل سکے گا۔

گمراہی کا راستہ:

اس کے بعد بطور حبیہ ”خَيْرَ قَلْبٍ مِّنْ مَّوَدٍّ عَلَيْهِمْ وَلَا يَكْتَسِبُ آيَةً“ فرمایا کہ جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے راستہ سے انحراف و درگزر نہ کریں گے اور قرآن سمجھنے کی کوشش میں اپنی عقل لڑائیں گے ایسے لوگ مفسد، مقہور اور معذب ہیں، مراد ہیں، جنم عظیم کے راستہ سے ہٹ کر قرآن وحدیث سمجھنے کا کسی کو کوئی حق حاصل نہیں، یہی مضمون متعدد احادیث میں بھی وارد ہے اور اس پر ہر ایک مفصل مضمون ”معیار حق“ کے نام سے اسن الفتاویٰ جلد اول میں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیار حق ہونے کی عقلی دلیل:

عقلی و تجرباتی اعتبار سے غور کیا جائے تو بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سراسر انحراف کر کے قرآن وحدیث سمجھنے کا کوئی جوہر نہیں، اس لئے کہ دنیا کا یہ مسلم ضابطہ ہے کہ کسی کی بات سمجھنے کے لئے قرب ظاہر و قرب باطن اور حد موڑ ہے، قرب باطن سے تعلق قلبی، محبت و مودت مراد ہے، اور قرب ظاہر سے ”ساتھ رہنا“ مراد ہے، جو شخص جس قدر زیادہ قریب رہتا ہے اسی قدر مصاحب اور ساتھی کی بات سمجھنے پر

سمجھتا ہے، اسے اس کے کام کے مقاصد کا علم ہوتا ہے، یہ شکل نمود کہادت بہت مشہور ہے کہ ”گو گنگے کی زمیں اس کی ماں جانے“ بچہ گونگا ہے، ماں کے پاس رہتا ہے جو کچھ اشارات میں کہتا ہے، ماں سمجھتی ہے، وہ وہی ہے کہ ہر وقت ساتھ رہتی ہے۔

ایک عالم ایک بار یہاں دارالافتاء میں تشریف لائے، چند روز یہاں قیام فرمایا، ہم روزانہ صبح جہاد کی مشق کے لئے نکلتے تو ان کو بھی ساتھ لے جاتے تھے، کچھ روز وہ میری باتیں سماعت فرماتے رہے ایک دن فرمانے لگے۔

”آپ کی باتیں وہ عالم کچھ سمجھتا ہے جس نے کم از کم دس بارہ سال آپ کی خدمت کی ہو۔“

اس سے ان کی مراد میری مخصوص اصطلاحات ہیں جو علماء میں بیان کرنے کی ہیں، وہ مسائل فقہیہ اور اصلاح سے متعلق مسائل عوام الناس کو عام فہم زبان میں آسان کر کے سمجھاتا ہوں، اللہ تعالیٰ مزید آسان کر کے سمجھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بات سمجھنے کے لئے مصابحت کو دخل ہے، جس کو ”قرب ظاہر“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قرآن مجید و حامل قرآن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ظاہر و قرب باطن حاصل تھا، قرآن مجید سے قرب کا مطلب یہ ہے کہ جو آیت نازل ہوئی، جس حکم کا نزول ہوا، جب بھی وہی نازل ہوئی یہ حضرات موجود ہوتے تھے، ان کو ایک ایک حکم کے بارے میں معلوم تھا کہ یہ آیت، یہ حکم کس موقع پر نازل ہوا، اس کا شان نزول کیا ہے، کس موقع کی بات ہے اس لئے کہ موقع بدل جانے سے مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجے کو سنتے، چہرہ مبارک کے

تغیرات کو ملحوظ فرماتے اور بات کو بخود سن کر سمجھنے کی کوشش فرماتے تھے۔

بات سمجھنے میں چہرہ کے آثار کو دخل:

بات سمجھنے میں ہاتھوں کے اشارات کو، چہرہ کے تیرواں کو، کاس پر ہلاکت ہے یا فیتہ و غضب، آنکھوں کے اشارات کو دخل دیتا ہے بات کو سمجھنے میں ان چیزوں کو دخل ہے اور یہ اشیاء اس میں نہایت اثر انداز ہوتی ہیں۔

اس کے بے شمار قصے احادیث مقدسہ میں موجود ہیں، بعض لوگوں نے یہ تصور کیا کہ آپ ویسے کچھ ارشاد فرما رہے ہیں مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھا تو کانپ اٹھے، لرزہ برپا ہوا ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیں سمیٹے فرما رہے ہیں۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سلوئی ما شئتم“ جو چاہو مجھ سے پوچھو تو بعض نے لوگوں نے (جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا) طرح طرح کے سوالات شروع کر دیے:

ایک نے سوال کیا:

”میرا آپ کون ہے؟“

دوسرے نے پوچھا:

”میری اونچی گم ہو گئی ہے وہ کہاں ہے؟“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے بڑے درجہ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو فیتہ و غضب سے سرخ ہو رہا تھا سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سمیٹے فرما رہے ہیں فوراً توبہ کی، تو آپ کا قصہ ختم ہوا۔

احادیث نقل کرنے کا ایک عجیب انداز:

اس لئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب کوئی بات بہت تاکید سے بیان کرنا چاہتے ہیں تو فرماتے ہیں: "ابصرتہ عینای وسمعتہ اذ لای وروعاہ قلبی" بہت عجیب الفاظ ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ ارشاد فرما رہے تھے اس وقت میری دونوں آنکھیں آپ کے چہرہ انور اور اس کے الوان و آثار و تغیرات اور چشمہ ابرو کے اشارات اور ہاتھوں کی تعمیر کو دیکھ رہی تھیں اور کلام کے نقل و درود کا مشاہدہ کر رہی تھیں، چہرہ سے سمجھ رہی تھیں کہ اس ارشاد کا کیا مطلب ہے، اور آپ کے چہرہ مبارک پر مرکوز تھیں، میں کمال توجہ سے آپ کو دیکھ رہا تھا، یعنی میں ہر تین دونوں آنکھیں بن کر آپ کی طرف متوجہ تھا۔

یہ نہیں فرمایا کہ میں دیکھ رہا تھا بلکہ بطور تاکید فرماتے ہیں کہ میری دونوں آنکھیں دیکھ رہی تھیں، یہ فرماتے ہوئے ان حضرات کو لطف اور حزا کتنا آتا ہوگا کہ محبوب سامنے تھا اور میری آنکھیں تھیں تو حذر لینے میں کیا کمی ہوگی؟ میں تو ان حضرات کا کلام نقل کر کے اور تصور کر کے لطف اندوز ہو رہا ہوں، بہت حزا آرہا ہے اور جن کی آنکھیں بکمال توجہ آپ کے چہرہ انور کو ملاحظہ کر رہی ہوں گی ان کو کتنا لطف آتا ہوگا؟

یا اللہ! ہماری اس کیفیت اور اس نقل کو قبول فرما اور جنت میں یہی حذرے لینے کی حرم و ہون عطا فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ مبارک کو دیکھ کر جو لطف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم لیتے تھے وہ یہاں لطف حاصل کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ وہ یہاں لطف آئے گا، اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اجازت پر خاطر فرمادیں تو وہ وقت دور نہیں بہت قریب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا لطف لے رہے ہوں گے۔

"وسمعتہ اذ لای" میرے دونوں کان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو

کن رہے تھے، لہجہ کو غور سے سماعت کر رہے تھے، خطلم کے کام کی حقیقت اس کے لہجہ سے معلوم ہو جاتی ہے، تنجید کی سے کوئی بات کہہ رہا ہے یا غصہ سے، کچھ بتا رہا ہے، یا کچھ پوچھ رہا ہے اس کا تعلق اس کے طرز کلام سے ہے۔

”وعداء قلبی“ میرے دل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارک کے الفاظ کو، معافی اور ملہویم کو خوب یاد دلایا اور جمع کر لیا۔ غرض یہ کہ میں ہر تن متوجہ تھا میرے دل پہنچنے، سننے اور یاد کرنے میں کوئی کوتاہی اور قصور نہیں تھا۔

یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خصوصیت تھی کسی اور کو یہ مقام اور مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا، دوسرے اس مقام کے حصول سے قاصر ہیں اس لئے فہم دین انہی حضرات پر موقوف ہے، ان کے طرز و طریق سے انحراف کرتے ہوئے جو دین بھگنے کی کوشش کرے گا گمراہ ہوگا اور اس کی اس ”فہم“ کو روٹی کی نوکری میں ڈال دیا جائے گا، اس پر احمق جان کر نہ ہوگا۔

بدعات کے مفاسد:

اس مضمون میں چند باتیں ذہن نشین کر لیں کہ جو لوگ اپنی طرف سے بدعات و رسوم کو دین میں شامل کر رہے ہیں مثلاً محرم کی بدعات، ربیع الاول کی بدعات، رجب اور شعبان کی بدعات، جمعرات کی بدعت، امرنے پر بدعات، بچاری پر بدعات، ملک الموت سے جان بچانے کے لئے دو کالے تھڑے دینے اور کسی کے مرنے پر دیکھیں چڑھانے کی بدعات، قرآن خوانی کی بدعت، کیا ان کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں تھا؟ انہیں معلوم ہو گیا کہ ایسا کرنا ثواب اور دین کا جزء ہے، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مبتدعین اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

دوسری بات ان کے ذہن میں یہ آ سکتی ہے کہ ان اشیاء کا اللہ تعالیٰ کو تو علم تھا لیکن اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جہل نہیں فرمایا تو سوال یہ ہے کہ اگر یہ

چیزیں اسلام میں داخل تھیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم کیوں نہیں دیا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف حکم کی نسبت کرنا لازم آتا ہے کہ وہ چیزیں دین کا حصہ اور کارِ ثواب تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے عظیم کیا، بعد ازاں کو فائدہ اور ثواب کی چیزوں سے محروم رکھا۔

تیسری بات یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا تھا لیکن انہوں نے راستے ہی میں خیانت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کو نہیں پہنچایا۔

چوتھی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آتے آتے اس حصہ کو بھول گئے، یا شیطان نے اس وقت میں جبرائیل کو رکے یہ احکام سمجھنے لے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایسے احکام کو نہ پہنچے دیا۔

ان میں سے کوئی ایک بات بھی قائل تو ہرگز نہیں ہر تو جہر مردود ہے، حضرت جبریل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَهُوَ الْغَفُورُ الْكَرِيمُ ۝ ذِي الْقُوَّةِ جُنْدَ ذِي الْقُرْئِينَ مَبِينٌ ۝﴾

نطالع ختم آمین ﴿۱﴾ (اب ۲-۱۱۵۱۹)

کہ حضرت جبریل علیہ السلام قوی بھی ہیں اور امین بھی، ”قوی“ ایسے کہ ان سے شیطان زبردستی کوئی حکم، کوئی آیت سمجھ نہیں سکتا، اور ”امین“ ایسے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے میں امانت دار ہیں خیانت نہیں کرتے، جو کچھ جس کیفیت و وقت کے ساتھ ملاسن وہی پہنچا دیا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ احکام پہنچائے گئے تھے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیوں نہیں بتائے؟ اور اگر آپ نے بتا دیئے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں بتائے؟ یہ عقیدہ رکھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر خیانت کا الزام ہے جو سراسر کلمہ ہے۔

اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس لئے نہیں بنائے کہ بعد میں آنے والے لوگ خود بخود ان کو کچھ جائیں گے جیسا کہ گمراہ یہ اس کے مدعی ہیں کہ ان کا براہ راست لوہے سے قطعی ہے، وہ عرض سے احکام لیتے ہیں نہ کہ علماء اور کتابوں سے، اگر تھوڑی سی دہ کے لئے اسلامی حکومت آ جائے تو ایسے گمراہ اور مشرک یہ وہ، مریدوں کا قصہ ہی درست ہو جائے، حکومت مسلمانوں کی تو ہے مگر اسلام کے مطابق نہیں، ان کو مسلمان بھی "علی السبیل النزل" کہہ رہا ہوں، اگر مسلمان، بچے بچے مسلمان بن جائیں تو حکومت خود بخود اسلامی حکومت بن جائے، مسلمان ہی مسلمان نہیں بننے تو اہل اللہ اور رہا اب حکومت کیسے درست ہوں؟

حکومت الہیہ کی متوازی حکمت:

خلاصہ یہ کہ جو شخص بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہٹ کر دین میں اپنی رائے اور اپنی ایجاد کو داخل کرتا ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنی متوازی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ اپنے احکام محترمہ بھی نافذ کرے گا سو یہاں دین اور متمدن اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں خود حاکم بننا چاہتا ہے۔

بدعت دخول جہنم کا باعث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"من أحدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فہو رد" (مسلم علیہ)

اور فرمایا:

"کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار" (انسائی)

"دین میں نئی چیزیں پیدا کرنا سب گناہوں سے بدتر ہے اور برقی چیز بدعت

اور ہر بدعت بہت بڑی گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ "اسی خرافات و بدعات کے مرکب اللہ تعالیٰ کی حکومت و سلطنت کے باقی ہیں اور دنیا بھر کا قاعدہ اور دستور ہے کہ کوئی مجرم تکمیلِ جرم کر کے آئے تو اس کے جرم کو معاف کیا جاسکتا ہے، لیکن دنیا میں کسی سلطنت و حکومت کے مقابلہ میں کوئی اپنی سزاوی حکومت قائم کرنا چاہے تو اس کو بے ناکت کہا جاتا ہے، کوئی حکومت اس تکمیلِ جرم کو معاف نہیں کرتی، ایسے مجرم کو سخت سے سخت اور بدست بدتر سزا دی جاتی ہے، یہی قاعدہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں حکومت قائم کرنے کا ہے کہ کسی ایسی چیز میں ثواب بتانا جس میں اللہ تعالیٰ نے ثواب نہیں بتلایا یہ بے ناکت ہے، اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے جہنم تیار کر رکھی ہے، یہ جرم بھی معاف نہیں ہو سکتا، دوسرے جرائم اللہ تعالیٰ چاہیں تو معاف فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام حیاتِ صراطِ مستقیم پر قائم و دائم رکھیں جو کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا متعین فرمودہ راستہ ہے۔

میں نے شروع میں دوسری آیت یہ پڑھی ہے:

﴿ قُلْ هَکَذَہٗ سَبِّحُوا لِلّٰہِ حَتّٰی تَہْبِیْرُوْا اَنَا وَمَنْ اَنْتَبَغَتْہٗ

وَسَبَّحَنَ اللّٰہُ وَمَا اَنَا مِنَ السَّابِّحِیْنَ ﴾ (آب ۱۳-۱۴)

اس میں بھی سبھی کی گئی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے راستے سے ہٹ کر کوئی راہ اختیار کرنا گمراہی ہے جو جہنم میں لے جانے والی ہے۔

نجات کا راستہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے:

جن لوگوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ کو مضبوط پکڑا،

اس پر قائم و دائم رہے، امن کا ایمان بیٹھا ہے، پکا ایمان ہے، تمکین نہیں جائے گا۔

﴿ فَکَفَّ اَنْتَبَسَکَ وَالْقُرْوَۃُ الْاَوَّلٰی لَا اَلْبَصَیْمَ لَهَا ﴾ (آب ۲-۳)

انہوں نے ایسی مضبوط اور قوی دہی کو تھا ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتی، وہ دہی جنت تک پہنچائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے لوگ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجتماع کی برکت سے کبھی مراد مستقیم سے بھٹک نہیں سکتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا راستہ چھوڑنے والوں کا حال:

اور جن لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دہی کو چھوڑ دیا، ان کے طریقہ سے ہٹ گئے ان کا ایمان کمزرا ہے، وہ گمراہ ہیں، کسی نے بھی دعوت دی اس کی طرف بھاگے چلے گئے، کسی نے تہما، چالیسواں، جمرات وغیرہ میں ثواب بتا دیا تو اصرار بھاگے چلے گئے، کسی نے خوانی (خلاف سنت قرآن خوانی) کا بڑا ثواب بتا دیا تو اس طرف دوڑے چلے گئے، کسی نے کہہ دیا کہ فلاں سورت پڑھ لی جائے تو اتنے بزرگ کا ثواب ہے، حساب و کتاب سے حفاظت ہو جاتی ہے گناہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش نہیں کی جاتی، بس کسی نے کہہ بھی دیا اس کی بات مان لی، جس کے ہزاروں اللہ ہوں ظاہر ہے اس کی نہات کیسے ہو سکتی ہے۔

۱۔ مصیبت میں ہے، جان کس کس کو دیں دل

ہزاروں تو دلیر ہیں اور ہم اکیلے

میں وصیت کرتا ہوں کہ اس شعر کو یاد کر لیں ہزاروں کی رضا جوئی کی فکر میں گئے ہوئے ہیں فلاں رشتہ دار ناراض نہ ہو جائے، بیوی ناراض نہ ہو جائے، دوست ناراض نہ ہو جائیں، کوئی حاکم ناراض نہ ہو جائے، بے دین ماحول، بے دین معاشرہ اور بے دین احباب و اقارب کی رضا جوئی میں جان کو مصیبت اور پریشانی میں ڈال رکھا ہے، ارے اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاتا ہے وہ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا، اس کو سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے، اس کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ ہر وقت اس کی رضا کی فکر میں رہتا ہے، اس کے برعکس مختلف معبودوں کی رضا کی فکر

مصیبت جان ہے۔

ظاہر تو یہ ایک شعر ہے مگر حقیقت قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ ہے:

﴿صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا ذُرِّيَّتًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَبِّهُونَ وَذُرِّيَّةً مَثَلًا
لِرِثْلٍ خَلَقَ يَسْتَوِيانِ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

(آپ ۶۲ - ۶۹)

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کیسے عجیب مضامین ہیں، ساتھ ساتھ عجیب عجیب مثالوں سے سمجھاتے ہیں:

صالح اور فاسق کی مثال:

"صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا" کا جملہ فرما کر پہلے متوجہ فرمادیا کہ آئندہ بات کو غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ ایک بہت اہم بات ایک عجیب و غریب مثال سے سمجھانے لگے ہیں، ﴿صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا ذُرِّيَّتًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَبِّهُونَ وَذُرِّيَّةً مَثَلًا لِرِثْلٍ﴾ "میرے خلق خدا! اصل سے سوچئے، غور و فکر کیجئے کہ ایک غلام کی مالکوں کے درمیان مشترک ہو، کوئی دوسرے سے بھیجتا ہے کوئی دوسرے سے، اس کو راضی کرتا ہے تو دوسرا ناراض، دوسرے کو راضی کرتا ہے تو تیسرا ناراض، فرض یہ کہ اس کی جان مصیبت میں پڑی ہوئی ہے (جیسے شعر مذکور میں بیان ہے) ایسے لوگ دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں جو ہر ایک کو راضی رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں، غلام کو ایک مالک اپنی طرف بلاتا ہے تو دوسرا اپنی طرف تیسرا اپنی طرف بلاتا ہے، جیسے یہ تمام مالکوں کو راضی نہیں رکھ سکتا مصیبت میں پھنسا ہوا ہے، یہی حال اس شخص کا ہے جس کے محبوب بہت ہوں اور سب کو ایک دھت راضی رکھنا چاہتا ہو، اس کے ہزاروں لاکھوں ٹکڑے کر دیئے جائیں تو بھی یہ راضی نہیں ہوں گے۔ یہ تو اس غلام کی مثال ہے جس کے مالک زیادہ بھی اور بے مراد بھی۔

”وَرَبُّكَ لَسَمَّا رَبُّنَا“ دوسرا وہ شخص جو صرف ایک کا غلام ہے یا اللہ! تو ہمیں ایک ہی کا غلام بنالے، تو صرف اور صرف اپنا غلام بنالے، تو ہی میری غلامی سے ہماری حفاظت فرما، اپنی غلامی کی فکر خالص فرما۔

”هَلْ يَسْتَوِي مَنْ مَلَكَتْ يَدَايَ“ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ان دونوں میں بھی بھی مساوات نہیں ہو سکتی، پہلا بھی بھی سکون میں نہیں رہ سکتا، دوسرا بھی بھی پریشان اور متکلیف نہیں ہو سکتا، تو کیا دونوں کی حالت برابر ہو سکتی ہے؟ ”الحمد لله“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری حمد و ثناء کرو، میں کبھی کبھی عجیب و غریب مثالیں بیان کر کے تمہیں حقائق سے آگاہ کرتا ہوں۔

”لَا تَكْفُرْهُمْ لَا يَقْنُتُونَ“ میں تو بڑے عجیب انداز سے بات سمجھاتا ہوں لیکن یہ بالآخر بندے ہمارے ہمارے نہیں سمجھتے۔

ایمان کو بخانا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دامن مت چھوڑیں، ان کا کامل اتباع کریں، جس نے ان حضرات کا دامن چھوڑا، ان کے راستے سے معمولی انحراف کیا تو اس کا ایمان کھڑا ہے، بس وہ گیا، جیسے اونٹ جب تک پیٹن رہے گا اطمینان رہے گا، جہاں کھڑا ہوا بھاگا، پھر اس کو پکڑنا دشوار ہوگا۔

صراطِ مستقیم کی تفسیر خود قرآن مجید سے:

”قل هذه سبيلي“ ارشاد فرمایا آپ فرمادیں: ”هذه سبيلي“ یہ میرا راستہ ہے۔ ”هذه“ کی تفسیر آگے بیان کی جائے گی۔ ”ادعوا الى الله على بصيرة“ انا ومن تبعني“ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہی ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے یا قرآن مجید نے بتایا ہے، اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہ ہے جو میں نے بتایا ہے بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہ ہے جس کی طرف میں نے بتایا ہے بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہ ہے جس کی طرف میں اور میرے صحابہ جاتے ہیں ”علی

بصیرۃ" جن باتوں کی طرف میں اور میرے صحابہ جا رہے ہیں یہ کوئی داعی داعی اور
 ظلمات نہیں، دلائل و براہین سے، بصیرت و یقین سے پکی باتیں بتا رہا ہوں، میرے
 بعد وہ لوگ آئیں گے جو یہ کہیں گے کہ صلوٰۃ و سلام کفر ہے ہو کر پڑھنا باعث ثواب
 ہے لہذا ان سے قبل صلوٰۃ و سلام اور لہذا ان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا باعث ثواب ہے،
 جمع ہو کر چلا چلا کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا باعث ثواب ہے، وہ بھی آئیں گے جو کہیں گے
 ایصال ثواب کی دیکھیں چڑھانے میں ثواب ہے، یعنی مرنے پر خوشیاں منانا، ان
 بدعات کو ثواب بتائیں گے مگر خبردار دل کے کان کھول کر سن لو: "علی بصیرۃ انا
 ومن ابیعی" اللہ تعالیٰ کا راستہ وہی ہوگا جو میں اور میرے اصحاب بتائیں گے جو
 ہمارے قول و فعل اور راستہ سے ہٹ کر کچھ کرے گا وہ شیطان کے راستہ کا اتباع کرے
 گا "الْمُتَشَوِّبُ عَلَيْهِ" اور "الْمُكْتَلَبُ" میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ کا غضب و قہر
 اس پر نازل ہوگا ایسے لوگ گمراہ ہیں اس کے خطاب سے بچائیں سکتے۔

"وسبحن اللہ وما انا من المشرکین" اللہ تعالیٰ شرک سے، فاعلم و
 محبوب سے پاک ہیں، اس سے قبل "انا ومن ابیعی" مخصوص طور پر ارشاد فرمایا،
 اب: "سبحن اللہ وما انا من المشرکین" فرماتے ہیں یعنی جو لوگ میرے
 اور میرے پیغمبر کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے تلاش کرتے ہیں وہ اپنا خود ساختہ
 دین میرے لئے بنائے دین و شریعت میں غمخس رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
 شرک کر رہے ہیں، رشتہ داروں کو، اعزاء و اقارب کو، بے دین ماحول و معاشرہ کو،
 اصحاب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بنا رہے ہیں، "سبحان اللہ" اللہ تعالیٰ شرک سے
 پاک ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں وہ بھی اور
 جن کو شرک بناتے ہیں وہ بھی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر جہنم میں جا رہے ہوں گے،
 مرنے والے پر خوشیاں منانے اور دیکھیں چڑھانے کے عمل سے ایسا لگتا ہے کہ اگر
 فرشتے ان کو دھوکا دینے کے لئے جہنم کے دروازے پر دیکھیں چڑھا دیں تو ان خوشی

سے ملنے بجائے ہوئے اس طرف ہوا کیوں گے کہ ایصالِ ثواب کی دیکھیں ہیں، ایصالِ ثواب کے قورے پر ایسے جھپٹتے ہیں جیسے گودہ مردار پر۔

بدعت سے بڑھ کر شرک بھی:

ایک مولوی صاحب ہیں، مولوی بھی معمولی نہیں ایک دینی مدرسہ کے مہتمم، یعنی وہ مولوی جو مولوی کر بھی ہیں، میرے شاگرد بھی ہیں، بہت مخلص، بڑی ہی محبت والے، بڑے ہی اطاعت گزار، بڑے ہی خدمت گزار، ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا، ایصالِ ثواب کے نام سے تیجہ کی بدعت کے منصوبے بنانے لگے میں نے انہیں بہت سمجھایا کہ یہ طریقہ ناجائز و بدعت ہے، سنت کے خلاف ہے، اس طریقہ کا اسلام میں کہیں ثبوت نہیں، سنت کے مطابق ایصالِ ثواب کریں، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ آپ کو کیوں پسند نہیں آتا؟ مولوی صاحب نے جو اسے خدمت گزار اور ہر بات ماننے والے تھے میری یہ بات ماننے سے انکار کر دیا کہنے لگے اگر یہ ریسک نہ کیوں تو برادری جارائیں وہ جانے گی، دنیا میں ناک کٹ جائے گی، میں نے کہا کہ پہلے تو میں اس کو صرف بدعت سمجھتا رہا، اب معلوم ہوا کہ یہ شرک بھی ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر نہیں کر رہے، برادری کو اللہ بنا رکھا ہے، غیر اللہ کو راضی کرنے کے لئے کر رہے ہیں، برادری میں ناک کٹ جانے کی فکر سوا ہے، آخرت میں طواغیتوں ہی کٹ جائے، اس کی فکر اور پرہیز نہیں۔

ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ:

اگر واقعاً آپ ایصالِ ثواب کرنا چاہتے ہیں، آپ کو مرنے والے کے ساتھ محبت ہے، دل میں رحم کا جذبہ ہے تو پھر محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ طریقہ آپ کے لئے کیوں کافی نہیں؟ ایصالِ ثواب کی حقیقت اور شرعی نقطہ نظر سمجھ لیجئے۔ ہر نیک کام جو انسان اپنے لئے انجام دیتا ہے وہ اس میں کوئی ثواب پہنچانے کی نیت سے کرے

تو وہ ثواب دوسروں کو پہنچے گا، آپ اپنے لئے نفل نماز پڑھتے ہیں، نفل روزے رکھتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، تقویات پڑھتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں، نفل حج کرتے ہیں، نفل عمرے کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، غرض یہ کہ ہر وہ عبادت جو آپ اپنے لئے کرتے ہیں اس میں صرف یہ نیت کر لیں کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے وہ پہنچ جائے گا، ثواب پورا پورا آپ کو بھی اور جن کی نیت کی تھی ان کو بھی پورا پورا ملے گا، یہی ایصال ثواب کی حقیقت ہے۔

بعض لوگ اس لفظ جہی میں جھکا ہیں کہ ایصال ثواب صرف خردوں کو کیا جاتا ہے زعمہ کوگوں کو نہیں، دوسری لفظ لہی یہ ہے کہ جو چیز صدقہ کی جائے یعنی جس چیز سے ایصال ثواب کیا جائے وہی چیز ایصال میت کو پہنچتی ہے یہ دلوں عقیدے لفظ ہیں ایصال ثواب جیسے خردوں کے لئے کرنا جائز ہے اسی طرح زعمہوں کے لئے بھی جائز ہے اور جو چیز میت کے ثواب کے لئے دی جائے وہ نہیں پہنچتی اس کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔

”سبحان اللہ وما انا من المشرکین“ کہہ کر ماضی کلمات میں اعلان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ شرک سے، محبوب و مخلص سے پاک ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں مشرک نہیں تم کیوں مشرک بنے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقابلہ میں پوری دنیا کی رضا کو ٹھکرا رہا ہوں، پس پشت ڈال رہا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر رہا، نہ کسی دوست کو، نہ اولاد کو، نہ بیوی کو، نہ برادری کو، تو تم میری امت کہلو، میری محبت و عشق کے دعوے کر کے، میرے فرمانبردار کہلو، کر کیسے شرک کرتے ہو؟

بدعات کے ماحول میں وجوب وصیت:

یہاں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ جس کے خاندان میں مرنے پر بدعات کا دستور

ہو مثلاً تہاء چالیسواں، جمرات، رم کل خواہیں (خلاف سنت قرآن خوانی) وغیرہ کرنے کا اس پر یہ وصیت کرنا فرض ہے کہ ایصال ثواب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے مبارک طریقہ کے مطابق کریں، لوگوں کے بہکانے میں نہ آئیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو مقدم رکھیں، اگر کوئی شخص یہ وصیت نہیں کرتا تو قبر میں سخت ترین عذاب کے لئے تیار رہے، یہ رشتہ دار، اصحاب و اقارب گھروں کی طرح دیکوں پر محبت رہے ہوں گے اور قبر میں فرشتے اس کی پٹائی لگا رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے، جب تجھے معلوم تھا کہ مرنے کے بعد بدعات ہوں گی، خود اپنی آنکھوں سے ان بدعات کو دیکھتا رہا، تجھے معلوم تھا کہ تیرے مرنے کے بعد یہ لوگ شرک کریں گے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مقابلہ میں اپنا راستہ اختیار کریں گے تو تو نے وصیت کیوں نہیں کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ان العیت ليعذب بهكاه اهلہ علیہ“ (اصحیح بخاری)

”عیت“ میت پر اس کے گھر والے نہ رہے ہوتے ہیں اور اس کی پٹائی ہو رہی ہوتی ہے۔“

اہل میت کے رونے سے میت کو عذاب کیوں؟

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ برا کام تو گھر والے کر رہے ہیں اس کی سزا میت کو کیوں دی جا رہی ہے؟ گناہ ایک کرے اس کی سزا دوسرے کو دینا خلاف عقل و نقل ہے۔

حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ بیان فرمایا ہے کہ جب اس کو معلوم تھا کہ گھر والے اس پر مدد نہیں گے، چٹائی گے، تو اس نے روکا کیوں نہیں؟ اس پر وصیت کرنا فرض تھا مگر وصیت نہیں کی، گویا یہ خود ان کے اس فعل پر راضی

تھا تو اس کو اپنے فعل یعنی وصیت نہ کرنے کی سزا دی جا رہی ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں بیان مذکور کو دیکھا جائے، ایصالِ ثواب کی دیکھیں کھانے والے پہ سوچ لیا کریں کہ وہ تو یہاں دیکھیں ازار ہے ہیں اور وہاں ان کے مزاج کی پٹائی لگ رہی ہے۔ جس خاتون میں بھی ایسی بدعات ہوتی ہیں اس کے ہر ہر فرد پر ان بدعات سے بچنے کی وصیت کرنا فرض ہے، ورنہ سخت ترین مجرم ہوں گے۔

ایک نیک خاتون:

ایک عمر رسیدہ خاتون نے میرا یہ بیان سنا تو انہوں نے گھر کے افراد کو بلایا اور تاکید کے ساتھ کہا کہ میرے مرنے کے بعد تچا، چالیسواں وغیرہ بدعات ہرگز ہرگز نہیں کرنا، سنت کے مطابق ایصالِ ثواب کرنا جس قدر بھی ہو سکے۔ گھر کے افراد نے یقین دلایا کہ کوئی بدعت نہیں ہوگی، شریعت کے مطابق ایصالِ ثواب کریں گے مگر انہوں نے کہا کہ مجھے آپ لوگوں پر یقین نہیں آتا، طلبِ آپ لوگوں کے چند رش و رنج ہو گئے، اور باز دقورے کھائے کے لئے چڑھائے تو تم پر مروت غالب آ جائے گی، تم بھی یہی سوچو گے کہ اب یہ جو گدھوں کی طرح قورے، پلاؤ کھانے کے لئے رنج ہو گئے ہیں تو دیکھیں چڑھائی دو، بھرا دلی بدعات کرو گے اس لئے نیپ رکھنا لازماً، میری وصیت کیسٹ میں بھرا، انہوں نے نیپ لاکر وصیت بھر کر سنائی تو انہیں تسلی ہوئی۔ اب ان کا انتقال ہو گیا ہے، بھرا اللہ تعالیٰ کوئی بدعت نہیں ہوئی، وہ کرتے بھی تو ان کا دامن صاف تھا۔

ان خاتون نے صرف ایک مرتبہ میرا یہ بیان سنا اس قدر متاثر ہوئیں، جن کے دلوں میں قبولِ حق کی صلاحیت ہوتی ہے ایک بات بھی اپنا اثر کر جاتی ہے اور اگر قبولِ حق کی صلاحیت نہیں تو دلائل کے ابھار، ایک قرآن نہیں دس قرآن بھی جازل ہو جائیں، یا کو مفید نہیں جن کے لئے ہدایت مقدور نہیں، گناہ کرتے کرتے بدعات کرتے

کرتے دل سیوا ہو چکے ہیں ان کو کبھی بھی جاہلیت نہیں ہوگی ان کے قلوب پر ہرگز
بجلی ہے کہ گھر میں عزیز دشوار غوث ہو چکا ہے مگر یہ تو ہے، چلاؤ کھانے کے لئے
بارو چڑھائے پہنچ جاتے ہیں۔ ﴿وَمَا تَنْهَى الْأَبْنَاءَ وَالْأَزْوَاجَ عَنْ قَوْلِهِمْ إِلَّا جُلُوعُهُمْ﴾
(نہ ۱۱-۱۲) آیات کی آیات بھی منہ نہیں ہوتی۔

یا اللہ! اس قوم کو غیرت عطا فرما، اور ان خاتون کے درجہ پر بلند فرما، ان کے حق
ص۔ت کو اس جہاد کو تمام مسلمانوں کے لئے درسِ عبرت، مسلمان جاہلیت اور ہمت بلند
کرنے کا ذریعہ بنا دے۔

ان کے حالات کو دیکھتے ہوئے جس کو بھی جاہلیت و ہمت ہوگی ان سب کا ثواب
ان خاتون کے برابر اجمال میں بھی لکھ جائے گا، یا اللہ! تو سب کو اس کی توفیق عطا
فرما۔

یا اللہ! ”تَعْدَا الْفِئْرَةَ الْمُسْلِمِينَ“ ہر نماز میں پڑھتے ہیں اس کو دلوں میں
اتار دے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! اپنی اپنے صحیبِ صلی اللہ علیہ وسلم کی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
محبت و اطاعت نصیب فرما، تیار دے تمام حالات کو سراؤ مستقیم کے مطابق بنا دے، اپنی
اس قدر محبت عطا فرما کہ میری اولیٰ سے اولیٰ، قربانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی آلہ

وصحبہ اجمعین

والحمد لله رب العالمین

صفات القرآن

— وَعَظ —

تَرْجُمَةُ شَيْخِ الْإِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ

— نَاشِر —

کتاب گھر

فاطم آباد لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۰۰: ۱۰

مطالع القرآن

۱۱: ۱۰

پانچ سو درویشوں کا شمار

۱۲: ۱۰

پانچ سو

۱۳: ۱۰

پانچ سو

پانچ سو

۱۴: ۱۰

پانچ سو

۱۵: ۱۰

پانچ سو

پانچ سو

۱۶: ۱۰



وعظ

صفات القرآن

(۵ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبُشْرَةٌ لِمَنْ فِي
الضُّمُورِ وَهَذَى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿١﴾ قُلْ يُحْسِنُ أَخُوكُمْ
وَيُذَلِّلُكُمْ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَجْمَعُونَ ﴿٢﴾﴾ (آب - ۱۸ - ۱۹۲)

پہلی آیت میں قرآن مجید کی چار صفات بیان فرمائی ہیں۔

قرآن کی چار صفات:

① نصیحت:

یہ تمہارے رب کی طرف سے نصیحت ہے۔ کسی ایسے دیے شخص کی طرف سے
نہیں تمہارے رب کی طرف سے نصیحت ہے۔

رب کے معنی:

رب کے معنی ہیں:

”آہستہ آہستہ من سب حال قرینہ کر کے درجہ کمال تک پہنچانے والا۔“
 وہ تمہارا رب ہے اس کی طرف ہے یہ ایسی نصیحت ہے کہ وہ اس کے ذریعہ
 تمہیں دنیا و آخرت کے کمالات تک پہنچاتا چاہتا ہے، اس سے اعزاز و لگاؤ کی کہ قرآن
 کتنی بڑی نصیحت ہے اور دین و آخرت دونوں کو جاننے کے لئے اس کی کتنی بڑی اہمیت
 ہے۔

② شفاء:

اس میں شفاء ہے۔ نصیحت کیسے حاصل ہوگی اور دل کی بیماریوں سے شفاء کیسے
 ہے گی۔ پڑھ پڑھ کر بھول گئے سے نہیں اور بلیغ پر زعفران سے لکھ لکھ کر دھو کر پینے
 سے نہیں بلکہ اس کتاب میں نسخے ہیں ان نسخوں پر عمل کرنے سے شفاء ہوگی۔
 کوئی مریض ڈاکٹر کے پاس گیا ڈاکٹر نے نسخہ لکھ کر دے دیا۔ اس نے اسے موم
 چم کر کے یا پلاسٹک لپٹ کر گلے میں ڈال دیا یا اس کو پانی میں گھول کر پی لیا اور کہنے
 لگا کہ فائدہ تو ہوتا نہیں۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ نسخہ تو بہت اچھا تھا، بہت تجربہ بہت ہی
 تجربہ فائدہ کیوں نہیں ہوا، فائدہ تو ہوا، چاہئے لیکن بہت عرصہ گزارنے کے بعد بھی
 مریض کہتا ہے کہ فائدہ ہوا ہی نہیں۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ نسخہ کا طریق استعمال تو بتائیے
 کیسے استعمال کرتے ہیں، مریض کہنے لگا کہ پانی میں گھول کر پی جا رہا ہوں یا یہ کہ گے
 میں باغداد لیتا ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا ارے ہمارے! میں نے یہ نسخہ اس لئے دیا تھا کہ نسخے
 میں جو دوائیں اور پرہیز بتائے ہیں ان پر عمل کرو۔ سو جب قرآن مجید کے بارے میں
 فرمایا کہ یہ نصیحت اور دلوں کے دروگوں کے لئے شفاء ہے تو اللہ کو معلوم تھا کہ آگے جا
 کر مسلمان بھی سمجھیں گے کہ زعفران سے کھینچے رہو اور گھول کر پیئے رہو، ہاندھنے
 رہے، پڑھ پڑھ کر دم کرتے رہو ہیں شفاء مل جائے گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحیحہ
 فرمادی۔

(۳) ہدایت:

گھول کر پینے سے کام نہیں چلے گا۔ پڑھ کر بھونکنے سے کام نہیں چلے گا۔
 تعویذ لکھ کر باندھنے سے کام نہیں چلے گا۔ ممکن ہے کہ اس کی برکت سے قہوڑی اور
 کے لئے تعویذ باندھنے سے کام بن جائے۔ گھول کر پینے سے کام بن جائے اور حقیقے
 کے طور پر پڑھنے سے کام بن جائے لیکن آخر کب تک چند روز بنے گا پھر مصیبت،
 پھر ہذا پھر مصیبت، ہمیشہ کے لئے فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر ایک پریشانی جاتی رہی تو
 سینکڑوں، ہزاروں پریشانیاں اور سامنے آجائیں گی۔ اگر یہ سب پریشانیاں قرآن مجید
 کو گھول گھول کر پینے سے ختم ہو جائیں تو پھر یہ ۱۰ آسمان لٹو تھا کہ گھولنے رہو پیچے
 رہو اور اگر تعویذ باندھنے سے سب پریشانیوں کا علاج ہو جائے تو بھی بہت آسان
 ہے۔ لوگوں نے تو ہر قرآن مجید کا عکس لے کر بہت چھوٹا سا بنا دیا ہے تاکہ
 ہر قرآن کو ہی تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لیا جائے۔ یہاں ایک مسئلہ بھی من لکھتے۔
 حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن کے حجم کو چھوٹا کر اس کی
 عظمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ دوسرے لنگوٹے ہاروں نے کیا کیا۔
 فلاں سورت کے اتنے عدد، فلاں کے اتنے عدد، پوری سورت کون لکھے گا، کون
 باندھے گا اس لئے انہیں نے سورتوں کے عدد کے لئے تعویذ لکھنے شروع کر دیے۔ اگر
 قرآن گھول کر پی لینے سے یا باندھ لینے سے دم کرنے سے یا حقیقے کے طور پر پڑھنے
 سے مصیبت ٹل جاتی تو یہ دنیا بھل کیوں رہی ہے؟ بات وہی ہے کہ جب تک قرآن پر
 عمل نہیں کریں گے۔ جب تک قرآن کی باطنی نہیں چھوڑیں گے جب تک اللہ
 تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کریں گے جب تک اس مالک کو ناراض نہ کریں گے۔
 اس وقت تک خود آپ روزانہ پورا قرآن گھول کر پیتے رہیں، کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ
 کی طرف سے عذاب برساتی رہے گا سکون نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ایک

زمانہ آیا آئے گا کہ مسلمان یہ سوچے گا کہ قرآن میں جو فرمایا ہے: "وَضَعَا لِلْمَا فِي
الْعُدُوِّ" اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے کھول کر پتے سے فضاء ہو جائے گی۔ اس
لئے فرمایا کہ ہم نے جو قرآن کو فضاء کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دلوں کی بیماریوں
کے لئے فضاء ہے، اس سے فضاء کیسے ملے گی۔ اس سے دل کے روگ کیسے جائیں
گے "ہدی ۳" میں نسخے ہیں نسخے، ان نسخوں پر عمل کرنے سے دل کا روگ یعنی دنیا
کی محبت کا علاج ہو جائے گا اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ فکر
آخرت پیدا ہو جائے گی۔

(۴) رحمت:

جس نے قرآن میں دیئے گئے نسخوں پر عمل کر لیا اس کے لئے دنیا میں بھی
رحمت آخرت میں بھی رحمت۔ یہ نہیں فرمایا کہ صرف آخرت میں رحمت بلکہ دنیا اور
آخرت دونوں میں رحمت ہے۔ کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی اسے پریشان نہیں کر
سکتی۔

﴿الْآنَ اَمْسَ اُولَیْئَکَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ
یَحْزَنُوْنَ ۝۵۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَسْتَفِیْکُمْ ۝۵۲
لَهُمْ الْبَقَرٰتُ فِی الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا وَلَهُ الْاُخْرٰۃُ لَا یَبْدِلُ
لِکَیْفَتِهِ اَللّٰهُ ذٰلِکَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۝۵۳﴾

(پہ - ۶۶ - ۶۷)

دو ہر وقت مطمئن ہو رہا ہو رہا ہے گا۔

سہ سرور سرور سرور سرور
بڑا لطف دیتا ہے نام سرور

سہ ہونے جو مصائب میں بھی ہوں خوش و غم

دیتا ہے تسلی کوئی بیضا سرے دل میں

اس پر اللہ تعالیٰ کی لئیں رحمت ہوتی ہے کہ بظاہر بڑی سے بڑی مصیبت اور پریشانی میں کیوں نہ نظر آئے مگر اس کے دل میں سرور ہوتا ہے وہ پریشان نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے مالک کو راضی کر لیا ہے۔ محبت کا تعلق ہے۔ اب جو بھی حالت گزر رہی ہے اس خوب کی طرف سے ہے۔ یقیناً اس میں میرا فائدہ ہی ہے۔ دنیا میں اس سے بڑی رحمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان کا دل پریشان نہ ہو۔ خوب سوچیں، خوب سوچیں دنیا میں اس سے بڑی رحمت اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ انسان پر پریشانی نہ آئے اور اس کا قلب ہر وقت خوش اور مطمئن رہے۔

اس آیت میں قرآن مجید کی چار صفات بیان کرنے کے لئے جو چار الفاظ ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے ہر لفظ میں بہت بڑا مبالغہ ہے یعنی ہر صفت کی بہت بڑی عظمت اور بڑائی بیان فرمائی ہے دو طریقے سے:

① دراصل قاصد کے مطابق کہنا تو یہیں چاہئے کہ کتاب ”صحیحہ کرنے والی ہے“ اور ”شفا دہنے والی ہے“ اور ”ہدایت کرنے والی ہے“ اور ”رحمت کا ذریعہ ہے۔“ لیکن ان صفات کی بجائے فرمایا ہے جیسے: ”صحیحہ ہے اور شفا دہ ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے۔“ یہ انداز بیان مبالغہ کے لئے یعنی عظمت و بڑائی جتانے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے، جیسے کسی کی بہت زیادہ شجاعت بیان کرنا چاہتے ہیں، تو ”فلاس بہادر اور شجاع ہے“ کی بجائے کہتے ہیں:

”فلاس تو سراسر شجاعت ہے۔“

یا کہتے ہیں:

”بسمہ شجاعت ہے۔“

ایسے ہی یہاں بھی ”یہ کتاب صحیحہ کرنے والی ہے“ کی بجائے فرمایا ”صحیحہ

ہے "صحیح کرتے کرتے گویا خود نصیحت بن گئی، دوسرے الفاظ کو بھی اس پر قیاس کر لیں، شفاء، حمایت اور رحمت یہ سب الفاظ بہت مبالغہ کے لئے ہیں جو ان صفات کی بڑائی اور عظمت بتا رہے ہیں کہ چھوٹی سی نصیحت نہیں بہت بڑی نصیحت ہے۔

② ان چاروں الفاظ میں تعزیریں تعظیم کے لئے ہے۔ "مَوْعِظَةً" بہت بڑی نصیحت ہے۔ "وَشَفَاءً لِّمَا فِي الصُّدُورِ" دل میں جو دنیا کے مردار کی محبت بھری ہوئی ہے دل کی اس مہلک بیماری کے لئے شفاء ہے۔ چھوٹی سی شفاء نہیں بہت بڑی شفاء ہے۔ اتنی بڑی کہ دنیا کی محبت کو دل سے کھرچ کر نکال دے اور بس ایک مالک کی محبت دل میں باقی رہے، اتنی بڑی شفاء ہے۔ "ہدیٰ" یہ نئے معمولی نئے نہیں بلکہ بڑی قوت والے اور بہت ہی سرخی انگیز ہیں۔ "وَزَعْنًا لِّمَا فِي مِيزَانِ" قرآن مجید کے نئے جو استعمال کر لیتا ہے اس کے لئے چھوٹی سی نہیں بلکہ بہت بڑی رحمت ہے دینا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

قرآن مجید بہت بڑی دولت ہے:

قرآن مجید کی یہ چار صفات بیان فرمانے کے بعد آگے فرماتے ہیں:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا

يَجْتَمِعُونَ﴾ (آب ۱۸-۱۹)

یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ ایسے اکسیر نئے عطا فرمانے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہی رحمت، اس کو سوچ سوچ کر خوش ہونا چاہئے۔ کبھی آپ لوگوں نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں اور براہ راست نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنی امت سے فرمادیں کہ قرآن کی دولت پر خوش ہوا کریں۔ کیسے اکسیر نئے، کتنی بڑی نعمت، کتنی بڑی دولت اس پر خوش ہوا کریں۔ کبھی آپ لوگوں نے یہ سوچا کہ قرآن کتنی بڑی دولت، کتنی بڑی نعمت ہے۔ ہمیں اس پر

خوش ہونا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ ہم تو قرآن کی دولت پر بہت خوش ہوتے ہیں مجھے تعجب ہے اس خوشی پر کہ قرآن تک کوئی ایک ایسا نسخہ بھی معلوم نہ کیا۔ اتنے اکسیر، اتنے قیمتی نسخے جس سے دنیا بھی ستورے اور آفریت بھی بنے۔ کبھی تو پوچھا ہوتا کہ وہ نسخے کیا ہیں۔ اس کی مثال ہیں سمجھیں کہ کوئی کہیانی یا اشتہار دے کہ ہماری کہانی کا ایک کام ہے۔ اگر کوئی شخص وہ کام کر دے تو اسے اجرت کے علاوہ ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا تو دیکھئے اس کام کو معلوم کرنے کے لئے کہیانی کے سامنے کتنے لوگوں کی نظاریں ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آج کے مسلمان کے قلب میں قرآن سے زیادہ دنیا کے مردار کی محبت ہے۔ اگر قلب میں قرآن کی محبت ہوتی، قدرت ہوتی اگر اس دولت پر خوشی ہوتی تو کچھ معلوم کرتا کہ اس میں کیا ہے؟ فرمایا:

﴿هُوَ خَيْرٌ مِنَّا بِخَمْسَةٍ عَشْرٍ﴾ (اب ۱۱، ۱۲)

دنیا بھر کی دولت جو سمیٹ رہے ہو، جمع کر رہے ہو، یہ قرآن مجید اس پوری دنیا کی دولت سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ یہ دولت بہت بڑی دولت ہے۔ خیر اہم تفصیل کے معنی میں ہے۔ بظاہر صیغہ اہم تفصیل کا نہیں مگر لفظ خیر اہم تفصیل کے معنی میں ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی دنیا کی نعمتیں مال، منصب، جمال، کمال جو کچھ بھی دنیا میں جمع کر رہے ہو سب سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ اتنی بڑی دولت لیکن آج کل کے بلا لائق مولوی اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ قرآن بہت بڑی دولت اس طرح ہے کہ رزق کی تنگی ہو تو منزل پڑھ لیا کرو۔ بس پھر تو ہر طرف سے رزق کے دروازے کھل جائیں گے اور اگر کوئی بیمار ہو جائے تو آیات شفاء مگھول کر لی لیں۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مجھے زعفران لادیں میں ٹیبلٹ کھ کر دے دیا کروں گا ایک پلیٹ کھسنے کی بہت بڑی اجرت لیتے ہیں۔ ایک شخص نے بتایا کہ ایک مولوی صاحب ہمیں ٹیبلٹ کھ کھ کر دیتے ہیں اور ایک پلیٹ کے اتنے اتنے روپے لیتے ہیں۔ سینے کے ہزاروں روپے تو بندھے ہوئے ہیں۔ دانشور اہم کتنے لوگوں کو گونا گونا کران سے رقم

وصول کرتا ہوگا۔ میں نے ان سے کہا کہ چھوڑیں یہ دھند سے اللہ کو راہنی کریں۔ وہ کہنے لگے کہ وہ مولوی تو موصوفہ ہے ایسا دینا نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ موصوفہ لوگوں کا یہی کام رہ گیا ہے کہ لوگوں کو قرآن پر عمل کی تلقین کی بجائے قرآن کو بلیکٹوں پر لکھ لکھ پر پلاتے رہیں۔ آج کے بلاکٹی مولوی تو یہی بتاتے ہیں کہ لکھتے رہو، مگھتے رہو، پیتے رہو، دم کرتے رہو، دھینے کے طور پر پڑھتے رہو۔ مگر سوچئے سب دلوں سے بڑی دولت کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”ہدی“ اس میں نسخے ہیں وہ نسخے استعمال کرنے پڑیں گے۔ جب تک نسخے استعمال نہیں کریں گے اس وقت تک قرآن سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

دعوت قرآن:

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان نسخوں کا حاصل کیا ہے۔ نسخے تو ہیں بہت سے مگر ان سب نسخوں سے مقصود کیا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے یہ نسخے بتائے گئے ہیں۔ سارا قرآن نسخوں سے بھرا پڑا ہے۔ ان سے مقصد ہے تقویٰ حاصل کرنے کی دعوت۔ یہ سبق دینا مقصود ہے کہ دنیا و آخرت کی ہر مصیبت سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے بچئے، اللہ تعالیٰ نے تزلزل قرآن کے اس مقصد کی وضاحت قرآن کے شروع میں فرما دی۔ سورہ فاتحہ میں فرمایا: ”اٰمِنُوْا بِالْحَقِّ الْمُدْرَا“ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کی ہدایت مانگا کرو، آگے سورہ فاتحہ کے آخر تک اسی صراطِ مستقیم کی وضاحت ہے کہ جس پر چلنے سے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ پھر آگے سورہ بقرہ کے شروع میں فرمایا: ”هُدًی“ ہدایت۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن مجید متلی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ متلی بننا چاہتے ہیں انہیں ہدایت کرتا ہے یعنی تقویٰ حاصل کرنے کے لئے بتاتا ہے۔

تقویٰ:

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ قرآن مجید میں بتائے گئے تمام فنون سے مقصد ہے تقویٰ۔ اس لئے قرآن کے شروع ہی میں اس مقصد پر تنبیہ فرمادی، سورہ فاتحہ میں،
بسمِ سورہ بقرہ کے شروع میں۔ پھر پورے قرآن مجید میں جگہ جگہ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ﴾ (آب-۱)

”تقوٰ جہکم“ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔“

”اتقوا اللہ، اتقوا ربکم“ ایک جگہ نہیں واللہ ہم قرآن مجید میں کتنی جگہ کتنی پارہیں ہیں۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، یہاں ڈرنے کا مطلب بھی سمجھ لیں۔

کسی سے ڈرنے کی وجوہ:

① کسی قسم کی ایذا پہنچنے کا خوف:

جیسے کہتے سے ڈرو کہیں کاٹ نہ لے، سانپ سے ڈرو کہیں دس نہ لے، شیر، بھیل پئے سے ڈرو، چور سے ڈرو، ڈاکو سے ڈرو، فلاں ظالم سے ڈرو۔ یہاں ڈرنے کے لئے کیوں کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ موذی ہے، ظالم ہے، تکلیف پہنچانے والا ہے۔

② سزا کا خوف:

کوئی بہت بڑا بادشاہ ہے۔ اس کی حکومت میں رہ کر اس کے قانون کی خلاف ورزی کی تو جتنا بڑا بادشاہ ہے سزا بھی دیکھی ہی دے گا۔ ڈرو اس کی نافرمانی اور عدم عہدگی سے۔

۳) محبوب کی ناراضی کا خوف:

کسی سے بہت زیادہ محبت ہے اسے کوئی نصیحت کرتا ہے کہ اسے اقم غلاں سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر ڈرتے رہو اس لئے کہ اگر کوئی بات محبوب کے مزاج کے خلاف ہوگی اور محبوب نے ذرا سی نظر بدلی تو قیامت آ جائے گی۔ ڈرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نے جو بار بار قرآن مجید میں فرمایا کہ مجھ سے ڈرو۔ یہاں پہلی قسم مراد نہیں معاذ اللہ! وہ عالم نہیں اس لئے یہاں دوسری اور تیسری قسم مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جلالت شان و عظمت کو سمجھیں وہ اعظم الحاکمین اور ملک الملوک ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

یہاں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اللہ کے سوا کسی کو ”شہنشاہ“ کہنا جائز نہیں۔ شہنشاہ کا اصل ہے ”شاہ شاہان“ جس کے معنی ہیں ”بادشاہوں کا بادشاہ“ اس کو الدنا اور مختصر کر کے ”شہنشاہ“ بنا دیا، یہ لفظ طبر اللہ پر بولنا جائز نہیں۔ بادشاہوں کا بادشاہ تو صرف اللہ ہے۔ ملک الملوک، سلطان الملوکین، اعظم الحاکمین، اکابر بادشاہوں کی بافرمانی سے بچے اور اس کے خطاب سے ڈرو۔ دنیا میں مجرم کسی بادشاہ سے چھپنا چاہے، سزا سے بچنا چاہے تو اس کے مختلف طریقے ہیں:

- ① جرم چھپ کر کرے کہ بادشاہ کو پتا ہی نہ چلے۔
 - ② مجرم کا طاقت ور ہو کہ بادشاہ کو ٹھم گئی ہے کہ اس نے جرم کیا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں ہے اس کے باوجود سزا دینے پر قدرت نہیں۔
 - ③ مجرم بادشاہ کی دوسری سے کہیں باہر بھاگ جائے بادشاہ اسے پکڑ نہ سکے۔
- جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مجرم ہیں گناہ کرتے ہیں، اللہ کے بافرمان ہیں، اللہ سے نہیں ڈرتے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے لئے تین طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی کارآمد نہیں ہو سکتا۔

(وَلَوْ قَوْلُا لَّيْنِ اَلْاَنَافِ عَلَيْكُم مَّا يَمُرُّ كَيْبَرُ) ﴿۱۰﴾ اِلَىٰ لَقْوِ
مَرْجِعِكُمْ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۱﴾ اَلَا اِنَّهُمْ يُلْمُوْنَ سُدُوْرَهُ
اَلَيْسَ خَلْقُهَا مِنْهُ اَلَا جِبْنَ يَسْتَنْشِقُوْنَ بِمَا اَنهَضَهُمْ يَلْعَلُمَ مَا يُبْرِئُوْنَ
وَمَا يُبْلِغُوْنَ اِنَّهُ عَلَيْهِمْ رِجَازٌ اَلَمْ تَشْهَدُوْا ﴿۱۲﴾ (۱۰-۱۲)

فرمایا: (وَلَوْ قَوْلُا لَّيْنِ اَلْاَنَافِ عَلَيْكُم مَّا يَمُرُّ كَيْبَرُ) ﴿۱۰﴾ تم اگر مرنے
نہیں چھوڑو گے تو بہت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ اللہ کی گرفت سے بچنے
کے لئے کہیں ایسی جگہ بھاگ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں سے جمع نہ کر لیں ایسا نہیں
ہو سکتا: "اِلَىٰ لَقْوِ مَرْجِعِكُمْ" سب کو اس کے سامنے پیش ہوتا ہے اس کا کوئی امکان
نہیں کہ ایسی جگہ بھاگ جاؤ جہاں اللہ کی گرفت نہ ہو سکے۔ آگے لڑاتے ہیں:

"وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" حاکم کی گرفت سے بچنے کی دوسری صودت یہ ہوتی ہے کہ
مجرم اتنا خاتور ہے کہ حاکم کو اسے سزا دینے پر قدرت ہی نہیں، وہاں ایسا بھی نہیں
ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔ تیسری صودت یہ ہوتی ہے کہ چھپ کر جرم
کر لیا یا رشاد کو معلوم نہیں کہ اس نے جرم کیا ہے۔ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

(اَلَا جِبْنَ يَسْتَنْشِقُوْنَ بِمَا اَنهَضَهُمْ يَلْعَلُمَ مَا يُبْرِئُوْنَ) ﴿۱۱﴾
عَلَيْهِمْ رِجَازٌ اَلَمْ تَشْهَدُوْا ﴿۱۲﴾ (۱۱-۱۲)

اللہ تعالیٰ کا علم ایسا گہرا ہے کہ وہ سینوں کی باتوں سے باخبر ہیں اس لئے کسی کا
جرم ان سے چھپا نہیں ہو سکتا۔

بات اس پر ہو رہی تھی کہ قرآن مجید میں صحت حاصل کرنے کے جو نسخے بتائے
گئے ہیں ان سب سے اصل مقصد جو ہرے قرآن میں جا بجا بار بار بتایا گیا ہے وہ
تقویٰ ہے۔ درحقیقت تقویٰ کے صحیح لغوی معنی ڈرنے کے نہیں بلکہ بچنے کے ہیں۔
ڈرنے کے معنی اس لئے کر دیئے جاتے ہیں کہ جو شخص جس چیز سے جتنا ڈرے گا اسی
مدد تک اس سے بچنے کا اہتمام کرے گا۔ کم ڈرے گا تو کم بچے گا۔ زیادہ ڈرے گا تو

زیادہ بچے گا۔ مثال کے طور پر بارش ہو رہی ہو تو انسان باہر نکلے ہوئے احتیاط کرتا ہے کہ بھرتی لے لی اور کہیں نہچڑھے تو اس سے ذرا سنبھل کر لکھ گا اور اگر کہیں آگ لگی ہوئی ہو تو اس کے قریب بھی نہیں جائے گا خواہ کوئی کتنا ہی امرار کرے تو یہ بھی ہرگز آگ کے قریب نہیں جائے گا۔ چونکہ بارش سے زیادہ نہیں ڈرتا اس لئے زیادہ بچنے کا احتیاط نہیں کرتا جبکہ آگ سے بہت زیادہ ڈرتا ہے اس لئے اس سے زیادہ بچتا ہے۔ اصل معنی تعوی کے ہیں ”بچنا“ آگ سے بچ۔ اس کے معنی تو آسمان میں کہ بچ یعنی دور بھاگو۔ اللہ سے بچ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ، دوسری تعبیر یہ کہ بچنے کے لئے اللہ کے عذاب سے بچ، مطلب وہوں کا ایک ہی ہے چونکہ نافرمان پر اللہ کا غضب اور قہر ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس لئے اتقوا اللہ اسے لوگو! اللہ سے بچ، یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچ، اللہ کی بعادت سے بچ، اللہ کے عذاب سے بچ، اللہ کے قہر سے بچ، اللہ کے انعام سے بچ، اللہ کے غضب سے بچ۔ جیسے پہلے بتایا کہ کسی چیز سے بچنا اسی مقدار میں ہوتا ہے جس مقدار میں اس سے خوف ہو، اس لئے چاہنا فرماتے ہیں کہ اللہ کا عذاب بہت بڑا ہے۔ اللہ کا عذاب بہت بڑا ہے۔ قرآن مجید میں جہنم کا ذکر بار بار ہے، جہنم میں طرغ طرغ کے عذاب ہیں ان سے بار بار ڈرایا گیا ہے۔ جو شخص گناہوں سے نہیں بچتا اس پر دنیا میں کتنے بڑے عذاب آتے ہیں اس بارے میں بھی قرآن مجید میں بار بار ان اقوام کا تذکرہ ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر دنیا میں کیسے کیسے عذاب آئے۔ نافرمانی پر آنے والے دنیوی عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت کم ہیں:

(وَلِلْآخِرَةِ أَكْثَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾) (آب ۳۱-۳۲)

آخرت کا عذاب تو دنیا کے سب عذابوں سے بڑا عذاب ہے:

(وَلَنَذِيقَنَّهُمْ نِسْمَةَ الْعَذَابِ الْأَلَدِّ نَ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ ﴿۳۲﴾)

(آب ۳۲-۳۳)

دنیا میں ہم چھوٹے چھوٹے عذاب اس لئے چکھاتے ہیں کہ شاید بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں ہی کچھ ندامت ہو جائے، عبرت ہو جائے، شاید سدھر جائیں، بافرمانی سے باز آجائیں۔ دنیا کے عذابوں کو چھوٹے عذاب اس لئے نہیں فرمایا کہ وہ چھوٹے ہیں، چھوٹے کہاں ہیں؟ دنیا تو جملہ رسی ہے عذابوں میں، انہیں چھوٹے اس لئے فرمایا کہ عذاب آخرت کے مقابلہ میں چھوٹے ہیں۔

سو جو شخص قرآن کی نصیحت پر عمل کرے گا، تقویٰ اختیار کرے گا تو اس کے لئے قرآن میں جانے گا دلوں کی بیماری کی شفا اور ہدایت اور رحمت۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہمارا فرمایا ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَالْكَرْسُوكَ﴾ (آب ۲-۳)

اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اطاعت کے معنی ہیں، بافرمانی سے بچنا۔ مثالوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کی اطاعت کرتا ہے۔ فلاں شخص حکومت کی اطاعت کرتا ہے۔ آپ جس حکومت میں رہتے ہیں آپ پر لازم ہے کہ اس حکومت کی اطاعت کریں۔ ان مثالوں سے سمجھیں کہ اطاعت کا کیا مطلب ہے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہوا کہ قانون فطنی نہ کریں۔ کوئی بات، کوئی کام اس حکومت کے قانون کے خلاف نہ کریں۔ یہ وضاحت میں نے اس لئے کر دی کہ فلس و شیطان نے آج کل کے معاشرہ نے اور سب سے بڑا کہ آج کل کے جلافتی مولویوں نے بھی لوگوں کو اطاعت کے یہ معنی سمجھا رکھے ہیں کہ فلس مہادت زیادہ کیا کرو، ہزار دانہ بیج پکڑے رہو، اللہ اللہ کرتے رہو، سخاوت بہت کیا کرو، اشرافیہ پرصو، دوا بین پرصو، چہرہ پرصو، حالانکہ جو مثالیں میں نے بیان کیں اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اطاعت کا یہ مطلب ہے کہ بافرمانی نہ کرے، قانون فطنی نہ کرے، حکومت کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرے۔ یہ ہے اطاعت اور یہی سب سے بڑی مہادت ہے کہ اللہ کے قوانین کے خلاف نہ کرے، بافرمانی نہ کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اتقی المعاصم تنکي اعباد الناس“ (ترمذی)

گناہوں سے بچا اگر گناہوں سے بچ سکے تو پوری دنیا سے بڑے عابد بن گئے۔
نفل مہارت سے آپ اللہ کے غضب سے نہیں بچ سکتے اس سے تو گناہوں کو چھوڑنے
سے ہی بچیں گے، ہاں گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اگر نفل مہارت بھی کرتے
ہیں تو پھر تو سبحان اللہ اور علی نور۔ یہاں ایک بات خوب سمجھ لیں کہ جو شخص گناہوں
سے بچتا ہے وہ کیوں بچتا ہے اس لئے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ
کے ساتھ اس کو محبت کا ایسا تعلق پیدا ہو جاتا ہے کہ اسے یہ فطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی
بات محبوب کی مرضی کے خلاف نہ ہو جائے۔ میرا محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ گناہوں
سے ہی بچ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتنی محبت پیدا ہو جائے کہ ہر وقت اس کی
ناراضی سے بچنے کی فکر میں رہے۔ اس کو جیسا نظر رکھتے ہوئے اب خود فیصلے کریں کہ
جس کو اتنی محبت ہوگی وہ محبوب کا نام لئے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکا۔

سہ دم رکا سمجھو اگر دم بھر بھی یہ ساغر رکا

میرا دور زندگی ہے یہ جو دور جام ہے

جسے اتنی محبت ہو تو پھر وہ محبت اسے خالی کہاں بیٹھنے دے گی کیونکہ یہ قاعدہ ہے
کہ انسان کے دل میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے زبان پر اسی کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کی
تو یہ حالت ہوگی۔

ظ آ جا مری آنکھوں میں سا جا مرے دل میں

وہ ہر وقت محبوب کے قصہ میں ہی ڈوبا رہے گا اور زبان پر بھی محبوب ہی کا ذکر
رہے گا۔

سہ جب تک قلب رہے پہلو میں جب تک تن میں جان رہے

لب پہ حیرا نام رہے اور دل میں حیرا و حیان رہے

جذب میں یہاں ہوش رہیں اور عقل مری حیران رہے

لیکن تجھ سے غافل ہرگز دل نہ مرا ایک آن رہے

ۛ ایک تجھ سے کیا محبت ہوگئی
ساری خلقت سے ہی وحشت ہوگئی
اب تو میں ہوں اور غفل یاد دوست
سارے جھگڑوں سے فراغت ہوگئی
ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو غفلت ہوگئی

ۛ شوق کو دمن ہے کہ چل کر اس کو دھونڈ
لوگ کہتے ہیں کہ سودا ہوگیا
کپ کی دمن ہے کہ سودا ہوگیا
ہائے کیا جانے مجھے کیا ہوگیا

محبت کا تو یہ کرشمہ ہوا کرتا ہے محبت آرام سے جینے نہیں دیتی ۛ

اک ہوک ہی دل سے اٹھتی ہے اک درد سادل میں ہوتا ہے

میں راتوں میں اٹھ کر روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

نیکی اور تقویٰ کا معیار یہ نہیں کہ نفل عبادت کثرت سے کرے بلکہ تقویٰ یہ ہے
کہ گناہوں سے بچے۔ اگر کوئی دور رکعت نفل بھی نہیں پڑھتا، کبھی کوئی نفل عبادت نہیں
کی مگر گناہوں سے بہت بچتا ہے۔ کسی گناہ کے قریب نہیں جاتا۔ اس کا مقام اس شخص
سے لاکھوں گز دل درجہ بلند ہے جو ساری ساری رات عبادت کرتا ہے مگر گناہ نہیں
چھوڑتا۔

مکہ مکرمہ سے ایک تیرہ سال کی بیٹی کا خط آیا۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ میں

نالہ نماز بالکل نہیں پڑھتی۔ عربی میں نفل نماز کو نالہ نماز بھی کہتے ہیں۔ اس بچی نے کھسا کہ میں نالہ نماز تو بالکل نہیں پڑھتی لیکن فرض نماز میں میں نے کبھی غفلت نہیں کی اور یہ بھی کھسا کہ مجھ سے کہا نہ کبھی نہیں ہوئے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ تیرہ سال کی بچی اس کو گناہوں کا کیا خیال آگیا۔ بعد میں مجھے خیال آیا کہ میں نے ہاشمی زہر پڑھنا اس کے ذمہ لگایا ہوا ہے، ہاشمی زہر کے شروع میں کہاڑ کی فہرست ہے۔ میں نے بہت شباش دی کہ اصل دین تو یہی ہے۔ نفل عبادت سے کچھ نہیں بنے گا، کام بنے گا تو گناہوں کو چھوڑنے سے ہی بنے گا۔

یہاں ایک صحابی کا قصہ بھی سن لیجئے۔ ایک صحابی کو دوسرے صحابی سے کچھ قصور سا انتباہ رہنے لگا۔ انہوں نے محسوس کر لیا کہ یہ ذرا مجھ سے کئے کئے سے رہتے ہیں۔ جیسا محبت کا تعلق ہوتا چاہئے وہ نہیں ہے۔ انہوں نے پوچھا آپ کا مزاج میرے حق میں کچھ کج نہیں معلوم ہوتا کیا بات ہے کیا کچھ ناراضی ہے؟ دوسرے صحابی نے فرمایا کہ مجھے آپ سے اس لئے انتباہ ہے کہ آپ نفل عبادت تم کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا یہ بتائیں کہ مجھے کسی گناہ میں جھکا دیکھا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے قوانین میں سے کسی چھوٹے سے چھوٹے قانون کی میں نے خلاف ورزی کی؟ دوسرے صحابی نے جواب میں فرمایا کہ یہ تو میں نے کبھی نہیں دیکھا تو انہوں نے فرمایا پھر کیا ہوا جو میں نفل عبادت کرتا ہوں۔ یہ طے پایا کہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر فیصلہ کرواتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قصہ سن کر فرمایا کہ کج کہتے ہو جس نے گناہ چھوڑ دیئے خواہ نفل عبادت نہ کرے وہ اللہ کے ہاں کامیاب ہے۔

یہ قصہ میں نے اس لئے بتایا کہ اس سے پہلے تو میں نے ابھی ابھی یہ بتایا ہے کہ گناہ چھوڑتے ہیں محبت سے اور محبت خاموش رہنے نہیں دیتی تو جب ان صحابی میں اتنی محبت تھی کہ کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے تھے تو پھر وہ نفل عبادت کیوں نہیں

کرتے تھے؟ ان کی محبت انہیں نفلِ عبادت پر مجبور کیوں نہیں کرتی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نفلِ عبادت کی دو قسمیں ہیں۔

نفلِ عبادت کی دو قسمیں:

① ظاہری:

دو عباداتِ باطن جن کا حلق ظاہر کے ساتھ ہے جیسے اوراد و وظائف، تسبیحات، تلاوتِ نوافل وغیرہ یہ عبادات ظاہرہ ہیں۔

② قلبی:

نفلِ عبادت کی دوسری قسم ہے فکر۔ دل انکار ہے، محبوب کی طرف دل لگ گیا وہ نفل نہیں ہوتا ہر وقت غفلت بھری ہوئی ہے۔ ہر وقت اس کا دیا ہو رہا ہے، مشغول ہے اپنے مالک کی طرف۔ جو دل کی عبادت ہے دل ہر وقت اس کی طرف متوجہ ہے اس کی وجہ سے زبان پر بھی ذکرِ محبوب جاری رہتا ہے۔ کبھی غفلت نہیں آنے پاتی۔

اوپر والہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ دل بھی محبوب کی طرف لگا ہوا ہے۔ ساتھ ساتھ ظاہری نفلِ عبادت بھی کر رہے ہیں۔ دوسرے وہ کہ ان پر ایسا جذبِ طاری رہتا ہے کہ ہر وقت تجھے ہی دیکھتا رہوں۔ تیرے دیدار کی لذت کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں دیتی کیا کروں۔ دل اور متوجہ رہتا ہے۔ اور زبان پر بھی اسی کی یاد انہیں کہتے ہیں قلندر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لِيَذْكُرَنَّ اللَّهُ أَقْوَامًا هُمْ الدُّنْيَا عَلَى الْغُرُثِ الْمَسْهُودَةِ

يَدْخُلُهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى“ (صحیح ابن حبان)

”تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے

اس کی بدولت اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے بلند درجات میں داخل فرمائیں گے۔"

قرآن مجید ہدایت و رحمت کیسے؟

قرآن مجید کا مطلوب تک پہنچانا، ہدایت کے معنی ہیں مطلوب اور مقصود تک پہنچانا اور قرآن مجید کا دنیا و آخرت میں رحمت بن جانا اس صورت میں ہوتا ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے ان کی نافرمانی سے بچا جائے۔

نفس و شیطان کے حملے:

نفس و شیطان انسان کو اللہ کی راہ سے ہٹانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور ہر برسرِ طے پر انسان کے سامنے آ جاتے ہیں۔

پہلا حملہ:

پہلا حملہ یہ کہ کفر و شرک میں مبتلا رکھتے ہیں۔ ایمان کی دولت سے محروم رکھتے ہیں۔

دوسرا حملہ:

اگر نفس و شیطان کے پہلے حملہ سے کوئی بچ لکھا۔ ایمان کی توفیق ہوگئی یا اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے گھر پیدا فرمایا تو نفس و شیطان اسے کھڑے میں ایسا جھکا کر دیتے ہیں کہ ہر وقت گناہوں کی لذت میں مست رہتا ہے۔ آخرت سے ہانگے بائیں، دیندار بننے کی کوئی فکر ہی نہیں۔

تیسرا حملہ:

اگر کسی میں دینداری کی کچھ فکر پیدا ہوگئی تو پھر نفس و شیطان آگے تیسرا وار

کرتے ہیں وہ یہ کہ بدعات کو دین بنا کر پیش کرتے ہیں اور ان کو سنتی پڑھاتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ بدعات کرتے چلے جاؤ دین میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ خوش اور غم کے مواقع پر بھی دین کو چھوڑ کر بدعات کو رواج دے دیا گیا ہے۔ ہر موقع پر غم و شیطاں نے یہ سمجھا دیا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ طریقے ایجاد کرو۔ بدعت کبیرہ گناہوں سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے جس کی وجہ یہ ہیں:

● کبیرہ گناہوں میں جہاں انھیں اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ نہیں کر رہا جبکہ بدعتی ایسی چیز ہیں کہ جو شریعت میں نہیں انھیں شریعت میں داخل کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلہ میں اپنی استوازی حکومت بنا رہا ہے۔ گویا اس مسئلہ کا علم نہ اللہ کو ہوا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہوا، نہ تابعین کو نہ ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ کو کسی کو علم نہیں ہوا اسے علم ہو گیا کہ اس کام میں ثواب ہے۔ یہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے مقدم رکھتا ہے۔ اپنی رائے کو اللہ تعالیٰ کے نازل فرمودہ احکام پر ترجیح دیتا ہے۔

● بدعتی کو کبھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی کیونکہ وہ توبہ سمجھتا ہے کہ بہت بڑی عبادت کر رہا ہے۔ دوسرا انھیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا مجرم ہو، کیسے ہی بڑے بڑے گناہوں میں جھکا ہو اس کے دل میں یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس میں ثواب ہے یہ عبادت کے کام ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ اسے بھی توبہ کی توفیق ہو جائے۔

● گناہوں میں جہاں انھیں کو اگر توبہ کی توفیق نہ بھی ہوئی تو وہ کم سے کم خود کو اقرار دے مجرم تو سمجھتا ہے دل میں غماست ہوتی ہے جبکہ بدعتی کو تو اپنی بدعت پر جاز ہوتا ہے۔ وہ خود کو مجرم نہیں سمجھتا بلکہ اسے تو دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑا متقی، پرہیزگار، بڑا دلی اللہ ہے۔ جتنی بدعات زیادہ کرتا ہے اتنا ہی وہ سمجھتا ہے کہ اس کے درجات بلند ہوتے جا رہے ہیں۔

بدعتی کے تین فریب:

بدعتی لوگ عمام کو گرلو کرنے کے لئے انہیں تین فریب دیتے ہیں:

- ❶ ہم تو نیکی کا کام کر رہے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟
- ❷ یہ لوگ جو روکتے ہیں یہ وہابی ہیں۔ عبادات کے منکر ہیں، عبادت سے نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں۔
- ❸ اس کام کا اگر ثبوت نہیں تو شریعت نے اس سے روکا بھی تو نہیں، اگر کہیں منع ہو تو دکھائیں۔

پہلے دو فریبوں کا جواب:

تم اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہے رہو اس سے بڑا حرج کیا ہو سکتا ہے کہ بندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرے۔ ہم اس حرج عظیم سے روکتے ہیں۔ عبادت سے نہیں روکتے اس کا مقابلہ کرنے سے روکتے ہیں، اسے ہندوستانوں سے سمجھیں۔

حقیقت سمجھنے کے لئے تین مثالیں:

پہلی مثال:

اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ اگر موزن اسی لہجہ میں ایسی ہی بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کے بعد کہے گھر رسول اللہ۔ اسے کوئی سمجھائے کہ اذان تو لا الہ الا اللہ پر ختم ہو گئی آپ جو اضافہ کر رہے ہیں وہ شریعت میں نہیں۔ اس پر وہ کہے کہ کیا حرج ہے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو کہہ رہا ہوں پھر کوئی اس کو اصرار سے روکے تو کہے کہ یہ تو وہابی ہے، رسالت کا منکر ہے، ہم رسالت کا اعلان کر رہے ہیں اور یہ ہمیں روکتا ہے۔ اس احمق کو یہ جواب دیا جائے گا کہ ہم رسالت کا انکار نہیں کرتے اور یہ جو کہتے ہو کہ اس میں کیا حرج ہے تو حرج بھی

ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر رہے ہوں انہوں نے قرآن اللہ
لا اللہ تک بتائی ہے اور آپ نے ایک کلمہ کا اضافہ کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ گویا لا الہ
باقی تھی آپ نے اسے مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں۔

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَبَشَّرْتُ عَلَيْكُمْ بِمَغْفِرَةٍ

وَرَحْمَةٍ لَّكُمْ أَلا تَرْضَوْنَ لَهَا﴾ (آب - ۱۲)

میں نے آج دین کو مکمل کر دیا، کوئی نقص باقی نہیں رہا۔ آئندہ کوئی آنے والا اگر
یہ جرات کرے کہ دین کو نقص تھا میں اسے کمال کر رہا ہوں تو وہ خود کو اللہ تعالیٰ سے جدا
سمجھتا ہے۔ یہ دین مکمل ہو چکا ہے اس میں کوئی نقص نہیں جس کی تحلیل کوئی انسان
کرے۔

دوسری مثال:

فرائض میں قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنا شروع کر دیا
اگر بھولے سے پڑھا ہے تو مجدد سمجھ کرے۔ اور اگر کسی نے جان بوجھ کر پڑھا لیا تو نماز
نہیں ہوئی دوبارہ پڑھے۔ سزاوی گئی کہ جب ہم نے نہیں بتایا تو کیوں پڑھا، اگر کوئی
کسی بدعتی کو سمجھائے کہ قعدہ اولیٰ میں درود شریف نہیں پڑھنا چاہئے، اس پر وہ کہے کہ
درود شریف ہی تو ہے کیا حرج ہے اور سمجھانے والے کو یوں کہے کہ یہ تو منکر رسالت
ہے، درود سے روک رہا ہے، رسول کا دشمن ہے تو اسے یہی جواب دیا جائے گا کہ درود
شریف سے نہیں روک رہے جتنا چاہو پڑھو لیکن اس موقع پر تو خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے روک دیا اس موقع پر اگر پڑھا تو درود شریف بھی عبادت بہت
جائزہ کی۔

تیسری مثال:

لام مجہول نماز پڑھا رہا ہو اس نے تلاوت میں آیت پڑھی جس میں نہ ۔ ال

اللہ ہے۔ مقتدیوں میں کوئی بدعتی ہو اس نے زور زور سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ امام صاحب نے نماز سے فارغ ہو کر سمجھایا کہ اس موقع پر درود شریف پڑھنا جائز نہیں۔ مقتدی کہے کہ کیا حرج ہے، ہم نے درود ہی تو پڑھا ہے کوئی گناہ تو نہیں کر دیا۔

تیسرے فریب کا جواب:

تیسری بات جو بدعتی کہتے ہیں کہ اگر نبوت نہیں تو روکا بھی تو نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے دین کو مکمل کر دیا تو اللہ نے جو چیزیں بتائی اس کا مطلب یہی ہوا کہ وہ منع ہے۔ اس کے بعد کوئی دین میں کچھ داخل کرے گا تو وہ اس کی طرف سے زیادتی ہوگی گویا کہ دین پہلے سے مکمل نہیں تھا، ناقص تھا اس بدعتی نے اسے مکمل کیا ہے۔ اگر خاص طور پر کسی چیز کی ممانعت نہ بھی آئی ہو تو قاعدہ کلیہ یہ ہو گیا کہ بتاؤ دین بتایا گیا ہے اسی پر عمل کریں باقی سب کچھ ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”وشر الأمور محدثاتها وکل محدثۃ بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار“ (نسائی)

تَوَحَّجْتُمْ ”دین میں نئی چیزیں داخل کرنا سب گناہوں سے بڑا ہے اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔“

چوتھا حملہ:

اگر کوئی بدعت سے بھی بچ گیا، اس کے عقائد کج ہو گئے تو شیطان مردود اٹھا دار ہیں کرتے ہے کہ گناہ چھڑانے کی ضرورت نہیں، اللہ کی پانچواں چھوڑے بغیر بھی انسان بہت بڑا متقی اور ولی اللہ بن سکتا ہے وہ اس طرح کہ نقل عبادت خوب کرے۔
ترک منکرات اور نقل عبادت کو چند مثالوں سے سمجھیں:

● گناہوں کو چھوڑنا علاج ہے اور نفل عبادت اچھی غذا ہے۔ اگر بیماری کا علاج نہیں کرتے صرف اچھی اور مقوی غذائیں دیتے چلے جا رہے ہیں تو صحت نہیں ہوگی بلکہ ان نقصان کا اندیشہ ہے۔ نقصان کا خطرہ کیسے ہوتا ہے کہ بہت زیادہ طاقت والی غذا کا قتل ہے نہیں۔ بیماری سے محدود کمزور ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں اسے یا قوتی کھلا دیا جائے تو وہ صحت کی بجائے مرض میں شدت کا سبب بنے گی۔ محدود میں قوت تو ہو۔ اسی طریقہ سے اگر گناہ نہیں چھوڑتے تو کثرت ذکر اور کثرت عبادت نافذ سے نقصان کا خطرہ ہے۔ ایسا شخص خود کو بہت بڑا دلی اللہ سمجھنے لگتا ہے، کر رہا ہے گناہ، بالربانی کرتے ہوئے جہنم کا ساہن اکٹھا کرتے ہوئے۔ یہ سمجھ رہا ہے کہ بہت بڑا ذاکر شغل ہے۔ بڑے معاملے، مراقبے، ذکر، عبادت اور نوافل کی کثرت اور کثرت سے روزے رکھنے والا ایسا عابد زاہد ہے "جہنمی"۔ اس لئے کہ گناہ کرتا ہے۔ ہے جہنمی اور سمجھ رہا ہے کہ جنت کے بڑے بڑے خزانے حاصل کر لئے۔ ذکر اللہ بھی مقوی غذا ہے اسے شمع کی بجائے نقصان ہوا۔ گناہوں کو چھوڑنا بیماری کا علاج ہے، دوا ہے اور نفل عبادت مقوی غذا ہے۔ علاج کریں ساتھ ساتھ مقوی غذا بھی استعمال ہوتی رہے تو دوا کا اثر جلدی ہوگا۔

● گناہوں کو چھوڑنا مضبوط تعمیر ہے اور نفل عبادت کی مثال رنگ و روغن کی ہے۔ اگر تعمیر کے ایک ایک قانون کی رعایت کرتے ہوئے تعمیر کی، خوب اچھی مضبوط تعمیر ہوگئی پھر آپ نے اس پر رنگ و روغن نہ بھی کیا تو عمارت کو کچھ نقصان پہنچنے کا خطرہ نہیں لیکن اگر اس بہترین مضبوط تعمیر پر اچھا رنگ و روغن بھی ہو جائے یعنی گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ نفل عبادت کے انوار بھی حاصل کر لئے تو کیا کہنا سبحان اللہ انور علی نور۔ اگر انہوں سے بچ گیا اور زیادہ نافذ عبادت نہیں کی تو کم سے کم تعمیر تو ایسی ہے کہ جان بچی رہے اور اگر تعمیر ناقص ہے یعنی گناہ نہیں چھوڑتا اور عبادت نافذ کے انوار حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ تو ایسے ہی ہو گیا کہ تعمیر بالکل کمزور ہے۔ اس پر اچھا رنگ و

روٹن کر دیا جائے۔ خود سوچئے کیا ایسا مکان موسموں کی سختی میں کچھ کام آئے گا؟ وہ تو طوفان کے ایک ہی جھنڈ میں زمیں میں ہو جائے گا۔

⑦ گناہوں کو چھوڑنا دل کی صفائی ہے اور نفل عبادت کرنا دل کی جھلکی ہے، دل کو رنگنا ہے۔ اگر کوئی کپڑا، لالو یا لکڑی وغیرہ رنگنا چاہیں تو جب تک کپڑے کو دھوئیں گے نہیں اور لوہے، لکڑی وغیرہ کو رنگ مال سے صاف نہیں کریں گے اس وقت تک وہ رنگ پکڑیں گے ہی نہیں اور اگر رنگ پکڑا بھی تو اس میں چمک نہیں ہوگی نہ تو صفائی آئے گی اور نہ ہی وہ رنگ دیر پا ہوگا۔ کسی بھی چیز کو رنگنے کا اصول یہ ہے کہ پہلے اس پر سے میل صاف کریں پھر اسے رنگیں۔ اسی طرح توبہ و استغفار دل کا رنگ مال ہے۔ اللہ کی نافرمانیوں سے توبہ کریں، نفل عبادت کریں تو قلب پر تعلیقات الہیہ کے انوار ہوں گے اگر توبہ و استغفار کئے بغیر نفل عبادت کریں گے تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔ یہ رنگ دیرپا نیا اور فریب ہوگا۔

ایک بات اور سمجھ لیں میں جو یہ کہتا رہتا ہوں کہ گناہ چھوڑنے بغیر نفل عبادت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اصل معیار گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ اس سے کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ جب تک گناہ نہیں چھوڑتے نفل عبادت نہ کریں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دھوکے میں نہ رہیں کہ نفل عبادت آپ کے لئے کافی ہو جائے گی بلکہ نفل عبادت کو گناہ چھوڑنے کا ذریعہ بنائیں۔ یہ تو لسنہ ہے گناہ چھوڑنے کا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی ایسی محبت عطا فرمادیں کہ گناہ کے قصور سے بھی شرم آنے لگے۔

وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمدؐ

وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

والحمد للہ رب العلمین۔

صحبت کا اثر

— وَظ —

فَقَدْ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَإِنَّكَ رَاجِعٌ أَلَيْسَ لَدُنَّا بِعِلْمٍ بِمَا تَصْنَعُونَ

— نَاشِر —

کتاب گھر

ناظم آباد کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہذا: ہ

صحبت کا اثر

آقا: ہ

ہمارے سہولت کارانہ اور شہداء کی یاد دہانی

بہقا: ہ

بجائے: ہ

بعد از اس

پہلے: ہ

ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

تاریخ تصنیف: ہ

سنان پرنسپل کی فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۹۹

طبع: ہ

پیشکش کنندہ: ایم ایف ایم ایف

پیشکش: ہ

فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۹۹، فیس: ۰۲۱-۶۶۳۸۱۳



وعظ

صحبت کا اثر

(۲۵ مئی ۱۹۶۶ء)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الْكَافِرِينَ﴾

(آپ ۱۱ - ۱۱۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ سے وصل کرنے کے لئے یہ نوراشارف فرمایا ہے کہ سچے مسلمانوں کے ساتھ رہا کرو۔

صحیح بخاری میں حضرت سہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد منقول ہے:

"اجلس بنا تؤمن ساعة"

اور ایک جگہ مل کر بیٹھ کر ایمان تازہ کر لیں۔ آپ کے مخاطب حضرت اسود بن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے (صحابہ کرام) جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کی ضرورت محسوس فرماتے تھے حالانکہ صحابی تھے وہ اس میں اپنے دین اور ایمان کی بہتری سمجھتے تھے کہ کبھی کسی وقت مل کر بیٹھ جایا کریں تو ایمان میں ترقی ہوگی۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ہو آستان مجدد کہ ہر جہنی کہ ہو

یک کہ یک وہ نفس بہر خدا بچید

زمین کے بعض ٹکڑوں کی بعض قطععات کی آبی، ذی فضیلت ہے اور اللہ کے پاس انہیں ایسا مقام حاصل ہے کہ آسمان بھی ان پر شک کرتا ہے ایسا شک کرتا ہے کہ گویا آسمان اس زمین کو حمد کرتا ہے، کہاں آسمان اور کہاں زمین دو کون سی زمین ہے جسے آسمان حمد کرتا ہے وہ زمین جس پر ایک دو س، ایک دو انسان، کوئی بڑا مجمع نہیں صرف ایک دو انسان، ایک دو غلہ، ایک دو سانس کے لئے، پانچ اداں صفت یا گھنٹوں نہیں بلکہ جتنی دیر میں ایک دو سانس آ جائیں صرف اتنی ہی دیر کے لئے ہر خدا ہر مخلوق اللہ کے لئے مل کر بیٹھ جائیں وہ زمین ایسی مقدس ہو جاتی ہے کہ آسمان بھی اسے حمد کرتا ہے ایسی مقدس ہو جاتی ہے اس طرح مل بیٹھ کر زمین پر باتیں کرنے سے دین میں ترقی ہوتی ہے۔

مجلس کا اثر:

اس کی مثال ایسے سمجھیں جیسے گرم کھونٹا ہوا پانی بہت تیز گرم کھونٹا ہوا اس میں خضے پانی کا ایک قطرہ ملا دیا جائے تو اس کھونٹے ہوئے پانی کی گرمی میں یقیناً خفت آنے لگی کی ہوگی اگرچہ وہ محسوس نہ ہو پیسے بھی کھول۔ ہاتھ خضے پانی کا ایک قطرہ ملانے کے بعد بھی کھول رہا ہے، پہلے بھی جہر رہا تھا اب بھی جہر رہا ہے اس کو نہیں ہوتا کہ اس میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا ہے مگر وہ ضرور ہے، اگر ایک قطرے سے تغیر نہیں ہوا تو کئی لیٹر خضہ پانی ملا دینے سے تغیر کیسے آ جائے بے معوم ہوا کہ تاثیر تو ایک قطرے میں بھی ہے۔ اسی طرح اگر کسی کی زندگی فسق و فجور کے جنم میں گزر رہی ہے اور کبھی کسی صالح شخص کے پاس گزر ہو گیا تو کھولے ہوئے پانی میں اس خضک کا کچھ تو اثر پڑا، ہو سکتا ہے کہ اسے احساس نہ ہو اس لئے کہ اس میں معاصی کی شدت ہے، دل جنم کی صفت کا غلبہ ہے اگرچہ استاذ محسوس نہ ہو مگر کسی صالح شخص کے پاس اچھی مجلس میں بیٹھا رہا تو ایک ایک قطرے کے اثر سے ہوتے ہوتے ہوتے

جہنم کی آگ بجھنے لگے گی ان شاء اللہ تعالیٰ، اثر ہوتا ہے اور اگر مل بیٹھنے والوں میں جہنم کی حرارت پر اللہ کے مشق کی حرارت غالب ہو تو کچھ ایک میں ہے کچھ دوسرے میں کچھ تیسرے میں جتنے مل کر نہیں گئے حرارت اور روشنی بڑھتی چلی جائے گی۔ ایک مومن حق چل رہی ہو روشنی کم ہے اس کے ساتھ ایک مومن حق اور جلا دی جائے تو روشنی بڑھ جائے گی ایک اور بڑھا دی جائے تو روشنی اور بڑھ جائے گی جتنی ساتھ ملاتے جائیں روشنی بڑھتی جائے گی اور اگر انہیں پیچھا کر رکھیں تو بہت وسیع رقبے کو روشن کر دیں گی روشنی بھلتی جائے گی جن لوگوں کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی روشنی ہے وہ جتنے زیادہ مل نہیں گئے اتنی ہی روشنی زیادہ ہوگی، اسی روشنی کا اثر ہر بیٹھنے والے پر اس کی اپنی اصل روشنی سے زیادہ بڑھتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ سب کے قلوب ہونے کے بعد جو کل روشنی ہو اسے سب پر تقسیم کر دیا جائے ایسا کرنے سے تو اتنی ہی روشنی رہے گی جتنی پہلے تھی، وہ روشنی تقسیم نہیں ہوتی بلکہ جو کل مجموعہ ہے وہ سب کے قلوب میں اللہ تعالیٰ ڈال دیتے ہیں دیکھتے کتنی ترقی ہوگئی۔ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ مل کر جڑ کر کچھ دین کی باتیں بھی کریں تو روشنی بڑھتی ہے بلکہ ایسے ہی مل کر جڑ جائیں دنیا کی فضول باتیں نہ کریں صرف اللہ سے ملے مل کر نہیں ملکر خواہ دین کی باتیں کریں خواہ ہر شخص اپنے طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے، خواہ ایک دوسرے کو ایسے ہی دیکھ رہے ہیں نہ کوئی کچھ بول رہا ہے نہ کوئی کچھ سن رہا ہے اللہ کی خاطر بیٹھتے ہیں اس مجلس کا یہ اثر ہے۔ ہر مجلس سے بڑی محبت سے بجا کریں۔

دارالافتاء کے ایک طالب علم کا قصہ:

ابھی ابھی ایک خط میرے سامنے آیا نماز سے پہلے اسے پڑھ کر آ رہا ہوں۔ ایک بچہ چند سال پہلے یہاں دارالافتاء میں رہا ہے، اندوہی لحاظ سے بلند لوگ ہیں اللہ نے اس بچے کو دارالافتاء میں پہنچا دیا یہاں آنے کے بعد اس نے فی دی دیکھنا چھوڑ

دیا، اس کا اہا اسے مادرِ کرئی وی دکھاتا تھا، مارہر کرئی وی کے سامنے لے جاتا تھا یہ بچہ کرئی وی کے سامنے جا کر اپنا سر زمین پر رکھ دیتا تھا کرئی وی پر نظر نہ پڑے، ابا ابو پر سے تھپڑ لگا کر کہتا کہ اٹھا، سر دیکھوئی وی۔ اس بچے نے بتایا کہ ایک بار میری اہی نے کہا تو غلام بن جائے گا تو کھانے کا کیاں سے؟ تو میں نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہاں سے کھاؤں گا۔ برچہ میں کچھ مقداد تھوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ برتیں ہوتی ہیں شاید ایک یا دو سال، لڑکا دارالافتاء میں رہا اس کے بعد کچھ ایسا شیطان کا چکر چڑا کہ وہ دارالافتاء کو چھوڑ کر چلا گیا۔ ڈاڑھی اس زمانے میں تھوڑی تھوڑی نکل رہی تھی اسے بھی منہ دانا شروع ہو گیا۔ اس نے بعد میں جو حالات کیسے ان میں بتایا کہ اس زمانے میں بھی صرف دارالافتاء کی زیارت کے لئے باہر سے چکر لگایا کرتا تھا، کافروں کی صورت میں دارالافتاء کے اندر آنے کی تو ہمت نہیں ہو رہی تھی ڈاڑھی منہ آنے سے تو کافروں جیسی صورت بن جاتی ہے، اللہ کے ہانیوں کی صورت میں دارالافتاء آنے ایسا بے شرم تو نہیں ہوا کہتے ہیں اندر آنے کی ہمت تو نہیں ہو رہی تھیں مگر اتنا کام کرتا رہا کہ دارالافتاء کی زیارت کے لئے کبھی کبھی سامنے سے چکر لگا جا رہا تھا تعلق رکھا، دوسرا تعلق یہ رکھا کہ یہاں کے چھپے ہوئے مواظظ پڑھنے کا معمول رکھا تیسری بات یہ کہ مواظظ کی کمی نہیں سننے کا معمول رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنا ہوا کہ والدین نے دنیا کمانے کے لئے لندن بھروسہ میں سے کینیڈا بھیج دیا کماؤ دنیا بیٹے دنیا کماؤ۔ اللہ کی رحمت نے ان کی دلچسپی یوں غریبی کی جن دنوں پچھلے سال میں لندن میں تھا انہیں دنوں میں اس لڑکے کو لندن پہنچا دیا وہاں جو مواظظ ہوئے تھے ان کی کمی نہیں بس نے انہیں دین اور ان سے کہہ کہ اس میں آٹھ ہفتہ ہیں یہ آپ سنیں، انہوں نے وہ کمی نہیں سنیں اور چونکہ پہلے سے یہاں مواظظ لگتا رہا تھا اس لئے پہلی چوت اچھڑائی، اللہ کی رحمت کی اس چنگاری کو شہان نے بجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ

وہ حکم سن کر پرانی چوٹ ابھر آئی اسی وقت طے کر لیا کہ اب ڈالوسی رکھوں گا، مجھے بتایا کہ میں نے آنکھ وہ ڈالوسی مٹانے کٹانے سے توبہ کر لی ہے۔ اس کے بعد لندن سے واپس کینیڈا پہنچ گئے شادی بھی ہو چکی تھی بیوی وچیں کینیڈا میں تھی۔ وہاں سے خط لکھا کہ میں نے ڈالوسی پوری کرنے کا عزم کر لیا ہے بس اب وہ منزل کی طرف بڑھ رہی ہے کئی کی نہیں، کچھ مدت وہاں ٹھہرنے کے بعد یہاں آئے تو ڈالوسی کافی بڑھی ہوئی تھی پوری تو نہیں ہوئی تھی مگر بڑھ رہی تھی، یہاں بھی لکھ کر دیا کہ اب یہ ڈالوسی نہیں کٹے گی ان شاء اللہ تعالیٰ، ایک خط میں بیوی کے بارے میں لکھا کہ اس نے شرفی پردہ کر لیا ہے۔ آج ان کا خط میرے سامنے آیا آئے ہوئے تو کئی دن ہو گئے ہوں گے میرے سامنے تو ترتیب سے ڈاک آتی ہے، ان کا خط پڑھ کر مطمئن ہوا کہ اللہ نے اس لڑکے کو بہت بڑا زہد بنا دیا ان کا قصہ سننے سے پہلے زہد اور تارک دنیا کے معنی سن لیں۔ زہد یا تارک دنیا کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کا ہر وہ فطری چھوڑ دے جس سے آخرت کا نقصان ہوتا ہو جس سے آخرت کا نقصان ہو وہ دنیا چھوڑ دے طعون ہے طعون، اس سے جو شخص بچتا ہے وہ ہے تارک دنیا، اس طرح بچتے ہوئے خواہ وہ پوری دنیا کا بادشاہ بن جائے ہزاروں دنیا اس کے قبضے میں آجائیں، تخت سلیمانی مل جائے سلیمان علیہ السلام بھی بادشاہت مل جائے تو بھی وہ تارک دنیا ہے۔ انہوں نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ کینیڈا پہنچنے کے بعد میں نے یہاں قانون کے مطابق اپنی قابلیت کے کاغذات تیار کر کے ملازمت کے لئے درخواست دی درخواست کے جواب میں چار کمپنیوں کی طرف سے مجھے ملازمت کے لئے بلایا گیا ان میں سے تین تو بینک کے ادارے تھے میں نے وہاں جانے سے انکار کر دیا کہ میں یہاں ملازمت نہیں کروں گا۔ آگے تھوڑی سی تشریح میں کر دوں کہ جس پر اتنی بڑی لعنت اتنی بڑی لعنت ہے، اللہ کا بندہ اسے کیسے قبول کر لے۔

سود خوری بہت بڑی لعنت:

جب بھی چیک یا سود کی بات آتی ہے تو میں اس بارے میں قرآن مجید کی ایک آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشاد تصدق و ہر لیا کرتا ہوں تاکہ آپ لوگ انہیں زیادہ سے زیادہ آگے بھیلانیں یہ معلوم نہیں کہ پھیلنا رہے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے فرمائیں، سب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ
كُلُّهُ مِثْلَ خَائِلٍ ۚ إِنَّكُمْ تَعْلَمُونَ مَا تَدْعُونَ بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ
وَذُشِرُوا ۚ﴾ (آب ۲، ۲۷۸، ۲۷۹)

سود کی لعنت سے بچانے کے لئے اعلان کی ابتدا، میں فرمائی: ”یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا“ اسے ایمان کے دعویدار میرے ساتھ عشق و محبت کے دعویدار! ایمان کے معنی ہیں اللہ کے ساتھ عشق و محبت یہ ایمان کا حاصل ہے جس میں یہ نہیں اس میں ایمان نہیں۔ ایک آپ بٹن تو نہیں کر دیا کہ یا تو ایمان کے دعوے چھوڑ دو اور اگر ایمان کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر سودی لین دین چھوڑ دو۔

سہ ہوم گھگھ اختصار می باہ کر

یک کار ازین دو کار می باہ کر

یا تن برضائے دوست می باہ کر

یا قطع نظر زیار می باہ کر

ارے دغا بازو دفریح! ایک کام کرو صرف ایک کام کرو یا ادھر یا ادھر یہ کیا ادھر بھی اور ادھر بھی ایک طرف کو چلو، اگر ایمان کے دعوے کرتے ہو، اللہ سے محبت کے دعوے کرتے ہو تو محبت کا ثبوت پیش کرو۔ محبت کا ثبوت کیا ہے کہ چوٹی سے لے کر بازی تک اپنے ہرے حالات اپنے دوست اپنے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر

اور وہ بدست زندہ بن چکا اگر ایہ کرتے ہو تو محبت کا دھوئی گج ہے ورنہ لٹا ہے جھوٹا ہے دنیا میں کوئی بھی ایسی محبت کو قبول نہیں کرتا کہ جس سے محبت کے دھوے کریں اس کی نافرمانیاں بھی کرتے رہیں۔ دنیا کے معاملے میں تو ہر انسان بڑا ہنسیہ ہے بہت ہنسیہ کسی سے ایسی محبت کر کے دیکھ لیں کہ اسے پارا تیری محبت میں مرا جا رہا ہوں اسے پارا کچھ نہ پا چھ میں جب تک تجھے دیکھ نہ ہوں پریشان رہتا ہوں خینہ ہی نہیں ہوتی، آنکھیں ہر رخت تیری ہی طرف لگی رہتی ہیں میرے واسطے تیری محبت نے تو مجھے بھول بٹا دیا ہے مگر دیکھ تیری بات ایک بھی نہیں مانوں گا، چلو دو باتیں مان لوں گا جس میں مجھے حرا آئے دوسری ایک بھی نہیں، نوں گا کہ دنیا میں کوئی پاگل سے پاگل احمق سے احمق بھی اس محبت کو مانے گا؟

۱۔ اور گی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سرا سر موسم یا بحر سنگ ہو جا

اور گی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا جو عقد کے رنگ کو قبول کر لے:

﴿وَسَبِّحْهُ أَقْبَرُ وَمِنْ أَكْبَرُ مِنْكَ أَكْبَرُ وَسَبِّحْهُ لَعْدُ

عَبِيدُؤْنَ﴾ (آپ - ۱۳۸)

اپنے دل پر اللہ کا رنگ چھالے اور اللہ کے رنگ سے زیادہ بہتر رنگ کون سا

ہو سکتا ہے۔

عبادت کے معنی:

آیت کے آخر میں اسی اللہ کے رنگ کی تشریح اور تفسیر ہے:

﴿وَسَبِّحْهُ لَعْدُ عَبِيدُؤْنَ﴾ (آپ - ۱۳۸)

لَعْدُ عِبَادُ اللہ الخیر صبر کے لئے ہے فرمایا: "لَعْدُ عَبِيدُؤْنَ" ہم صرف اللہ کی

عبادت کرتے ہیں صرف اللہ کی صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادت کے معنی یہ

ہیں کہ پورے کے پورے اللہ کی رضا کے تابع ہو جاؤ۔ عبادت کے لغوی معنی ہیں کسی کے اتنا تابع ہو جانا کہ اپنی کوئی خواہش باقی نہ رہے سب کچھ کسی پر قربان کر دینا اسے عبادت کہتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ تو بڑا جلیا مگر احکام ماننے نہیں یا کچھ مان لئے کچھ نہیں مانے تو یہ عبادت نہیں، عبادت کے معنی مکمل طور پر غلام بن جانا مکمل طور پر خدا ہو جانا، اپنی سب خواہشات کو اللہ کی رضا میں ڈال کر دیں۔ ”وَتَعْبُدُونَا، عِبَادُونَا“ یہ ہے اللہ کا رنگ، اللہ تعالیٰ پوری اسے محمد یہ علی صلیہما الصلوٰۃ والسلام کو اپنا رنگ عطا فرما دیں۔

معبود صرف اللہ ہے:

فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَحَكِيمٌ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾
 ﴿فَلَمَّا رَزَقْنَاهُ يُرْسًا بَقِيَ مَا جَاءَ لِحُكْمِهِ فَلْيَنْتَفِئْ
 فَاذْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ (۲۱۸-۲۱۹)

ایمان کے دعوے کرنے والوں: ”ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً“ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے کوئی حالت تمہاری اسلام کے خلاف نہ ہو تو تمہارا ایمان کا دعویٰ قبول ہو گا پورے مکمل داخل ہو جاؤ اگر اسلام کے ایک لاکھ احکام میں سے ایک کو چھوڑ دیا تو کتنا بڑا نوسرنا تو ہے احکام پر عمل کرتے رہے اور ایک حکم کو چھوڑنا یا معمولی کچھ کر چھوڑ دیا کہ اب تو ہم بہت بڑے ولی اللہ بن گئے اگر یہ ایک حکم چھوڑ دیا تو کوئی بات نہیں، تو سن لو تم اسلام میں پورے داخل نہیں ہوئے اگر اسلام کے ہزاروں لاکھوں احکام میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیا تو یہ شیطان کا اجراع ہے اسی لئے فرمایا:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ﴾ (۲۱۸-۲۱۹)

شیطان کے پیچھے مت لگو شیطان کی تھوڑی سی بات بھی مت مانو پورے کے پورے اللہ کے بندے بن جاؤ تو مسلمان کہلاؤ گے ورنہ نہیں اور اگر اسلام کو سمجھنے کے بعد پھر بھی شیطان کا اصرار کرنے لگے کوئی کوئی بات شیطان کی بھی ماننے لگے کر چلے اسے بھی راضی کر لیں۔

۳۔ حج بھی کعبہ کا کیا اور گنجد کا اشیان بھی

خوش رہے رخصت بھی راضی رہے شیطان بھی

اگر یہ مذہب ہالایا کہ وہ لوگوں کو خوش رکھیں تسبیح بھی پڑھ لیا کر، اسے ہزار بار دہرائے شریف بھی پڑھ لیا کر، اشراق، چاشت، تہجد یہ کام بھی کر لیا کر، عمرے اور حج بھی کرتے رہو، ذکوۃ خیرات بھی ادا کرتے رہو مگر ساتھ ساتھ شیطان کو بھی خوش رکھو۔ مثال کے طور پر سب سے پردہ کر لیا کر ایک بہنوئی سے نہیں کیا، بہنوئی کی بہت خصوصیات ہیں، ادھر کو کہیں لہا پیا نہ چلا جائے، بہنوئی سے پردہ نہیں کیا یا اس سے بھی زیادہ خطرناک ننڈوئی یا دیور کو گلے کا زہر بنا رکھا ہے ایسے کچھ کچھ تھوڑا تھوڑا شیطان کو بھی خوش رکھو دینا میں رہتا ہے تو شیطان کو بھی خوش کرنا پڑے گا۔

۴۔ خوش رہے رخصت بھی راضی رہے شیطان بھی

یا کہیں کسی بینک والے کے ہاں ناشتہ کر لیا، اس کی گاڑی میں چلے گئے۔

رخصت کے ساتھ شیطان کو خوش کرنے والے:

کسی نے فون پر مجھ سے پوچھا کہ ہمارے پڑوسی بینک میں ملازم ہیں اگر میں ان کی گاڑی میں انہیں سہارے جاؤں تو مجھے ثواب ملے گا یا نہیں؟ میں نے کہا کہ آپ بینک والے کی گاڑی کیوں استعمال کر رہے ہیں یہ تو حرام ہے، وہ خود نہیں چلا سکتا آپ کہیں اسے لے کر جائیں۔ بات جو صحیح ہوتی ہے نکل ہی جاتی ہے کہتا ہے اس کی لڑکیوں سے بھی بھری کچھ بات چیت ہو جاتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے کہ اس

کی لڑکیوں سے کچھ بات چیت ہو جاتی ہے آج اسی شخص نے پھر بچہ چھاکر پڑوس میں اکر کوئی بینک والا ہواس کا بچہ بنار ہو تو میں اس بچے کو ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں یا نہ لے جاؤں؟ میں نے کہا کہ بچے کو لے جانے میں کیا حرج ہے۔ لے جائیں۔ کہتے ہیں کہ گاڑی بینک والے کی ہوگی۔ میں نے کہا کہ نہیں آپ بینک والے کی گاڑی میں نہ بیٹھیں وہ تو وہی لعنت والا کام ہو جائے گا۔ وہ کہنے لگا کہ بچہ بنار ہے اسے بچاتا ہے۔ میں نے کہا کہ بچے کو بچانے کے لئے آپ جہنم میں جا رہے ہیں۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہے پھر بعد میں ایک بات خیال میں آئی کہ ان کا خون تو تقریباً روزانہ ہی آتا ہے یہ اسی غم میں رہتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ترکیب لگ جائے پڑوسی کی لڑکیوں سے بات کرنے کی، معلوم نہیں مجھ سے بچہ چھنے کا کیا مطلب ہے کہ میں کہہ دوں کہ ہاں لڑکیوں سے بات چیت کر لیا کرو اور ان سے تعلق رکھو شاید وہ یہ چاہتا ہو گا کہ واپس آنا، سے بینک والوں کی لڑکیوں کو استعمال کرنے کی اجازت مل جائے۔ اللہ کرے کہ کل ہی اس کا خون آ جائے تو میں اس سے کہوں گا کہ وہ بینک والا اپنے بیٹے کو خود ڈاکٹر کے پاس نہیں لے جا سکتا؟ اتنا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ آپ اپنی گاڑی میں لے جائیں، ان کی گاڑی میں کیوں لے جاتے ہیں اسان کرنا ہی ہے تو اپنی گاڑی میں لے جائیں یا کوئی ٹیکسی کر کے اس میں لے جائیں حرام آمدنی والی گاڑی کیوں استعمال کرتے ہیں؟ یہ ہے

خوش رہے دشمن بھی راضی رہے شیطان بھی

سود خوروں کو اللہ کی دھمکی:

”ياايها الذين امنوا اتقوا الله“ ایک آپ بچن تو کہا کہ ایمان والے ہو یا نہیں پہلے تو یہ فیصلہ کرو۔ دوسرا آپ بچن یہ کہ اگر ایمان کے دعوے کرتے ہو تو: اتقوا الله۔ اللہ سے ڈرو جو اللہ سے نہیں ڈرتا اس کا ایمان نہیں صحت پوتا ہے۔ اللہ سے

ڈرنے کی علامت یہ ہے: وذروا ما بقى من الربو۔ اللہ نے جس چیز پر لعنت بھیجی ہے وہ چھوڑ دو سوئی لیکن دین چھوڑ دو۔ تیسرا آپ بٹن: ان كنتم مؤمنين۔ پھر کہتا ہوں کہ یا تو ایمان کا دعویٰ چھوڑ دو اور اگر ایمان ہے تو سوؤ کو چھوڑنا چاہئے گا اللہ سے ڈرو۔ ایک آیت میں تین بار سخت تنبیہ کی، آگے چٹھی بار تو اتنی زبردست تنبیہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی تنبیہ ہو ہی نہیں سکتی: امان لم تفعلوا۔ اگر سوئی لیکن دین نہ چھوڑو گے تو: فاذنوا بحرب من الله ورسوله۔ تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو جنگ کا اعلان ہے، کفر اور شرک کے سوا کوئی گناہ ایسا نہیں جس پر جنگ کا اعلان کیا گیا ہو مگر سوئی لعنت اتنی بڑی لعنت ہے کہ اس پر اللہ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سو کا ایک درہم چھتیس زنا سے بڑھتا ہے۔“ (مسند، طبرانی، ابن الکثیر)

(الاموط)

ایک درہم ساڑھے تین گرام چاندی کا ہوتا ہے اندازہ لگائیں کہ اگر بینک والوں کے پاس ایک ہاشو کیا تو کتنے درہم کھائے کتنے سو زنا کر لئے ایک مجلس میں چند منٹوں میں کئی سو بدکاریاں کر لیں، کھلی بھارت کر رہا ہے سب کے سامنے کر رہا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ اسے حلال بھی سمجھ رہا ہے بعض لوگ تو اسے ثواب سمجھتے ہیں کتنے ہیں کہ جڑ پیدا کرنے کے لئے کر رہے ہیں اس لئے ثواب ہے اور سنیں فرمائیے:

”سو میں جہنم خرابیاں ہیں ان میں سے چھوٹی سے چھوٹی خرابی ایسی ہے

جیسے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔“ (احکم علی شرط الصعب)

جو لوگ سوئی لیکن دین سے پرہیز نہیں کرتے رات دن رات دن علی طاعان

اپنی ماؤں سے بدکاریاں کرتے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے ہیں۔

اللہ کی خاطر دنیا قربان کر دی:

میں اس زلمہ بچے کا قصہ بتا رہا تھا چار اداروں سے ملازمت کی پیشکش آئی تھیں تو بیک تھے، انہیں انکار کر دیا، انہوں نے لکھا ہے کہ یہاں میرے جانے والے لوگ مجھے سمجھا رہے تھے بہت اصرار کر رہے تھے کہ یہ تو بہت بڑی ترقی ہے اسے مت چھوڑ کر لو کر لو آگے راہیں کھلیں گی، کہتے ہیں میں نے بالکل انکار کر دیا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، چوتھا ادارہ جہاں مجھے بلایا وہ ہوائی جہاز کا ادارہ ہے اس میں مجھے متعین کر لیا گیا بعد میں چاہا کہ اس میں مسافروں کو پورے محلے کو شرب بھی پلائی پڑے گی تو میں نے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میرے ذمے ایسے کام لگاؤ جس میں شراب کا لین دین نہ ہو انہوں نے کہا کہ اگر ملازمت کرو گے تو یہ کام کرنا پڑے گا ورنہ تو ملازمت نہیں ہو سکتی آپ استعفاء دے دیں۔ میں نے پہلی فرصت میں استعفاء دے دیا اب اور کوئی ملازمت سامنے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پر اتنی بڑی دنیا کو قربان کر دیا، بڑی بڑی ملازمتیں، بڑی بڑی تنخواہ، بڑا منصب، بڑے سے بڑا اعزاز سب کچھ قربان کر دیا خالی ہاتھ بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کا امتحان لیا جا رہا ہے اللہ کے ہاں مقام حاصل کرنے کے لئے بڑے مناصب کو ملازمتوں کو، عزت کو، جاہ کو، مال کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا ایک اللہ کی محبت پر قربان کر دیا دنیا جاتی ہے تو جائے دنیا کی وقعت ہی کیا ہے کہ اللہ کی رضا کے مقابلے میں اسے لایا جائے۔ دوسرا سبق اس سے یہ حاصل ہوا کہ کبھی کہیں کسی مصلح باطن سے کسی وقت میں تمہارا بہت تعلق ہو جائے تو بھٹکنے کے بعد بھی اللہ کی رحمت متوجہ ہو جاتی ہے، یہ درمیان میں بھٹک گئے ڈاڑھی منڈا دی اور علم دین حاصل کرنا چھوڑ دیا اس کے باوجود اتنا سا تعلق رکھا کہ باہر سے گزرتے ہوئے دارالافتاء کی زیارت کر جاتے تھے کہتے ہیں کہ دارالافتاء کی زیارت کرنے کے لئے اس کے سامنے سے گزرتا تھا اندر آنے کی امت نہیں ہوتی تھی

بھگیوں کی، یہودیوں کی عیسائیوں کی صورت بنا کر امد کیسے آتا شرم آتی تھی اس لئے امد آنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی باہر سے گزر جاتا تھا جن کے ساتھ محبت کا تعلق رہا چلے ان کی نگاہی سے گزر جائیں، مکان ہی پر نظر پڑ جائے۔ دوسری بات یہ رہی کہ مجھے ہوئے سواۓ پڑھتے رہے دعا کی کیٹیں سنتے رہے آخر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اس سے یہ سبق حاصل کریں کہ جس میں تمہاری بہت کچھ نہ کچھ طلب رہے اپنی کوشش میں لگا رہے تو بھگتے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیری فرماتی ہے۔ عجیب دیدار بننے کے لئے دعا ”علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوگا؟“ ضرور پڑھتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو لکھتا خیر عطا فرمائیں۔

وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی آلہ

وصحبہ اجمعین،

والحمد لله رب العلمین۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَوْلَا الصَّالِحِينَ

یادِ شہید جو لوگ میانِ لائے اور انہوں نے اپنے کام کے لئے تعالیٰ کو سنبھالنے کی محنت پیدا کر سنے کا اصول ہے ۴۹

شامتِ اعمال

— وَعَظ —

فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا رَأَوْهُمُ يُصَلُّونَ فَذَكَرُوا لَهُمْ قَوْلَ اللَّهِ الْقَوْلَ الْكَبِيرَ

— نَاشِر —

کتاب گھر

ناظم آباد لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہود: ۱۰

شاستہ اہل

۱۱: ۱۰

جائے مسجد دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

برقہ: ۱۰

بجارت: ۱۰

پہلو: ۱۰

پہلو: ۱۰

آئی قصہ: ۱۰

سیدنا علیؑ

سیدنا علیؑ

۱۰: ۱۰

۱۰: ۱۰

۱۰: ۱۰

۱۰: ۱۰

۱۰: ۱۰



وعظ

شامتِ اعمال

(۲ صفر ۱۴۱۱ھ)

﴿وَلَقَدْ آتَاكَ نُوْحٰی بَعَثَ الْفٰلٰیقِیْنَ بِمَتَابِنَا كَاُنُوْا يَكْفِیُوْنَ﴾

(پہ۔ ۱۲۹)

”وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کَمَا تَكُوْنُوْنَ

کَذٰلِکَ یُؤَمِّرُ عَلَیْکُمْ“ اور یہاں

حکموں کے تبدیل ہونے سے اہل حق حاصل کریں ہر بات سے اپنی آخرت کی فکر پیدا کرنی چاہئے اور ایسے موقع پر عمل کیا رہنا چاہئے اس بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ پاکستان میں تو ہر ایک دو سال بعد حکومت تبدیل ہوتی ہے۔ ایک کافر نے کسی وقت میں یہ کہا تھا کہ میں جتنے چاہوں بدلے ہوں پاکستان میں وزارتیں نکولیں اس سے زیادہ بدلتی ہیں۔ دعویٰ لگانے والا مشرک یہ کہتا ہے۔ حکومتیں تو جلدی جلدی بدل ہی رہی ہیں ساتھ یہ بھی کہ عوام ہر حکومت کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ یہ حاکم بڑا عالم ہے اسے ہٹاؤ، اسے بن کر ہم نجات ملے گا اس کے باوجود جو آیا تو وہ اس سے بھی زیادہ عالم، قیصر اس سے زیادہ دُرُج تھا اس سے بھی زیادہ۔

ایک غلام کا قصہ ہے کہ اس کا نالک خود تو میدان کی روٹی کھاتا تھا غلام کو چھنے

ہوئے آنے کی روٹی کھاتا تھا، غلام نے بہت احتجاج کیا کہ یا تو مجھے بھی میدے کی روٹی کھلاؤ ورنہ مجھے فروخت کر دو، مالک نے اسے فروخت کر دیا۔ اب جو مالک ملا وہ خود تو چھپے ہوئے آنے کی روٹی کھاتا غلام کو ان چھپے آنے کی روٹی کھاتا، غلام نے یہاں بھی اصرار کیا کہ جو خود کھاتے ہو وہی مجھے بھی کھلاؤ ورنہ مجھے بیچ دو۔ مالک نے کسی اور کو بیچ دیا وہ خود تو چھپے ہوئے آنے کی روٹی کھاتا غلام کو بھوی کی کھاتا، غلام نے بہت شور کیا اور یہ کہ تم تو بڑا ظالم ہے اس سے بھی پیچھے کا مطالبہ شروع کر دو، اس نے بیچ دیا۔ اب جو مالک ملا وہ خود تو کھاتا بھوی کی روٹی اور اسے کھانے کو کچھ نہیں دیتا تھا، اس کا سر موڑ دے کہ اس پر چراغ رکھ کر کتاب دیکھتا تھا اب وہ سر بھی نہیں ہلا سکتا کیونکہ چراغ گر پڑے گا تو پٹائی ہوگی۔ نام کی یہ حالت دیکھ کر کسی نے کہا کہ اللہ کے بندے! تجھے پہلے مالک پر صبر نہ آیا وہاں تو اچھی حالت میں تھا چھپے ہوئے آنے کی روٹی کھاتا تھا، دوسرے کے پاس بھی تجھے اطمینان نہ ہوا تجھے ان چھپے آنے کی روٹی کھاتا تھا تو وہاں بھی شور کرتا رہا پھر تیسرے کے پاس بھی تو احتجاج کرتا رہا حالانکہ وہاں بھوی ہی کسی کچھ تو کھاتا تھا اور اب یہ حال ہے کہ مالک تیرا سر موڑ کر چراغ رکھتا ہے اور کھانے کو کچھ بھی نہیں دیتا تو بھوکا مر رہا ہے پھر یہ کہ مل بھی نہیں سکتا تو اب تو صبر سے کیسے بیٹھ ہوا ہے؟ غلام نے جواب میں کہا کہ گزشتہ تہارے نے ثابت کر دیا کہ اگر میں نے آنکھ بھی ٹھوکر پیچھے کا مطالبہ کیا تو پھر مالک ایسے سے گا جو میری آنکھ میں حق ڈال کر جوئے گا اس لئے اب میں یہاں صبر سے بیٹھا ہوا ہوں۔

اگر اللہ کی جائزہ دینی نہیں چھوڑی تو یہ آنے والا کون پہلے کڑے کی خشیت زیادہ دے گا یہ صبر سے اللہ کا فیصلہ ہے۔

﴿وَكَذَٰلِكَ يُؤْتِيُ بَعْضَ الْأَعْمَىٰ نَبَأَ الْآخَرِينَ ۚ نَبَأَ مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ (۲۴)

ہم ظالموں کو ظالموں سے مروا دیتے ہیں اس لئے کہ یہ ظالمین ہیں ظالمین۔ ظالم کے معنی صرف یہ نہیں کہ دوسروں پر ظلم کرے بلکہ سب سے بڑا ظالم تو وہ ہے جو اپنے اوپر ظلم کرے اللہ کی ظالمیئی کر کے جہنم میں جائے اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ لوگوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ظالمینوں کی وجہ سے، بدعاتوں کی وجہ سے میں ظالموں کو ظالموں سے بڑا کرتا ہوں گا خوب بھلائی۔ دوسرے کو خوب لگاؤ اور سے عذاب کا کوڑا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ ظالموں کو ظالموں کے ذریعہ عذاب دینے میں کئی شکستیں ہیں، ایک حکمت تو یہ ہے کہ ایک مارتے مارتے ٹھک گیا تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو مسلط فرما دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ”کل جدید مذیہ“ برقی چیز مزیدار ہوتی ہے تو کوڑا بھی ذرا پھانا ہو گیا مارنے والا بھی پھانا ہو گیا اب مارنے والا بھی نیا ہو اور کوڑا بھی نیا۔ تیسری حکمت یہ کہ مارنے والا بھی تو ظالمینوں میں سے ہی ہے اسے بھی تو لگتا ہے اس لئے اس کی جگہ کسی اور کو مسلط فرما دیتے ہیں تاکہ کوئی ظالمین لٹکائی سے نہ بچ سکے۔ فرمایا:

﴿لَئِنْ نَبِضْتُمْ جُلُودَهُمْ يَبْذُلْنَهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا يَبْذُلُوهَُا﴾
العذاب ۱۰۱-۱۰۲

اہل جہنم کے ہارے میں فرماتے ہیں کہ جب انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا اور آگ سے ان کی کھالیں مل جائے گی وجہ سے عذاب کا احساس کم ہونے لگے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں بھرتی کھال دیں گے تاکہ عذاب میں کمی نہ آنے پائے، ایسے ہی ظالمین لوگ اللہ کی ظالمیئیوں سے باز نہیں آتے پھر انہیں عذاب کے کوڑے گھٹتے گھٹتے جب عادت ہونے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ نئے سرے سے نیا کوڑا لگاتے ہیں، بات کچھ میں آئی، چودہ اہست کو یوم نجات منانے والو! عفو میں تبدیل ہونے پر یوم نجات منانے والو! یوم نجات تو جب بنے گا جب آپ گناہ چھوڑ دیں گے اور نہ تو عذاب ہی عذاب ہے مصیبت ہی مصیبت ہے، چند دنوں میں پھر چلائیں گے کہ یا اللہ اس سے نجات

دے، یا اللہ اس سے نجات دے، گناہ چھوڑے بغیر جو ایم نجات منائے جائیں گے وہ ایم نجات نہیں بلکہ سارے ماتم کے دن ہیں۔

اعمالکم علیکم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، میرے بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں میں ان کے بادشاہوں کے دل میں ان کی طرف رحمت اور شفقت سے متوجہ کر دیتا ہوں اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں میں ان کی طرف بادشاہوں کے دل خسر اور اللہ تم سے متوجہ کر دیتا ہوں سو وہ انہیں سخت عذاب پہنچاتے ہیں اس لئے خود کو بادشاہوں پر جہاد میں مشغول نہ کرو بلکہ خود کو یاد کر اللہ اور تعزیر میں مشغول کرو، کہ میں تمہیں تہوار سے بادشاہوں کے مقام سے محفوظ رکھوں۔“ (مسند غزالی)

ایک اور حدیث ہے:

”بے شک تہوار سے اعمال تم پر حاکم بنائے جاتے ہیں اور جیسے تم ہو گے

وہی تم پر حاکم مسلط کئے جائیں گے۔“ (المستدرک، ج ۱ ص ۲۶۶)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ ہے کہ جیسے تہوار سے اعمال ہوں گے ویسی ہی تم پر حکومت چھین فرمادیں گے یہ اپنے اعمال کا ثمرہ ہے، جسے کسی حاکم کے ہارے میں اعتراض ہو کہ یہ میرا حاکم ہم پر مسلط ہو گیا تو اس حاکم کو برا کہنے کی بجائے آئینہ پاس رکھا کرے جیسے ہی ذیل آئے آئینہ دیکھ لے کرے کہ اسے اسے اپنی توبہ انگلی میں ہی ہوں۔ بس جو حاکم آئے جو آئیں گے، جو ہوا جو ہوگا وہ مسلمانوں کے اعمال ہیں

اول، اگر مسالہ حکومت لانا چاہتے ہیں تو جب تک بااعمالیاں نہیں چھوڑیں گے یہ نہیں ہو سکتا جیسے اول ہوں گے ویسی ہی حکومت آئے گی۔

ایک شیر جنگل میں رہتا تھا، جنگل کے دوسرے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو پریشان کرتا تھا کبھی کسی کو چیر دیا کبھی کسی کو کھا گیا۔ جانوروں نے اپنے دو تین نمائندے شیر کے پاس بھیجے انہوں نے شیر سے کہا کہ روزانہ ہم میں سے ایک ایک آپ کی خدمت میں خود ہی پہنچ جایا کرے گا آپ رحمت نہ فرمایا کریں۔ سیاست کے طور پر یہ متعین ہو گیا کہ کبھی کوئی آگیا کبھی کوئی آگیا، ایک خرگوش کو متعین کر دیا گیا کہ وہ روزانہ ایک جانور شیر کے پاس لایا کرے، وہ بے چارے جاتے رہے ایک ایک کر کے وقت آتا رہا ایک بار ایک خرگوش کی باری تھی اس نے ذمہ دار خرگوش سے کہا کہ ایسا کرو ذرا دیر سے جاؤ اس کے بعد پھر دیکھیں گے کوئی ترکیب لڑاتے ہیں کیونکہ اگر ایک ایک کر کے سارے جانور شیر کھا رہا تو سارا جنگل خالی ہو جائے گا اس تجویز کے مطابق خرگوش بہت دیر سے گیا۔ شیر بہت ہی زیادہ غصہ میں تھا کہ یہ بڑے بدمعاش ہیں وعدہ کیا تھا کہ روزانہ میری خوراک بننے کے لئے کوئی نہ کوئی آیا کرے گا آج ابھی تک نہیں آیا دیکھئے آج آتا ہے تو میں پھر کیسے خیریت ہوں، بہت غصے میں تھا خرگوش پہنچا تو شیر غصے میں پھرا ہوا تھا، خرگوش نے کہا حضور! پہلے میری ایک عرض من لیجئے۔ شیر نے جانتا نہ کیا ہے۔ خرگوش کہنے لگا کہ جنگل میں ایک شیر بالکل تپ جیسا ہی ہے، ہم دو آرہے تھے تو ایک کو اس نے بھیت یا میں جلدی سے بھاگ کر آپ کو اطلاع کرنے کے لئے آیا ہوں، حضور! اگر آپ کو جنگل پر حکومت چاہئے اور یہ کہ روزانہ کوئی نہ کوئی جانور آپ کا لقمہ بنارہے تو پھر پہلے اس شیر کا کچھ انتظام کریں۔ شیر کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا کہنے لگا اچھا جنگل میں میرا کوئی شریک بھی ہے؟ خرگوش نے کہا ہاں ہاں آئیے میں آپ کو دکھاتا ہوں اس نے اسے کنویں پر لے چا کر کہا کہ وہ شیر اس کے اندر ہے جھانک کر دیکھیں، جب شیر کنویں میں جھانکے کے لئے آگئے بڑھا تو خرگوش

کہتا ہے حضور! مجھے ذرا اپنی بغل میں دے لیں۔ تاکہ وہ مجھے نہ دیوچ لے شیر نے اسے بغل میں دے لیا آگے بڑھ کر کنوئیں میں جھانکا تو کنوئیں میں شیر نظر آیا جس کی بغل میں ایک خرگوش تھا۔ خرگوش بولا کہ دیکھو وہ ہے تیرا شریک اور اس کی بغل میں وہ خرگوش بھی ہے جو تجھ سے بھیج کر لے گیا تھا۔ جب وہیں پہنچے تو عقل رخصت ہو جاتی ہے شیر نے یہ نہ سوچا کہ یہ خرگوش کو اب تک بغل میں دے کر بیٹھا ہے اسے کھایا کیوں نہیں۔ اس نے سمجھا کہ واقعہ کنوئیں میں شیر ہے اس نے خرگوش کو چھوڑا اور کھ گیا کنوئیں میں شیر کو دسنے کے لئے خرگوش نے چکر ماردے جھگل میں اعلان کر دیا کہ تھمارے بادشاہ کا خاتمہ کر آیا ہوں مہاراجہ ہو مہاراجہ ہو۔

قصہ بتانے سے مقصد یہ ہے کہ وہ شیر بخاہر دوسرے پر حملہ کر رہا ہے لیکن وہ حقیقت طواغیتوں پر حملہ کر رہا ہے اسی طرح حاکموں کو برا کہنا، حکومتوں کو برا کہنا، دوسروں پر طعن و تشنیع کرنا برا کہنا یہ بخاہر حملے کر رہے ہیں دوسروں پر بائیس کر رہے ہیں دوسروں کی لیکن وہ اصل یہ ان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے:

(إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا يُقِيمُ حَتَّى تَغْمِرَ أَمَّا أَنْفُسُهُ) (١٣-١٤)

جب تک لوگ اپنے اعداء جاثلیقاں پیدا نہیں کرتے اللہ بھی ایسی ہی سزا نہیں دیتا۔ قرآن پر ایمان ہے تو، اے اہل بات، پھر اصرار کو چارہ ہی ہے اس لئے کہ اگر آج کے مسلمان کو قرآن پر ایمان ہوگا تو پھر بات بہت آسان تھی مگر تو اشارہ بھی کافی تھا بنیادی بات یہ ہے کہ قرآن پر ایمان نہیں بس قرآن سے تعلق اتنا رکھا ہوا ہے کہ خونریزیں کرواؤ، اللہ دکھاؤ، چائے پیو، دعا کر لیجئے، اللہ! قرآن پر ایمان عطا فرما، قرآن کی حقیقت ہمارے دلوں میں اجاگر ہے، محبت قرآن، لذت قرآن، اعانت قرآن، قرآن مجید پر عمل کی توفیق عطا فرما، پھر مانوس سے بھالے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں کہیں حکومت کے بارے میں خیال آئے کہ یہ حکومت کا لم ہے، حقوق ادا نہیں کرتی، کسی بھی قسم کی کوئی خرابی ہو تو اسے دائل کرنے کا

یہ طریقہ نہیں کہ شکایت کرتے رہو، بگاڑے کرتے رہو، ہلوس نکالو، جڑ تالیں کرو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب اللہ کی نافرمانی چھوڑ دیں جب تاہم ان سے توبہ کریں گے تو اللہ کی رحمتیں ہازل ہوں گی، صالح اقدار آئے گا اور نہ نہیں، نافرمانی چھوڑے بغیر راحت و سکون نہیں مل سکتا یہ اللہ کا اعلان ہے

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ وَصَّيَّ فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا
وَنُحْشَرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَشْمَنِ﴾ (۱۳۱) قَالَ رَبِّ لِمَ حَضَرْتَنِي
أَشْمَنِ وَقَدْ كُنْتُ بِصِيْرًا (۱۳۲) قَالَ كَذَّبْتَ أَمْرًا ۖ إِنَّا لَنُكَلِّمُ
مَنْ نَشَاءُ وَلَكِنَّكَ الْيَوْمَ تُسْئِلُ (۱۳۳) وَكَذَّبْتَ بُعْثِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يَقْرَأْ بِمَا كُتِبَ
رَبُّهُ وَلَقَدْ ذُكِّرَ أَنْ يَهْزُو الشُّدَّ وَالْفَقْرَ (۱۳۴) (دب: ۱، ۱۳۱ تا ۱۳۴)

شروع چھڑکا، اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے عکلی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے وہ کہے گا کہ اسے میرے رب! آپ نے مجھے توحید کر کے کیوں اٹھایا میں تو آنکھوں وا تھا۔ اور شاہد ہوگا کہ ایسے ہی حیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسے ہی آج حیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا اور اسی طرح اس شخص کو ہم سزا دیں گے جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور واقعہ آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دردناک۔

پانچ کام:

حکومتوں اور حکام کو برا کہنے کی بجائے یہ پانچ کام کریں جس پر درختا تا ہوں انہیں خوب یاد کر لیں طوطا بھی ان پر عمل کریں اور دوسروں تک بھی زیادہ سے زیادہ پہنچانے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور قدرت سے توفیق عطا فرمائیں۔

① اپنی بد اعمالیوں کا اقرار کریں:

اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کریں کہ یا اللہ! دنیا میں جتنے گتے فسادات ہیں جو کچھ دیال اور عذاب آرہے ہیں جو مصائب نازل ہو رہے ہیں یہ سارے کے سارے ہماری بد اعمالیوں اور ہمارے کړتوتوں پر وہال اور عذاب ہیں، اس کا اقرار کریں اور اقراری مجرم نہیں، ہر شخص اپنے اعمال کو دیکھے جو شخص خود کو پاک سمجھتا ہے اور دوسروں کے گناہوں پر نظر رکھتا ہے وہ تو سب سے بڑا مجرم ہے ہر شخص اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس پر حسیہ فرمائی ہے کہ دنیا میں آفات و مصائب انسانوں کی نافرمانیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہیں گناہوں کو چھوڑ کر اور نافرمانیوں سے توبہ کر کے اگر انہیں راضی کر لیا جائے تو وہ دنیوی راحت و سکون کے تمام اسباب کو موافق بنا رہتے ہیں اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (ہک ۲۰-۲۱)

ترجمہ: "خفگی اور تڑپ میں لوگوں کے اعمال کے سبب ہائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا جزا انہیں سمجھ دے تاکہ وہ باز آجائیں۔"

اس آیت میں صریح فیصلہ مذکور ہے کہ ہر اور یعنی سمندر اور خشکی میں آنے والی تمام آفات انسانوں کی بد اعمالیوں کی پاداش ہیں پھر فرمایا کہ یہ پوری سزا انہیں ملے گی کہ سمندر بے پوری سزا تو آخرت میں ملے گی، دنیا دار جزا انہیں اس کے باوجود اس میں کچھ جزا سمجھ رہے ہیں۔ دنیا میں آفات و مصائب کے طوفان دیکھ کر اندازہ لگائے کہ یہ مصائب جب کہ پوری سزا انہیں تو بد اعمالیوں اور گناہوں کی عظیمی کس حد تک ہے

اور ان کی پوری سزا کا کیا عالم ہوگا؟ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا اسْتَنْصَحْتُمْ مِنْ مُصِيبِكُمْ فَمَا كُنتُمْ لِنَصِيحَتِهِمْ

وَتَعَفَّوْا عَنْ كَثِيرٍ ۖ﴾ (پہ-۲۰)

تو جو نصیحت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے لئے کاسوں سے اور بہت سے تو وہ درگزر کر ہی دیتا ہے۔

اس آیت میں بھی یہی ارشاد ہے کہ اکثر بد اعمالیوں سے تو وہ دنیا میں درگزر ہی فرما دیتے ہیں، دنیا میں جو مصائب نظر آ رہے ہیں وہ بعض گناہوں کی پاداش ہیں اس کے باوجود دنیا میں اتنے مصائب، اتنی آفات، اتنی پریشانیاں اس سے اندازہ لگائیں کہ گناہ کتنے زیادہ ہیں۔

④ استغفار کریں:

تمام باطنی اور ظاہری گناہوں سے استغفار کریں تو یہ کریں، خاص طور پر جو گناہ معاشرے میں اس طرح داخل ہو گئے کہ انہیں گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا گیا، ان گناہوں میں جتنا مسلمان اللہ کے باقی ہیں کیونکہ یہ کھلی نافرمانیاں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كُلُّ امْرِئٍ مَعَافٍ اِلَّا الْمَجَاهِرِينَ" (صبح بخاری)

تو جو چھپا: "میری پوری امت کو معاف کیا جاسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی عطا یہ

بقاوت کرنے والوں کو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ کی کھلی بغاوتیں یہ ہیں:

① دائمی ایک سختی سے کم کرنا، کٹنا یا منہا ہٹا دینا، دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت تو ایمان کہاں؟

② شرعی پردہ نہ کرنا، وہ قرہی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے یہ ہیں:

(۱) چاند زاد (۴) پھول بھی زاد (۳) ماموں زاد (۳) خال زاد (۵) دچر (۶) چنٹو (۷)
 نندوئی (۸) بہنوئی (۹) پھوپھا (۱۰) خالو (۱۱) شوہر کا بھتیجا (۱۲) شوہر کا بھانجا (۱۳) شوہر کا
 بچا (۱۴) شوہر کا ماموں (۱۵) شوہر کا پھوپھا (۱۶) شوہر کا خالو۔

۷۔ مردوں کا نکلنے ڈھانکنا۔

۸۔ بلا ضرورت کسی جاندار کی تصویر کھینچنا، کھینچانا، دیکھنا رکھنا اور تصویر والی جگہ جانا۔

۹۔ گانا بجانا۔

۱۰۔ بیوی دیکھنا۔

۱۱۔ حرام کھانا جیسے بک اور انشورنس کی کٹی۔

۱۲۔ نسبت کرنا اور سنا۔

یہ تو ظاہری گناہ ہیں ان کے علاوہ باطنی گناہ جیسے کبر، عجب، حسد، ریا، حب
 مال، حب جاودہ وغیرہ ان سب گناہوں سے استغفار کریں۔

۱۳۔ ہمت بلند کریں:

آئندہ کے لئے گناہ چھوڑنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے ہمت بلند کریں، پکا
 عزم کریں، پکا ارادہ کریں کہ آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام
 کریں، اللہ تعالیٰ کی بھونٹی بڑی کوئی نافرمانی نہیں کریں گے۔

۱۴۔ دعا:

اس دعا کا معمول بتائیں کہ یا اللہ! تو ہمیں سب ظاہری اور باطنی گناہوں سے
 بچنے کی توفیق عطا فرما، آئندہ کے لئے ہماری حفاظت فرما۔ ہمت پہلے دعا بعد میں
 اس لئے کہ ہمت کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی۔ یہ دعا خاص طور پر چاہی رہی ہے کہ جو
 کچھ بھی ہو جیسے بھی ہو اس کے اسباب کچھ بھی ہوئے اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ ایسا مقدر
 فرمائیں کہ تمام ہمت مسئلہ کے حق میں چلے اور مفید ہو۔

⑤ تبصروں میں وقت ضائع نہ کریں:

محکماتیں بدلنے کے مواقع پر لوگ خبریں سن سن کر تبصرے کرتے رہتے ہیں ان حالات میں اچھے اچھے لوگ بھی وقت بہت ضائع کرتے ہیں یہ صحیح طریقہ نہیں وقت ضائع کرنے کی بجائے دنیا کے طلب گاروں کے حالات سے اسباق حاصل کئے جائیں، صحت پیدا کی جائے، ایک تو اس طریقے سے کہ وہ لوگ صحت کر رہے ہیں، جل رہے ہیں، مر رہے ہیں، جانیں دے رہے ہیں، اقتدار کی ہوس میں دنیا طلب کرنے میں یہ لوگ کتنی محنتیں کرتے ہیں رات دن رات دن کوشش صحت، آرام نہیں کرتے بجائے بجائے بھر رہے ہیں چلا چلا کر چلا چلا کر گلے دیتے گلے، کھلی بات تو یہ کہ یہ طریقہ ہی بتاتا ہے کہ یہ لوگ حکومت کے قائل نہیں حاکم بھی کبھی ایسے کام کرتا ہے جن لوگوں میں انسانیت ہی نہ ہو وہ حکومت کیا کریں گے، یہ الگ بات ہے کہ گدھوں پر بڑے گدھے کی حکومت، کتوں پر بڑے کتے کی حکومت یہ تو کھد سکتے ہیں۔ میں یہ بتاتا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ اپنی ہوس کے لئے کتنی محنت کرتے ہیں تو آپ یہ سوچیں کہ ان کے ہارے میں تبصرے کر کے اپنا نقصان کیوں کر رہے ہیں جو ہونا ہوگا ہو جائے گا بلکہ اس موقع پر تو رجوع الی اللہ زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے کہ یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما ہم پر رحم فرما اور اچھے حاکم مقدور فرما۔ یہ سوچیں کہ ان لوگوں کے ہارے میں تبصرے کرنے میں آپ کا لانا و بے یا نقصان اگر آپ کا کوئی محبوب ایذا بردار اقتدار آگیا تو بھی آپ کو کچھ نہیں ملے گا وہ جیسے دوسروں کو بجائے گا آپ کو بھی ساتھ ہی بجائے گا اور اگر آپ کا محبوب ایذا بردار کام ہو گیا تو پھر بھی آپ کا کوئی نقصان نہ ہوگا، نہ کسی کے آنے میں آپ کا نفع نہ کسی کے نہ آنے میں آپ کا نقصان، اگر نفع و نقصان ہے تو اس میں ہے کہ آپ نے اللہ کی نافرمانی چھوڑی یا نہیں چھوڑی۔ وہ لوگ دنیا کی ہوس میں رات دن محنتیں کر رہے ہیں اور آپ ان پر فضول تبصرے کر کے اپنی دنیا اور

آخرت کا نقصان کر رہے ہیں۔

دنیا غیر اختیاری آخرت اختیاری:

”ہری بات یہ ہے کہ جس کام کے لئے وہ ہمت کر رہے ہیں مجاہدے، مشقتیں، محنتیں برداشت کر رہے ہیں وہ کام اختیاری نہیں اس کا حاصل کرنا ان کے اختیار میں نہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محنت کرنا، جنت حاصل کرنے کے لئے محنت کرنا، جہنم سے بچنے کے لئے محنت کرنا اس کے خارج اللہ نے انسان کے اختیار میں دیئے ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ جو بھی اللہ کے راستے میں کوشش کرے گا اللہ یقیناً یقیناً پیٹھ پیٹھ فرمائے گا اور اسے کامیاب کرے گا:

(وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ

الشَّكِيرِينَ ﴿۵۱﴾ (آپ ۱۶۰-۱۶۱)

”تو جو جدوجہد کریں اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقت برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے ضرور بالضرور دکھائیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں والوں کے ساتھ ہے۔“

جو لوگ بھی ہیں راضی کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں ”لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا“ یقیناً یقیناً، نون ثقلیدہ لام تاکید اور لام جواب قسم میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں طعنے کہتا ہوں کہ میں یقیناً ان پر اپنے راستے کھول دوں گا ایک راستہ نہیں بلکہ راستے ”لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا“ اللہ کا وعدہ ہے کہ طلب دنیا میں مرنے مارنے والوں کی عمریں کمپ جائیں تو بھی ضروری نہیں کہ انہیں دنیا مل بھی جائے اور اللہ کی رضا کے لئے جو محنت کرتے ہیں انہیں یقیناً اپنے مقصد میں کامیابی ہوتی ہے:

(مَنْ كَانَ يُرِيدِ الْمَغَاجِلَةَ حَصَلَهَا ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ قُدْرَةً

حَصَلَهَا ۚ فَهُمْ يَصْلَحُهَا مَذْمُومًا مَذْمُورًا ﴿۵۲﴾ (آپ ۱۶۱-۱۶۲)

یہ ضروری نہیں کہ ہم دنیا کے طالب کو دنیا دے بھی دیں اور وہ غشی مائلے اتنی دیں بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ بھی نہ دیں ایسے ہی مرتا رہے، ہم جسے چاہیں گے دیں گے جسے چاہیں گے نہیں دیں گے اور جسے دیں گے وہ اس کی چاہت اور خواہش کے مطابق نہیں بلکہ اپنی مرضی سے دیں گے۔

یا اللہ! تو ہم سب کو صحیح معنی میں دنیا اور آخرت کی آفات و مصائب سے نجات عطا فرما دے، یا اللہ! ہم تجھ سے قاعدے کے مطابق نجات کی دعا کر رہے ہیں، قاعدہ کیا؟ ہم سب کو صحیح معنی میں مسلمان بنا دے، ہر قسم کے ظاہری و باطنی گناہوں سے بچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح محبت عطا فرما ایسی محبت عطا فرما کہ چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی الہ

وصحبہ اجمعین۔

والحمد للہ رب العلمین





وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ



الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

طریق اصلاح

— وعظ —

مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی
مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

— تائید —

کتاب گھر

ڈاکٹر سادق کسرائھی

پیشکش کنندہ: مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب

صفحہ: ۷

طریقہ تصانیف

۱۱: ۷

جائزہ سہ ماہیہ دارالافتاء، لاہور، پاکستان

۱۲: ۷

پتہ: لاہور

پتہ: لاہور

۱۳: ۷

پتہ: لاہور

۱۴: ۷

۱۵: ۷

۱۵: ۷

۱۶: ۷

۱۶: ۷

۱۷: ۷

۱۷: ۷



وعظ

طریق اصلاح

(۱۳۱ رب کا ۱۲)

﴿أَلَا بِأَنَّ أُولَئِكَ أَتَوْا اللَّهَ لَا حَوْلَ لَهُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَعْرِفُونَ﴾ (۱) ﴿الَّذِينَ كَانُوا لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ (۲) ﴿لَهُمْ
الْآخِرَةُ فِي الْعِزَّةِ الْغَنِيِّ وَالْآخِرَةُ لَا تَبُولُ
لِيَكُنْ لَهُمْ الْقَوْلُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۳) (اب - ۱۲ - ۱۳۱)

دو اصلاح طلب موضوع:

اصلاح باطن کے بارے میں دو موضوع بہت مدت سے خیال میں آتے رہتے
ہیں کہ ان کی اصلاح بہت ضروری ہے بالآخراب تین چار مہینوں سے یہ وقت بہت زیادہ
بڑھ گیا تو بہت شدت سے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ان دونوں کی کچھ تحصیل بتائی
جائے۔

① مقامات کی طرف توجہ:

ایک تو ہے تخریج مقامات، سادک پر گزرنے والے حالات میں سے بعض کو
تصوف کی اصطلاح میں ”مقامات“ کہا جاتا ہے، اس لئے ان مقامات کی تخریج کی

جاتی ہے کہ فلاں مقام کا کیا مطلب، فلاں کا کیا مطلب، پھر اس کی تحصیل کے طریقے کہ یہ مقام ایسے ماہل ہوتا ہے اور یہ ایسے ماہل ہوتا ہے اور اس کی علامات بتائی جاتی ہیں کہ یہ علامت پائی جائے تو سمجھ میں کہ آپ کو یہ مقام حاصل ہو گیا۔

④ ازالہ رذائل و تحصیل فضائل:

دوسرا موضوع ہے ازالہ رذائل و تحصیل فضائل۔ رذائل کیا کیا ہیں ان کے نام، ان کی تشریح اور ان کے ازالہ کی تدابیر لفظاً کیا کیا ہیں۔ ان کے، ان کی تشریح اور ان کی تحصیل کے طریقے۔ یہ دوسرا موضوع ہے۔
مقامات کی طرف توجہ منحرف ہے۔

ان میں سے جو پہلا موضوع ہے یعنی مقامات کے نام پھر ان کی تشریح پھر ان کی تحصیل کے طریقے اور کامیاب ہو جانے کی علامات، یہ موضوع بہت خطرناک ہے بہت ہی خطرناک ہے جانے کی کوئی ضرورت نہیں کہ آپ فلاں مقام پر ہیں یا فلاں مقام پر، سیدھے سیدھے مقصد کی طرف چلتے چائیں مقصد ہے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا، دنیا کی محبت دل سے نکل جائے اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی فکر پیدا ہو جائے، اصل مقصد ہے رضائے الہی اور کچھ چھٹے جائیں درمیان میں کن کن مقامات پر آپ کا گزر ہوا اور اس وقت آپ کس مقام پر ہیں اور ان مقامات کی تشریح کیا ہے۔ یہ مباحث بہت سخت صغر ہیں۔ ایک گھوڑا سا ضرر بتا دوں، مثال کے طور پر آپ مکہ ٹکرمہ جانا چاہتے ہیں راستے میں مختلف مقامات پر آپ کا گزر ہوگا، کہیں سمندر پر، کہیں پہاڑوں پر، کہیں جنگلی پر، کہیں بڑے پر، کہیں بہت خوبصورت شہروں پر، مختلف جگہوں پر گزر ہوگا۔ آپ کو مکہ پہنچنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ ہوائی جہاز کے نکل پرزے درست ہوں اور پائلٹ، جہاز کا اہتمام ہو، یہ دونوں شرطیں موجود ہوں تو جہاز میں بیٹھ کر آرام سے بے فکر ہو کر سو جائیے مکہ پہنچ جائیں گے۔ اور اگر یہ سوچنے لگے کہ اب جہاز کہاں

پہنچا، اب کہاں پہنچا، اب فلاں سندھ پر ہے، اب فلاں دیکھتاں پر ہے، اب فلاں
 پہاڑ پر ہے، اب فلاں فلاں باغ پر سے گزر رہا ہے، اب بہت اچھے اچھے شہروں پر گزر
 رہا ہے، یہ فلاں شہر ہے اور یہ فلاں۔ ایسا سوچنے سے اگر کسی کو یہ شوق ہو جائے کہ ذرا
 یہ شہر دیکھ لوں، یہ باغ دیکھ لوں۔ ہوائی جہاز سے تو غیر شوق ہی کرتے رہیں گے، تو
 سکتے نہیں اور اگر بذریعہ تنگی جا رہے ہوں راست میں کوئی پھلی خانہ آگیا اسے دیکھنا
 شروع کر دیا، کہیں کوئی شہر آگیا تو اس کا چڑیا گھر دیکھنا شروع کر دیا، مختلف تفریح
 گاہوں کو دیکھنا شروع کر دیا کہیں سندھ آگئی تو اس میں نہانے کا شوق پیدا ہو گیا، کہیں
 کوئی باغ آگیا تو اس کے پھل وغیرہ کھانے کا شوق ہو گیا پھر تو آپ مکہ پہنچنے سے
 رہے، راستے میں ہی انہی چیزوں میں ساری عمر کھا دیں گے، ہو سکتا ہے اب دل لگ
 جائے کہ بس یہیں رہ جاؤ، جیسے گروہ اور چیلے کو "انیا پور" میں رہنے کا شوق ہو گیا تھا۔

انیا پور:

انیا پور کے معنی ہیں بے انصافی سے بھرا ہوا، "انیا" کے معنی انصاف، اس سے
 پہلے "ان" تافہ ہے جیسے "انجان" میں ہے، انیا پور کے معنی "بے انصافی سے بھرا ہوا"
 اس شہر کے راجہ نے ہر چیز ایک ہی بھاؤ کر رکھی تھی، جس بھاؤ میں سونا اسی بھاؤ میں
 دال، وہاں سے گروہ چیلے کا گزر ہوا چیلے نے جب دیکھا کہ سگی بہت سستا ہے تو کہنے لگا
 کہ کچھ دن یہاں ٹھہریں گی کھا کر ذرا کاغذ تو رہ جائیں، گروہ نے سمجھا کہ چنا! جہاں
 ٹھہری تھوئی ایک بھاؤ تھی ہو وہ شہر رہنے کے قابل نہیں۔ چیلے نے کہا کہ حضور!
 تھوڑے سے دن تو ٹھہر جائیں پھر چلے جائیں گے گروہ نے اجازت دے دی، ٹھہر
 گئے! اسنے میں وہاں ایک چوہی ہو گئی، دو چوہ کی مکان میں چوہی کرنے گئے ایک
 نے تھب لگائی دوسرا پیرے دلدی کے لئے دو کھڑا رہا، تھب لگانے والے پر مکان کی
 دیوار گر گئی پھر وہ مر گیا۔ دوسرے ساتھی نے راجہ کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا کہ ہم دو

ساتھی چوری کرنے گئے تھے تو لقب لگانے والے پر مکان کی دیوار گر گئی جس سے میرا ساتھی مر گیا صاحب مکان نے ایسی کمزور دیوار کیوں بنائی۔ راجہ نے کہا کہ واقعہ اس کا قصور ہے بلاؤ اسے، مالک مکان کو حاضر کیا گیا، اس سے پوچھا کہ تو نے دیوار اتنی کمزور کیوں بنائی کہ لقب لگانے والا چور اس کے نیچے دب کر مر گیا؟ اس نے کہا کہ حضور! میرا کیا قصور وہ تو معمار نے ایسی کمزور بنا دی۔ حکم ہوا کہ معمار کو بلاؤ اسے لایا گیا تو اس سے پوچھا تو نے دیوار اتنی کمزور کیوں بنائی جس کے نیچے میں چور مر گیا؟ اس نے کہا یہ گمارا بنانے والے عیور کا قصور ہے اس نے گمارا پتلا بنا دیا۔ حکم ہوا کہ اس عیور کو حاضر کرو۔ وہ آیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے گمارا پتلا کیوں بنا دیا جس کے نیچے میں دیوار کمزور بنی جو لقب لگانے والے چور پر گر گئی اور وہ مر گیا؟ اس نے کہا کہ یہ پانی ڈالنے والے ماشکی کا قصور ہے اس نے پانی زیادہ ڈال دیا تو گمارا پتلا ہو گیا۔ حکم ہوا کہ اس ماشکی کو بلاؤ۔ وہ حاضر ہوا تو اسے پوچھا کہ تو نے پانی اتنا زیادہ کیوں ڈال دیا کہ گمارا پتلا ہو گیا اور اس سے دیوار کمزور ہو کر گر گئی چور اس کے نیچے دب کر مر گیا؟ اس نے کہا یہ تو راجہ کے لیل بان کا قصور ہے جب پانی ڈالنے لگا ایک ہاتھی میری طرف پکا ڈر کے مارے میرے ہاتھ سے مشکینہ سے کام نہ چھوٹ گیا اور پانی زیادہ چڑ گیا حکم ہوا کہ لیل بان کو بلاؤ۔ اس سے پوچھا تو نے ہاتھوں کی نگرانی صحیح کیوں نہ کی، جس کے نتیجے میں چور مر گیا؟ اس نے کہا کہ حضور! ایک عورت قریب سے پازرب پہننے جا رہی تھی اس کی پازرب کی آواز سے ہاتھی بدک گیا اور میرے قابو سے باہر ہو گیا۔ تو حکم ہوا کہ اس عورت کو بلاؤ اسے حاضر کیا گیا اس سے پوچھا گیا کہ ایسا زبرد کیوں پہنا کہ ہاتھی بدک گیا اور یہ حادثہ پیش آیا؟ اس نے کہا کہ ستار نے ایسا زبرد بنا دیا اس کا قصور ہے۔ حکم ہوا کہ ستار کو بلاؤ اسے پیش کیا گیا، اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا زبرد کیوں بنا دیا جس کی آواز سے ہاتھی بدک گیا مشکینہ سے کام نہ چھوٹ گیا گمارا پتلا ہو گیا دیوار کمزور بن گئی اور چور اس کے نیچے دب کر مر گیا؟ ستار کوئی جواب نہ دے سکا اس لئے اس پر

فرد جرم عائد کر دی گئی تھم ہوا کہ اسی کو چھائی دو مگر دوسری چیزوں کی طرح ”اتھاڑ پھڑ“ کی چھائی کا پھندا بھی ایک ہی معیار کا تھا جو نہ کشاؤ ہو سکے نہ ٹنگ۔ چھائی کا پھندا سدا کی گردن سے زیادہ کشاؤ تھا سدا کی گردن چلتی تھی، چھائی دینے والے راجہ کے پاس پہنچے کہ اب کیا کریں؟ راجہ نے کہا کہ دیکھ لو جسے بھی پھندا چڑھا آ جائے اسے چھائی دے دو، انہوں نے تلاش کیا اسے میں پیٹ گئی کھا کھا کر بہت سوتا ہو چکا تھا انہوں نے اسی کو چھائی کے لئے پکڑ لیا پیٹنے لگے کہ وہ سے کہا: حضور! آپ کا فرمان مہج تھا اب آپ ہی نجات کی کوئی صورت نکالیں۔ گردنے کہا کہ جتنا میں نے کہا نہیں تھا کہ جہاں کھری کھوئی ایک بھاؤ تھی وہ وہ شیر رہنے کے قابل نہیں بس اب تو بھنس مکے۔ چیلنے نے کہا کہ حضور! غلطی ہو گئی آپ ہی سب کچھ ہیں اب آپ ہی نجات کی کوئی صورت نکالیں۔ گردنے کہا ایک تدبیر نکالتے ہیں شاید اس سے کامیابی ہو جائے، چھائی کے پاس جا کر دونوں میں سے ہر ایک یہ اصرار کرے کہ مجھے چھائی دو، ان دونوں نے اس تدبیر پر عمل کیا دونوں نے جھگڑا شروع کر دیا ہر ایک آگے بڑھ بڑھ کر کہہ رہا ہے کہ مجھے چھائی دو دوسرے کو دھکے دے دے کر ہٹا رہا ہے۔ ان لوگوں نے راجہ کو جا کر یہ سارا حال بتایا راجہ نے ان سے اس ٹکڑے کا سبب معلوم کیا تو گردنے بتایا کہ یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں جو چھائی چڑھ جاتا ہے وہ سیدھا بگنٹھ (بہشت) میں چلا جاتا ہے۔ پس گرد راجہ نے کہا کہ پھر بہتر یہ ہے کہ مجھے ہی چھائی چڑھا دو۔ انہوں نے راجہ کو چھائی چڑھا دیا:

خس کم جہاں پاک

مکہ پہنچنے کی بات ہو رہی تھی مکہ پہنچنا جو اصل مقصد تھا وہ ویسے ہی ذہن سے محو ہو جائے۔ اس لئے ان مقامات کی طرف توجہ ہرگز نہیں کرنی چاہئے بس اصل مقصد کو سامنے رکھ کر کسی شیخ کامل کا دامن پکڑ کر چلے رہیں شیخ کی ہدایت کے بغیر کوئی کام نہ کریں۔

سے غصے، عقاب، سخت اس کی عقل پر
دامن این نفس سخی را دامن

یہ تو چھوٹی سی غرابی ہے بڑی غرابیاں جن کی وجہ سے اس طرف زیادہ توجہ ہوئی
کہ اس جہالت، خطا، اور غمیری کی اصلاح فرض ہے وہ یہ کہ جو شخص مقامات کے
بارے میں کتا ہیں دیکھنے لگتا ہے اس کی عقل پر پہلا صدمہ ہوتا ہے علیٰ چہرہ کا وہ سمجھتا
ہے کہ میں نے مقامات کی تشریح ایسی معلوم کر لی کہ بڑے بڑے صوفیہ، بڑے بڑے
اولیاء، بڑے بڑے علماء کو بھی اس کا پتہ نہیں، مجھے پتا چل گیا کہ فلاں مقام فلاں مقام
لذاں مقام، پس وہی نہ کہ الف لمی السماء واست من السماء "ماک پانی میں
اور چوڑا آسمان میں" میں چدار اور جلب ہیں اور بتاتے خود کو کوئی بہت بڑا سمجھ رہا امام
طریقہ سمجھنے لگتا ہے، یہ تو ہوا علیٰ وہاں بچہ اور اس سے آگے بڑھ کر اس تحقیق میں لگ
جاتا ہے کہ یہ مقامات کیسے حاصل کئے جاتے ہیں، پھر ان مقامات پر پہنچنے کی کوشش
میں لگ جاتا ہے، پھر سوچتا ہے کہ میں ان مقام پر پہنچ گیا یا نہیں پہنچا تو کچھ تسویر
غصے اور کچھ اداہ کے طلبے کی وجہ سے سمجھنے لگتا ہے کہ ہاں اب مجھے یہ مقام حاصل
ہو گیا، ہوتا کچھ بھی نہیں ایسے ہی اپنے خیال میں فٹ پتلی کی طرح سمجھتا رہتا ہے کہ اب
یہ مقام حاصل ہو گیا، اب یہ حاصل ہو گیا پھر ایف، او، ٹیپے کے اندر کہتا ہے کہ جتنے بھی
مقامات تھے سارے ہی حاصل ہو گئے پھر دعوے بھی کرنے لگتا ہے کہ میں نے تو ایک
دو مہینے کے اندر اندر اسے بڑے مقامات حاصل کرنے کی جگہ تو لگی کی سالوں میں
ان کی گراؤ تک بھی نہیں پہنچ پاتے، عجیب عجیب اندوئی باتیں کرنے لگتا ہے کہتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ مجھ سے باتیں کر رہے ہیں، کبھی کبھہ کہوں کہ اس سے کبھی کبھہ یہ فعلی قیامت
میں قیامت سے بھی زیادہ بڑی ہوئی ہے، اس سے بڑے فساد پیدا ہوتے ہیں۔
مردان سے ایک شخص نے خط لکھا کہ وہ حسب بیت اللہ میں جا کر بیٹھتا ہے تو ایسا لگتا
ہے کہ اس پر وقت نازل ہو رہی ہے۔ بعد میں کسی نے بتایا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے میں

نے کہا کہ وہ پاگل تو پہلے ہی ہو گیا تھا جسکی تو ایسی ایسی باتیں کرتا تھا۔ یہ اصحاب مقامات بھی ایسے ہی ہوتے ہیں یکساں سوچتے رہتے ہیں کہ اب میں ملاں مقام پر ہوں، اب فلاں مقام پر ہوں، اب فلاں مقام پر ہوں، پھر اسی طرح سوچتے سوچتے بالآخر پاگل ہو جاتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ اس سے ہوئی کہ ایک کتاب ہے ”شریعت اور طریقت“ جو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختلف مضافین کو جمع کر کے لکھی گئی ہے اس کے سرورق پر لکھا ہوا ہے: ”ازفاقہ حکیم الامت“ اس لئے عوام اسے حضرت حکیم الامت کی تصنیف سمجھتے ہیں اس کتاب میں مقامات کی تشریح بڑھ کر کئی لوگ اپنی نادانی سے مقامات کے چکروں میں ایسے پڑے کہ پاگل ہو گئے، اس بارے میں تین قصے سن لیں۔

مقامات کے چکروں میں پاگل ہونے والے:

پاگل نمبر ایک:

تقریباً چونتیس بیستیس سال پہلے کی بات ہے ایک شخص کا یہاں اصلاحی تعلق تھا انہوں نے جب کہ وہ کتاب ”شریعت اور طریقت“ دیکھتے ہیں۔ میں نے پوچھا کس کی تصنیف ہے؟ کہتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی۔ اس سے مجھے دو غلط فہمیاں ہوئیں، ایک یہ کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بار بار سمیہ فرمائی ہے کہ طریقت کو شریعت سے الگ سمجھنا غلط ہے، اللہ جاہل صوفیہ نے یہ گمراہی اٹھائی ہے کہ علماء شریعت والے ہیں اور یہ جاہل صوفی طریقت والے ہیں اور طریقت والے شریعت والوں سے افضل ہوتے ہیں، شریعت والے تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ یہ سب غلط ہے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر سمیہ فرمائی ہے۔ میں نے بھی احسن الفتاویٰ کی پہلی جلد میں کتاب اسلوک میں شریعت، طریقت، حقیقت اور

معرفت ان چاروں اصطلاحات کی وضاحت کی ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ شریعت و طریقت الگ الگ نہیں ایک ہی چیز ہے، کتاب کے نام سے مجھے غلط فہمی ہوئی کہ اس میں یہی موضوع ہوگا مگر یہین کے رد پر ہوگی، پھر جب بتایا کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے تو اور بھی زیادہ اس پر اطمینان ہو گیا کہ اس میں یہی مضمون ہوگا کہ شریعت و طریقت ایک ہی چیز ہے۔ اس خیال سے میں نے انہیں کتاب پڑھنے کی اجازت دے دی۔ وہ شخص کتاب میں مقامات کی تخریج پڑھ پڑھ کر انہیں حاصل کرنے کے چکر میں مکمل پاگل ہو گیا تو اسے پاگل خانے میں داخل کر دیا گیا، ایک دن وہ پاگل خانے کے کمرے کی کھڑی سے باہر کودا جس کی وجہ سے اس کا سر پھٹ گیا اور موت واقع ہو گئی اس طرح وہ شہید مقامات ہو گیا۔ پہلے تو اس کے بارے میں مجھے خیال تھا کہ شاید کوئی اور بیماری ہو گئی ہوگی مگر اب پے پے جو تازہ واقعات ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کوئی اور بیماری نہیں ہوئی تھی بلکہ یہی بیماری ہوئی تھی کہ صاحب مقامات بن رہا تھا اس لئے پاگل ہو گیا، دماغ میں خیالات کا ایک جھوم کباب یہ مقام حاصل ہو گیا اب یہ حاصل ہو گیا یہی سوچ سوچ کر پاگل ہو گیا۔

پاگل نمبر دو:

تقریباً دو تین مہینے پہلے ایک شخص پاگل ہو گیا اس کے جنون کی باتیں کچھ تعویذی سی نکلتا ہوں۔ اس نے بھی پہلے پوچھا کہ میں کتاب "شریعت اور طریقت" دیکھنا چاہتا ہوں اجازت ہے؟ میں نے کہہ دیا کہ کچھ حرج نہیں، اجازت ہے۔ اس بتاد پر کہ یہ کتاب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے تو یقیناً طہرین کے رد پر ہوگی۔ وہ شخص کتاب میں مقامات کی تخریج پڑھ پڑھ کر دوستوں کو بتاتا تھا کہ مجھے اسنے مقامات ایک مہینے کے اندر حاصل ہو گئے کہ میری اتنی عمر میں حاصل نہیں ہوئے تھے

اور اس کے ساتھ ساتھ میرا نام لے کر یہ بھی کہتا تھا کہ انہوں نے ایک جست میں مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، حضرت شیخ کی توجہ ایسی ہوئی کہ ایک جست میں اٹھ کر پر پہنچا دیا، مگر یہ دعوے کرنے شروع کر دیے کہ میں ہر بات شیخ سے پوچھ کر کرتا ہوں، اتنے اعلیٰ مقامات حاصل کر لئے ہیں کہ دور بیٹھے بیٹھے شیخ سے رابطہ ہو جاتا ہے۔ پھر میں عمرے کے لئے گیا تو کہا کہ میں اتنی دور سے بھی شیخ سے پوچھ کر پوچھ کر کام کرتا ہوں۔ کسی نے کہا ذرا غصاں بات پوچھ کر بتائیں تو کہنے لگا اچھا ابھی پوچھتا ہوں پھر کہنے لگے کہ اس وقت شیخ آرام فرما رہے ہیں بعد میں پوچھیں گے۔ دیکھئے کیسی ہوشیاری دکھائی، اور بھی بہت سی پاگل پن کی باتیں کرنے لگے، کبھی بلب کو دیکھنا شروع کر دیا تو آنکھ جھپکے بغیر گھنٹا گھنٹا بھر دیکھتے رہتے ہیں اور بھی نہانے کیسی کسی پاگلوں والی حرکتیں ہیں۔ جب مجھے اپنے مقامات بتاتے تھے کہ ایسے ہو گیا ایسے ہو گیا تو میں کہتا تھا کہ میری ہدایات پر عمل کرو اور کسی طبیب سے رجوع کرو اپنے دماغ کا علاج کرو اور تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے، مگر اس نے میری بات نہ مانی نہ میری بتائی ہوئی تدابیر پر عمل کیا نہ ہی کسی طبیب کی طرف رجوع کیا، بالآخر جب جنون کے بہت زبردست دور سے گزرنے لگے تو اس کے گھر والے زبردستی ہسپتال میں لے گئے، مجھے اس وقت تک کتاب ”شریعت اور طریقت“ کی حقیقت کا علم نہ تھا اور نہ میں ایسے مبتدی کو ہرگز اجازت نہ دیتا بعد میں علم ہوا تو اسے پڑھنے سے روک دیا، اب اس کی حالت کچھ بہتر ہے۔

پاگل نمبر تین:

ایک شخص نے اپنے حالات میں بتایا کہ میں نے ایک عالم سے پوچھا کہ کتاب ”شریعت اور طریقت“ پڑھوں یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ تو بہت مشکل ہے آپ کی کچھ میں نہیں آئے گی، پڑھ کر دیکھیں اگر کچھ میں آئے تو پھر مجھے بتائیں تو میں نے

انہیں بتایا کہ میری کچھ تو آ رہی ہے تو انہوں نے اجازت دے دی کہ ٹھیک ہے پڑھ لیں۔

اس شخص نے کتاب کچھ کچھ دیکھنی شروع کی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ اب فون پر مجھ سے بھی کہتے ہیں کہ مجھے وصول ہو گیا بھی کہتے ہیں حصول ہو گیا بھی کہتے ہیں کہ فلاں مقام پر پہنچ گیا، ایک بار کہنے لگے "مقام ٹیکن" حاصل ہو گیا۔ میں نے پوچھا آپ تصوف کی کوئی کتاب دیکھ رہے ہیں؟ کہنے لگے "شریعت اور طریقت" پڑھ رہا ہوں۔ میرے دماغ میں اب تک وہی بات تھی کہ یہ کتاب مہدیین کے دماغ میں ہوگی۔ مگر جب مسلسل اس قسم کے کئی واقعات سامنے آئے تو میں نے کتاب منکوار کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ اس میں تصوف کی اصطلاحات ہیں، مقامات کی تشریح، ان کی تحصیل کی تدابیر اور اشغال و مراقبات وغیرہ کا بیان ہے۔ لوگ شیخ کی اجازت کے بغیر مقامات کے چکر میں پڑ کر پاگل ہو رہے ہیں، اس پاگل فہرستیں کے جنون کی ابتداء ہی میں مجھے پتا چل گیا تو میں نے اسے حمیرہ کی یہ کتاب پڑھنے سے روک دیا تو وہ بھڑکھڑا کر کہل جھون سے بھاگ گیا اب بھی دماغ پرے طور پر سوچ نہیں مگر نہ کٹانی بہتر ہے۔

طالباں مقامات کے قصے:

طالباں مقامات کے کچھ قصے بھی سن لیجئے:

- ① پاگل خانے کی کھڑکی سے کودا تو سر پھٹ جانے سے مر گیا۔
- ② شیخ سے مکالمہ کیا۔
- ③ مقام "ٹیکن" پر پہنچ گیا۔ یہ تین قصے ان پاگوں کے ہیں جو مقامات کی تشریح پڑھ کر پاگل ہوئے، ان کی تحصیل پیسے بنا چکا ہوں۔

④ دن میں تارے نظر آنے لگے:

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے مریدوں میں سے ایک مرید طالب

مقامات تھے انہوں نے اپنے حالات میں لکھا کہ وہ اندھیرے کمرے میں ذکر کرتے ہیں کمرے کے دروازے کھڑکیاں، روشنی دین سب بند ہوتے ہیں اس وقت انہیں آسمان کے ستارے نظر آتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہارا دماغ غراب ہو رہا ہے ذکر بائیں پھونڈو اور کسی طبیب سے معائنہ کرو اور دماغ کا علاج کرواؤ۔ یہ جو طالبانِ مقامات کتاب ”شریعت اور طریقت“ پڑھ چڑھ کر پاگل ہو رہے ہیں وہ بھی انہیں کا بھائی تھا نصیرت ہے شیخ کو بتا دیا ورنہ وہ بھی پاگل ہو پاتا۔

⑤ اور مندوں کی استغریاں نظر آنے لگیں:

ایک صوفی صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ جنگل میں جا کر ذکر کرتے تھے اس وقت جنگل کے درندے جب ان کے سامنے سے گزرتے تھے تو ان درندوں کے پیٹ کے اندر کی چیزیں استغریاں و طیرہ انہیں صاف صاف نظر آتی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ پھر میں نے وہ طریقہ چھوڑ دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اچھا ہوائی گئے ورنہ آپ کو بھی کسی پاگل خانے میں بھیجا پڑتا اور اگر پاگل خانے میں نہ بھیجے تو لوگ یہ سمجھتے کہ کوئی بہت بڑا قلعہ بن گیا ہے بلکہ غوث بن گیا ایسے دہے گمراہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی بھالیا اور آپ کے شر سے لوگوں کو بھی بچا دیا۔

⑥ ولایت کے ابواب:

ایک شخص نے مجھے خط لکھا کہ میں اپنے شیخ سے ولایت کبریٰ کا ستر حواں باب پڑھ رہا تھا میرے شیخ کا انتقال ہو گیا میں نے باقی ابواب پڑھنے کے لئے نظر دوڑائی کہ کس شیخ سے یہ سارے باب پڑے کروں تو پڑے پاکستان میں اور پاکستان سے باہر بھی مجھے آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آیا اس لئے آپ مجھے یہ باب پڑے کرادیں۔ میں نے انہیں جواب لکھوا کہ آپ یہاں نہیں پھر دیکھیں آپ کو کیسے ستر حواں باب

پڑھاتے ہیں، وہ آگئے تو انہیں سمجھا یا کہ یہ ایوب، ولایت صفری اور ولایت کبریٰ وغیرہ، جگہ نہیں ہیں سیدھے سیدھے مسلمان نہیں سیدھے سیدھے مسلمان، اللہ کی نافرمانیاں چھوڑیں، دل کے اندر جو روگ ہیں ان سے دل کو صاف کریں، دنیا کی محبت دل سے نکالیں، اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل کو منور کریں، ظاہری باطنی معامی سے نجات مل جائے بس تصوف اور سلوک کا حاصل یہی ہے۔ معلوم نہیں انہوں نے ولایت کبریٰ کا مطلب کیا سمجھ رکھا ہو گا اور باب میں کیا پڑھنے ہوں گے پھر اس باب کے بارے میں سمجھ رہے ہوں گے کہ اسے فیض "ولی اکبر" بن گئے مکمل پاگل ہو جاتے تو سمجھتے کہ ولایت کبریٰ حاصل ہوگئی، غیبت ہے اس سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہاں بھیج دیا تو وہ غمگین ہو گیا۔

② مقام احدیت کا مراقبہ:

وزیرستان مہراں شاہ سے ایک مولانا صاحب نے لکھا "میں اپنے شیخ سے مقام احدیت کے مراقبے کی مشق کر رہا تھا کامیابی سے پہلے ہی شیخ کا انتقال ہو گیا دوسرے شیخ سے تعلق قائم کیا اور ان کی ہدایت کے مطابق مقام احدیت کا مراقبہ کرتا رہا پھر بھی یہ مقام حاصل نہ ہوا اور ان شیخ صاحب کا بھی انتقال ہو گیا اب مجھے آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا آپ تکمیل کروادیں۔"

میں نے انہیں سمجھا یا کہ ایسے مراقبات کے خیالات چھوڑیں، سیدھے سیدھے مسلمان نہیں دوسروں کو مسلمان بنائیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑنے چھڑوانے کا کام کریں۔ معلوم نہیں ان مشائخ نے کیا کیا مراقبات بتائے ہوں گے پھر مقام احدیت حاصل کرنے کے لئے معلوم نہیں وہ کتنی کھنٹیں کرتے رہے ہوں گے پھر اس میں کامیابی کا کیا مطلب سمجھتے ہوں گے واللہ اہم ان کے پاس کامیابی کا کیا معیار ہے۔ یہ کیسے بتا چلے کہ کامیاب ہوئے یا نہیں؟

اس پر ایک قصہ بھی یاد آگیا حیدر آباد میں ایک شخص کو وہم ہو گیا کہ وہ گلدھان بن جائے گا میں اس زمانے میں حیدر آباد کے قریب ایک قصبے میں پڑھاتا تھا وہ بار بار میرے پاس آکر پوچھتا کہ میں گلدھان تو نہیں بن جاؤں گا، میں اسے سمجھاتا کہ نہیں نہیں گدھے نہیں بنو گے بہت سمجھاتا بہت سمجھاتا کہ ارے نہیں بنے گا نہیں بنے گا مگر اسے کسی صورت بھی قنولی نہیں ہو رہی تھی، دو روز سے چل کر میرے پاس سکیا پوچھنے آتا تھا حتیٰ کہ ایک بار میں اپنے گھر خیرہ پر گیا تو وہ اتنی لمبی مسافت طے کر کے وہیں بھی پہنچ گیا۔ مجلس میں میرے بڑے بھائی بھی تشریف رکھتے تھے میں نے انہیں اس کی پریشانی کی وجہ بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے اس کا علاج تو بہت آسان ہے، جب بھی انکی پریشانی کا دباؤ پڑے تو اپنے پیچھے ہاتھ لگا کر دیکھ لیا کریں اگر دم پیدا ہو رہی ہو تو گلدھان بن رہا ہے ورنہ نہیں۔ مگر اس کے لئے یہ نسخہ بھی کارگر ثابت نہ ہوا اس لئے پھر پریشان ہو کر بار بار میرے پاس آتا رہا مجھے بہت تنگ کرتا تھا، بالآخر ایک بار میں نے تنگ آکر اس سے کہہ دیا کہ ہاں آپ گدھے بن جائیں گے، یہ سن کر وہ بہت زیادہ پریشان ہوا بہت بے تاب ہو کر ترشہ بنے لگا اور بہت صحت ساجست کر کے بار بار مجھ سے وہی سوال دہرانے لگا کہ میں گلدھان تو نہیں بن جاؤں گا۔ میں نے بھی طے کر لیا کہ اب اسے کبھی جواب دوں گا کہ آپ گدھے بن جائیں گے۔ وہ بہت پریشان ہوا کبھی میری ڈالامی کو ہاتھ لگا تا کبھی پاؤں پکڑتا اور بہت صحت ساجست سے گڑگڑا کر کہتا ہے کہ اللہ کے لئے بتائیں میں گلدھان تو نہیں بن جاؤں گا اور کبھی دھمکی بھی دیتا کہ قیامت کے دن گرہان پکڑوں گا۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ یہ مجھے ایسے نہیں چھوڑے گا اس لئے میں نے کہہ دیا کہ آپ گدھے نہیں بنیں گے۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً بجٹ بھاگا پھر اس کے بعد کبھی میرے پاس نہیں آیا اس خوف سے کہ اگر پھر میں نے کہہ دیا کہ آپ گدھے بن جائیں گے تو وہ لفظ بن ہی جاؤں گا۔ یہ نسخہ ایسا کارگر ثابت ہوا کہ ہمیشہ کے لئے جان چھوٹ

مکملی۔

یہ قصہ اس لئے بتایا کہ یہ جو اصحاب مقامات ہیں، ان کے ساتھ بھی اگر کوئی ایسا ہی معاملہ ہوتا کہ صاحب مقام کی کہیں دم نکل رہی ہو تو انہیں بتا دیں کہ آپ کو مقام احدیت حاصل ہو گیا یا آپ قطب بن گئے اس لئے کہ آپ کی دودھیں نکل آئیں اور اگر تین دھیں نکل آئیں تو آپ غوث بن گئے۔ ایسی کوئی بات ہوتی ان کے دم نہ ظاہر ہونے کا کوئی قصہ ہوتا کوئی علامت ظاہر ہو جاتی تو پھر کوئی مشکل نہ ہوتی۔ دراصل لوہام باطلہ اور کچھ بخلات و غیرہ ان کے دماغ کو چڑھتے ہیں "شریت اور طریقت" جھکی کتابیں چڑھ چڑھ کر پھر یہ سوچتے رہتے ہیں کہ اب میں ملاں مقام پر پہنچ گیا ہوں، اب ملاں مقام پر پہنچ گیا ہوں، ہوتا کچھ بھی نہیں ترقی کر رہے ہیں حدایت کی طرف اور کچھ رہے ہیں کہ ولایت کے مقام میں ہو رہے ہیں، وہ خود ہی اپنے آپ کو سمجھتے رہتے ہیں کہ اب احدیت پر پہنچ گیا، طہیبت پر پہنچ گیا، غوثیت پر پہنچ گیا۔

⑧ مریدوں کو غوث اور مہدی بنادیا:

ایک بزرگ صاحب اپنے خلفاء کے بارے میں کہتے رہتے تھے کہ یہ خلیفہ صاحب قطب بن گئے ہیں، کسی کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ غوث بن گئے، ایک خلیفے کو غوث بنادیا اس نے بغاوت کر دی بزرگ کے بہت سخت خلاف ہو گیا بزرگ کو بہت جہاد کیا سارا بھائی بھائی دیا۔ اس نے عجیب عجیب قصے بتائے کہ بزرگ صاحب کے ہاں کسی پر دھڑ چڑھتا تھا تو بزرگ صاحب پانی پر دم کر کے دیتے تھے وہ پانی پیتے ہی دھڑی ہوتی میں آجاتا تھا۔ جب یہ غوث صاحب اپنے بزرگ کے مخالف ہوئے تو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ قصہ شروع کیا کہ گٹر کے پانی سے بوجھ بھر کر، بزرگ صاحب سے دم کروا لیتے اور جب کسی پر دھڑ چڑھتا ہے پلا دیتے، گنداپانی کٹر کا، یہ ہیں طالبان مقامات اور اصحاب مہد۔ ایک خلیفہ کو قطب یا غوث بنادکھا تھا اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا، جب

انہیں اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میں نے رجوع کر لیا اب مہدی نہیں ہوں۔ ویسے وہ پھر رجوع نہیں کرتا یعنی مہدی تو ہے مگر دعویٰ نہیں کرتا اس لئے کہ علماء تسلیم نہیں کرتے۔

⑨ مقام مریم:

ایک لڑکی کہتی ہے کہ اسے خواب میں بشارت ملی ہے کہ اس کے باپ سے امام مہدی پیدا ہونے والے ہیں۔ ابھی شادی بھی نہیں ہوئی اور یہ بھی نہیں معلوم کہ شوہر ہوئی بھی چاہے نہیں اسے پہلے سے بشارت ملی رہی ہیں کہ تیرے باپ سے امام مہدی پیدا ہوں گے اگر اس طالبہ مقامات کو ایسے ہی بغیر باپ کے بچہ پیدا ہو گیا تو حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقام پر پہنچ جاتے کا دعویٰ کرے گی، جیسے انہیں بغیر شوہر کے بچہ پیدا ہو گیا تھا ایسے ہی اسے بھی بغیر شوہر کے بچہ پیدا ہو گا۔ یہ علامات بتاتے ہیں طالبان مقامات کے، ان کے دماغ پر دعویٰ کیفیت جاری ہو جاتی ہے پھر اسی میں پھنسے رہتے ہیں۔

⑩ مقامات کا فور ہو گئے:

ایک ہر صاحب جو کہ طالبان مقامات میں سے تھے اپنے مریدوں میں خوب مقامات تقسیم کرتے تھے۔ میں ایک بار کسی کام سے ایک موضع میں گیا اتفاق سے وہ ہر صاحب بھی وہاں آئے ہوئے تھے، میں نے فجر کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد انہوں نے حسب معمول اپنے مریدوں کو حلقہ میں بٹھا کر سیدھی جانب سے شروع کیا، فردا فردا ایک ایک کو بلا کر اس کے قلب کی ایک طرف نیزہ کی طرح انگلی کا بہت زور دیا اشارہ کر کے اسم ذات کی پھر پھر زبردست ضربیں لگائیں مگر کوئی مرید بھی ضرب سے مس نہ ہوا، وہ یہ عمل دہر تک بار بار دہراتے رہے ضربوں پر ضربیں مگر سب بے حس و درمیں کہ کسی پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا تو کہنے لگے کہ یہ دعوت تو بہت اچھی چلی ہوئی

تھی معلوم نہیں آج انہیں کیا ہو گیا۔ اب میں انہیں کیا بتاتا کہ جب تک میں یہاں موجود ہوں آپ اپنے اس کرب میں کامیاب نہیں ہو سکتے، حالانکہ میں نے ان پر کوئی توجہ نہیں ڈالی تھی بس یہ میرے اللہ کا کرم ہے کہ میرا وہاں بیٹھنا ہی کافی ہو گیا، مجھے دیکھ کر ان کے مقامات کا نور ہو جاتے ہیں۔ ان اصحاب مقامات کا تو کیا کہنا مجھ سے تو بڑے بڑے جنات بھی ڈرتے ہیں، دار کے بارے بھاگ جاتے ہیں (جنات کے بھاگنے کے قہر و عظمت "آسیب کا علاج" اور "انوار الرشید" میں دیکھیں۔ جامع) دو عرصہ صاحب مریدوں کو ایسے ایسے تو مقامات تقسیم کر رہے تھے مگر حال یہ ہے کہ ان مریدوں کے گھروں میں شرعی نہ غیر شرعی دور دور تک پردے کا نام و نشان تک نہیں، حلال و حرام میں کوئی تیز نہیں اور ایک دوسرے پر طعنہ کھیلے کھیلے مظلوم کی کوئی انتہاء نہیں۔

① عی ولایت:

ایک بار میں یہاں خطۃ العلماء میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص آیا اسے حادسینا نے باہر روک لیا تو اس نے پرچہ بھجا جس میں لکھا کہ میں اللہ کا ولی ہوں مجھے حضرت غوث اعظم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی ہانگاہ میں لقب ملا ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام میرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کا تحفہ لائے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میری پیشانی پر اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھ گئے ہیں، آپ اللہ کے ولیوں کو پہچان لیتے ہیں، میں تمہاری میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہاں علماء کرام سے پوچھا کہ اسے کیا جواب دیا جائے؟ بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ اسے مواظفہ نہ بنے گا کہا جائے شاید ٹھیک ہو جائے۔ میں نے کہا کہ جو خود کو نبی سمجھتا ہو وہ ہمارے مواظفہ کہاں نہ ملے گا، اس سے کہہ دیں کہ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا دماغ درست کر دیں۔

(۱۲) مقام حماریت:

ایک مولیٰ صاحب نے مجھے لکھا کہ میں مقامات سلوک طے کرنا چاہتا ہوں اس کے نصاب کی تحصیل میں کتنی مدت لگے گی؟ جہالت اور حماقت کا کرشمہ دیکھئے۔ علوم اسلامیہ کی طرح اصلاح باطن کا بھی کوئی پناہن نصاب اور اس کے مختلف ایجاب بنا رکھے ہیں جن کی تحصیل کے لئے کوئی مدت تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی گمراہی سے امت کی حفاظت فرمائیں۔

ازالہ رذائل و تحصیل فضائل:

دوسرا موضوع ہے ازالہ رذائل و تحصیل فضائل، اس کا پہنچی زہر میں بھی کچھ جان ہے اور بعض دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ اس میں بھی وہی دو وہال پڑتے ہیں طبعی بھی اور عملی بھی۔ طبعی وہال تو یہ پڑتا ہے کہ جو شخص ان چیزوں کو دیکھنا شروع کرتا ہے تو وہ ذرا سا دیکھنے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ اس مرض باطن کا طویب حاذق بن گیا ہے۔ میرے سامنے کی بات ہے کہ ایک بالکل جاہل مولیٰ ایک بہت بڑے عالم کا امتحان لے رہا تھا کہ کبر اور عجب میں کیا فرق ہے اور ان کے مقابل میں جو فضائل ہیں ان کے کیا ہم ہیں، جاہل مجلس میں پوچھ رہا ہے کہ ایک بہت بڑے عالم سے پوچھنے سے مطلب استفادہ نہیں محض اپنی بڑائی جتانے کے لئے کہ ہم اسے بڑے امام طریقت ہیں۔ ایک تو یہ طبعی وہال پڑتا ہے کہ دو چار باتیں سیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بہت بڑے امام طریقت بن گئے۔

عملی وہال یہ پڑتا ہے کہ خود ہی اپنا علاج شروع کر دیتے ہیں، کچھ معلوم نہیں نہ اپنی تنبیہیں سمجھتی ہیں نہ تجربہ بھی ہوتی ہے سمجھتے ہیں کہ بہت بڑے ولی اللہ بن گئے حالانکہ عجب اور تکبر اور چدار بڑھتا جاتا ہے، جا رہے ہیں جہنم کی طرف کھڑے ہیں کہ بہت بڑے ولی اللہ بن رہے ہیں۔

امراض کے بارے میں کتب کی نوعیت:

اب نئے امراض پیدا اور ظاہر ہو رہے ہیں جن سے پہلے جانتی ہیں انہوں کی نوعیت ایک ہی ہے۔ امراض ظاہرہ کے بارے میں جو کتابیں لکھی جاتی ہیں وہ معالجین کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ ان سے چکودہ حاصل کریں کہ یہ مرض سے یہ نسخہ ہے یا دوسرے۔ دوسرے میں ان معالجین کے لئے جنہیں کسی معالج کی سمجھ نہ ہو وہ وہ وقت پر جلدی سے بخود غم چوستے کے لئے کتاب دیکھیں۔ تحقیقی ذرا میں جو نسخے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ معالج ہیں وہ سمجھیں کہ یہ بیماری ایسے ہوتی ہے اس کا یہ نسخہ ہوتا ہے اور وہ معالج جسے کوئی معالج سمجھ نہیں دے گا وہ اپنی طرف سے کچھ سکون حاصل کرے۔ جس معالج کو معالج کی سمجھ نہ ہو وہ کتاب سے نسخے دیکھ کر علاج نہیں کرے گا وہ تو کسی معالج کے پاس پہنچے گا اس سے علاج کر دے گا۔ کوئی بالکل بے حاشہ کتابوں کے نسخے دیکھ دیکھ کر غلطی علاج کر کے شہوان کر دے اس کی بھی چند مثالیں سن لیں:

① حضرت تیسرا امام احمد حنبل نے ہاتھ بڑھ کر کسی کتاب میں پڑھی تھیں مگر کسی طبیب حاذق کے پاس وہ کتاب نہیں گئی تھی اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار اپنے کسی مرض کے بارے میں بہت پائی حقد میں کی کسی طبی کتاب میں سے دیکھنا شروع کر دیا وہاں کی تجویز میں جب وہاں کی علامات دیکھتا ہوں ان کے علاج دیکھتا ہے تو ایک دوا ہے۔ بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ میرے مرض کی یہ دوا ہے۔ دوسری دوا بھی تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہ تیسری دوا بھی تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہ۔ فرمایا کہ میں نے سمجھ لیا کہ یہ دوا ہی ہے۔ کار بہ کسی طبیب سے علاج کر دیا جانے خود علاج کرنے کا قصہ چھوڑ دیا۔

② ایک ہادی صاحب کو بخار ہو گیا انہوں نے کسی طبی کتاب سے نسخہ لکھا،

اور ایک اچھے ماہر طبیب کو دیکھانے لے گئے، ان کا ہدم دوستانہ تھا اس لئے عظیم صاحب نے نسخہ چارہ کر انھیں فری سے بکھار دیا اور نہ کوئی دوسرا ہوتا تو نسخہ چارہ کر پھینک دیتا کہتا چوہہ کو یہاں سے آتے ہو نسیم کے پاس اور نسخہ کھلانے مگر انہوں نے دوستانہ تعلق کی وجہ سے وہ نسخہ دیکھا اور دیکھتے ہی فوراً بلا توقف برے یہ آپ نے کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ دیکھئے شرب۔ ت سے یہ خیال نہیں آیا کہ یہ کسی طبیب سے چھپا ہوگا یا خود ہی تھوڑا بہت فی لب جاننے والوں کے انہوں نے پڑھتے ہی کہا کہ یہ آپ نے کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کتابوں سے دیکھو دیکھو کر طوطو علاج کرتا اور اس کی عادت ذہل لہرا نظر نہ ہے کسی طبیب سے ہی علاج کروان چاہئے۔

پھر کچھ نہیں کتابوں کے نسخے معالجین کے لئے ہیں یا ان معالجین کے لئے ہیں جنہیں کسی معالج کی سہولت میسر نہیں۔ جن معالجین کو معالج کی سہولت میسر ہے ان کے لئے ہر کتابیں کہ وہ کتابوں سے اپنا علاج کریں۔ امراض ہلندہ کے بارے میں بیشتی زہر میں یا بعض دوسری کتابوں میں اثر کچھ لکھ دیا ہے تو اس کی کیفیت بھی یہی ہے وہ معالجین کے لئے ہیں جن حضرات کو اکابر نے اصلاح ہامن کی اجازت دے دی کہ امراض ہلندہ کی تشخیص کر کے ان کی اصلاح کریں وہ دیکھا کریں، پھر ایسا نہیں کہ اسی پر عمل کریں بلکہ تجویزی ایسی ت، فراست، تہذیب اور کچھ کتابوں میں دیئے گئے طریقوں سے بھی استفادہ کر کے تہم حاصل نکالیں، اسی طریقے سے وہ معالجین جنہیں کوئی مصلح ہامن میسر نہیں تو چلنے ہوئے ضرورت کتاب دیکھ کر معلوم کر لیا کریں کہ جب کیا ہوتا ہے، کب کیا ہوتا ہے اور ان کا علاج کیا ہے، تھوڑا بہت کام چلا لیں۔ جس امراض ہامن کے لئے کسی طبیب ہامن سے استفادہ آسان ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ ان امراض ہلندہ کی خود تشخیص کرتا پھرے کہ کیا کیا ہوتے ہیں اور کیسے کیسے ہوتے ہیں پھر ان کا علاج کیسے ہوتا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ ان چیزوں کی

طرف توجہ کرے وہ تو معالج کو اپنے حالات بتائے پھر جو نسخہ وہ دے ان پر عمل کرے اور اس طریقے سے بڑھتا چلا جائے۔ سیدھے سیدھے مسلمان بن کر سیدھے سیدھے چلتے جائیں اور اور شیطانیں کی راہیں ہوتی ہیں:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا

الْأَسْبَاطَ فَتُنَفَّرُوا بِكُم مِّن مَّيْمُونٍ﴾ (ہب - ۸۰ - ۸۱)

دین اسلام کی راہ سیدھی سیدھی ہے سیدھی سیدھی، غفرانوں سے بچتے بچاتے چلے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور آخر کی باتیں کہ یہ مقام مل گیا اور وہ مل گیا یہ شیطانیں کے فریب ہیں ان کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے۔ سیدھا سیدھا آسان راستہ یہ ہے کہ محبت پیدا کیجئے جب محبت پیدا ہو جاتی ہے تو سب رذائل خود بخود چھوٹنے لگتے ہیں ایک ایک ذیلہ کے علاج کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں رہتی وہ خود بخود ہی ختم ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اے شاہ باہن اے عشق غرض سودائے ما

اے طیب جملہ علیہائے ما

اے کہ الماہون و جالینوس

اے دوائے نحر و ناموس

بنیادی نسخہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے اور یہ محبت پیدا کیسے ہوتی ہے اس کے لئے مختلف تدابیر ہیں ان میں سے ایک ہے کثرت ذکر و فکر، دوسری اہل محبت کی محبت بطریق محبت سے مقصد یہی ہو کہ محبت پیدا ہو جائے اگر یہ نیت ہی نہیں بلکہ کسی اور مقصد کے لئے مجھے تو اثر ہو گا ہی نہیں یا بہت دیر سے ہو گا، اثر لینے کی نیت سے محبت اختیار کی جائے اور تیسری بات جس کا محبت پیدا ہونے میں بہت بڑا دخل ہے وہ ہے ترک معاصی، ترک معاصی کے لئے ہمت کو بلند کیا جائے جب ہمت کر کے ترک معاصی کی کوشش میں لگا رہے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا

ہوگی اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ محبت پیدا ہوگی۔ ترک معاصی کو آسان کرنے کے لئے محاسبہ اور مراقبہ کیا جائے، بہت آسان آسان نئے ہیں گئے ہیں، رذائل ظاہرہ و باطنہ کے بارے میں سرسری محاسبہ کریں، بہت زیادہ کھود کر دیکھیں، سرسری محاسبہ کر کے زیادہ سے زیادہ ایک نئے نئے پہلے خود ہی اصلاح کی کوشش کرے اور اگر وہ رذیلہ نکل جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر اپنے مصلح کو بتائے جو کچھ وہ چاہتے کرے اس پر پوری طرح عمل کرے اور اطلاع و اجازت کا سلسلہ جاری رکھے، یہ ہے مرحلہ مستقیم سہل آسان راستہ۔ غلط قسم کے چیزوں نے چکروں میں لگا رکھا ہے اس لئے لوگ حیران سے بہت ڈرتے ہیں اور کسی شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کرتے ہوئے گھٹکتے ہیں کہ پتا نہیں کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔

یہ وہ باتیں ہوں گی، ایک تو یہ کہ اپنے شیخ سے پوچھتے بغیر تصوف کی کوئی کتاب ہرگز ہرگز کوئی نہ دیکھئے شیخ پاگل ہو گئے ایک تو ہو گیا مکمل پاگل وہ پاگل خانے میں جا کر کھڑکی سے باہر کودا تو سر پہننے سے مر گیا دوسرا ہو گیا وہ تھوڑا تھوڑا صحت کی طرف آرہا ہے، تیسرا ہو گیا تقریباً ۱۰۰/۱۰۰ اس کا چونکہ شروع میں ہی پتا چل گیا مقامات کے چکروں میں پڑ کر پاگل ہو رہا ہے، اس لئے بروقت علاج ہو گیا بھ اللہ تعالیٰ وہ راہ راست پر آرہا ہے۔ کوئی بھی ایسی کتاب جس میں مقامات وغیرہ کا بیان ہو ہرگز نہ دیکھیں۔ دوسری بات یہ کہ رذائل و غصائل وغیرہ کے بارے میں کتابیں مشائخ کے لئے ہوتی ہیں محام کے لئے ایسی کتابیں پڑھنا مضرب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی آلہ

وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْمُسْلِمُونَ وَالْمُسْلِمَاتُ فِي السَّيَرَةِ وَفِيهِ

نصائح و تہنیتیں کہیں کہیں، اور اس سے تمام نیکو عملوں اور اچھے باتوں

۷۷۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَإِنْ عَلَيْكُمْ لِحَفَظِينَ كُلَّمَا كَانَتَيْنِ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ

لو کہ تم پہ گواہوں وغروں۔ عزت والے عمل کھنڈے والے جانتے ہیں جو کہ تم کرتے ہو (۱۶۶-۱۶۷)

عیسائیت پسند مسلمان

— وَعَظ —

مکتبہ اشاعت کتب اسلامیہ، لاہور

— نَاشِر —

کتاب گھر

ناظم آباد، گواہی

100

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے

Exp/Con/DM/24

15



1000

1999

100

• $F_1 = 71.7\text{N}$ • $\theta = 41.3^\circ$

Abstract

100

• 01-1999AIF12 • 01-19-1999AIF12



وَعظ

عیسائیت پسند مسلمان

(محرم ۱۴۱۶ھ)

﴿أَوَلَمْ نَعْمِدْكُمْ مَّا بَدَأْكُمْ فِيهِ مِّنْ ذَكَرٍ وَمَا جَاءَكُمْ أَتَذْكُرُونَ
فَذُوقُوا عَذَابَ الْغُلَّابِ ۖ يَوْمَ يُسِيرُ (۳۳)﴾ (آب ۳۲-۳۷)
ترجمہ: ”کیا ہم نے تمہیں اپنی مرضی کی کہ اس میں صیحت حاصل
کرنے والا صیحت حاصل کر لیتا (اور حریف یہ کہ) تمہارے پاس ڈرانے
والا بھی آجاتا، سو حریف چھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

من چودہ سو سال جاری شروع ہو گیا ہے۔ برسوں جب حکم کی پہلی تاریخ تھی
میں کسی تحریر میں تاریخ لکھنے کا تو لکھنے سے پہلے کچھ دیر کے لئے نکتہ ساطاری ہو گیا۔
دل کی دھڑکنیں منظم نہ رہ سکیں۔ آپ لوگ بھی سوچیں کہ نیا سال شروع ہونے پر غمی
کے شاد دینے بجائے جاؤں یا رنج و صدمہ کا اظہار کیا جائے یا اس سے عبرت و نصیحت
حاصل کی جائے؟ اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آگے مل کر بتاؤں گا اس وقت تو قری
سال سے متعلق کچھ مسائل بتاتا چاہتا ہوں ذرا توجہ سے سنئے۔ پہلی بات تو یہ کہ محرم
کے مہینے میں مسلمان بہت سی بدعات و منکرات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بلکہ حکم یہ کہ ان
گناہوں کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ جس پر بڑے بڑے گناہگر مسلمان انہیں ثواب کچھ کر

کئے جا رہے ہیں۔ ان گناہوں کی تفصیل میرے دعا "منکرات محرم" میں ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ پڑھیں اگر پہلے پڑھ چکے ہیں تو دوبارہ پڑھیں اس لئے کہ یہ قاعدہ مستند ہے کہ بات بار بار دہرائی جائے تو ذہن نشین ہوتی ہے اور دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ کئی لوگ اپنے حالات میں گھٹتے ہیں کہ ہم نے فلاں کتاب ایک بار پڑھی، دوسری بار پڑھی، تیسری بار پڑھی تو ہر بار پڑھنے میں ایسی باتیں کچھ میں آئیں جو اس سے پہلے کچھ میں نہ آئی تھیں۔ خاص طور پر "انوار الرشید" کے بارہ میں ایسی خبریں سکڑتے سے موصول ہو رہی ہیں کہ اس کا جتنی بار مطالعہ کیا فی فی باتیں کھلتی گئیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ایک بار کتاب پڑھ لینے سے اس کے مضامین پوری طرح کچھ میں نہیں آتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کتاب بار بار پڑھی جائے۔ دوسری بات یہ کہ اگر بات کچھ میں آ بھی گئی تو دل میں نہیں اترتی۔ کچھ میں آ جاتا اور بات ہے دل میں اتر جاتا اور دل پر اثر انداز ہوتا دوسری بات ہے۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ دل رنگ جائے۔ بات دل میں اس وقت اترتی ہے کہ اسے بار بار دیکھ جائے، بار بار سنا جائے، بار بار اس کا تذکرہ کیا جائے۔

"منکرات محرم" کوئی بڑی کتاب نہیں، یہ صرف نو صفحات کا مختصر سا رسالہ ہے اسے خود بھی بار بار دیکھیں اور دوسروں تک زیادہ سے زیادہ پہنچائیں، زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں اس مہینے میں تو خاص طور پر اس کی بہت زیادہ تشہیر کریں، اپنی مجلسوں میں سنائیں۔

آج کل کے مرید:

ایک بار بیرون ملک سے ایک بزرگ پاکستان شریف لائے جب وہ واپس شریف لے جانے لگے تو میں بھی انھیں وداع کرنے مطار (ایئر پورٹ) گیا کیونکہ ان کے ساتھ بہت محبت کا تعلق ہے۔ وہاں ان کے مریدوں کا بھی خاصا مجمع تھا جو

انہیں دھست کرنے آیا تھا۔ مولانا نے سب مریدوں سے مخاطب ہو کر میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کا مطبوع ”وہیت نامہ“ سب لوگ پڑھیں اور اس پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں حقیقت شناسی اور دور رس کی فکر عطا فرمائی ہے، ہر بات میں حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کوشش میں کامیاب فرمائیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

ان بزرگ نے جب اپنے مریدوں اور حقیقت مندوں سے یہ فرمایا تو فوراً دل میں خیال پیدا ہوا کہ دیکھئے یہ لوگ ”وہیت نامہ“ پڑھتے بھی ہیں یا نہیں؟ خیال اس لئے آیا کہ آج کل کے شاگردوں اور مریدوں کی حالت مجھے معلوم ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی ان لوگوں کے امتحان کا طریقہ بھی ذہن میں آ گیا کہ دیکھوں یہ مرید کہاں تک اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ان دنوں یہ چھپا ہوا ”وہیت نامہ“ یہاں دارالافتاء سے ملتا تھا جنہیں ضرورت ہوتی یہاں سے حاصل کرتے۔ بعض امتحان میں نے یہاں دارالافتاء کے محلہ سے کہہ دیا کہ دارا خیال رکھیں اور مجھے بھی جاتے رہیں کہ کتنے کتابچے نکلے۔ ہفتہ دو ہفتہ حقیق کر داتا رہا تو معلوم ہوا کہ ان مریدوں میں سے کوئی ایک بھی اپنے نہیں آیا۔ ادھر ان کے مشق و محبت کا یہ عالم تھا کہ شیخ سے ہاتھ چم رہے تھے، ان کے فراق میں رو رہے تھے، رونے کی کیفیت کیا تھی؟ آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، ناک سے پانی بہہ رہا ہے اور ساتھ ساتھ منہ سے دل بھی بہہ رہی ہے، پھر رونے کی آوازیں بھی گیسب گیسب نکال رہے تھے، روتے روتے ان کا عجیب حال ہو رہا تھا، شیخ کے ہاتھ اور کپڑے بھی خراب کر دیئے۔ ہاتھ ملاتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ محافذ بھی کرتے جا رہے تھے۔ شیخ کو اپنی طرف کھینچ کھینچ کر سینے سے پیوند ملا کر نور حاصل کر رہے تھے۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر دھشت ہو رہی تھی کہ یہ ملے کا کون سا طریقہ ہے کہ اپنا اعصاب بھی، آنکھوں اور ناک کا پانی بھی سب اپنے شیخ کے ہاتھوں اور کپڑوں پر مل دیا، پس ایسا لگ رہا تھا کہ یہ لوگ صدمہ فراق میں مر رہے جا رہے ہیں،

مگر شیخ کی صحبت پر کسی ایک نے بھی عمل نہیں کیا۔ اس چھوٹے سے رسالے کو پڑھنا اور عمل کرنا تو درکنار کسی نے لینے کی بھی ذمت گوارائی کی۔ ان کے حال پر ایک شعر یاد آ جاتا ہے۔

ۛ ہم فراق پار میں کھل کھل کے ہاتھی ہو گئے
 اتنے کھلے اتنے کھلے رستم کے ساتھی ہو گئے
 مریدوں کے اس قصے کے مطابق اس شعر میں پسند نہیں کرتا ہوں۔
 ۛ ہم فراق شیخ میں کھل کھل کر ہاتھی ہو گئے
 اتنے کھلے اتنے کھلے رستم کے ساتھی ہو گئے

بدوی کا قصہ:

جیسے یہ مرید شیخ کے عشق میں مرے جا رہے تھے ایک ایسے ہی بدوی کا قصہ بھی سن لیتے۔ عرب میں دیہاتی، گھوڑا کو ”بدوی“ کہتے ہیں۔ ایک بدوی بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا ایک شخص نے اس کی یہ حالت دیکھی تو بلور ہو بدوی پوچھا:
 ”کیوں رو رہے ہو؟“

ساننے ہی ایک کتا مر رہا تھا بدوی نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا:
 ”یہ میرا کتا ہے بچا مر رہا ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے۔“
 گویا میری جان اس کی جان میں ہے، یہ مراثی میں بھی مرا بس تکتے کے غم میں
 رو رہا ہوں۔

اس شخص نے پوچھا
 ”یہ کتا کیوں مر رہا ہے؟“
 بدوی نے کہا
 ”بچا مر بھوک سے مر رہا ہے۔“

پاس ہی ایک پورا بھرا رکھا تھا اس شخص نے اس کی طرف اشارہ کر کے پوچھا:

”اس میں کیا ہے؟“

بدوی نے جواب دیا:

”اس میں روٹیاں بھری ہوئی ہیں۔“

یہ سن کر اس شخص کو بڑی حیرت ہوئی کہنے لگا:

”اللہ کے بندے اکتے سے تجھے اس قدر مشتق ہے کہ اس کے مرنے سے

تو مرا جا رہا ہے، آنسوؤں کے دریا بہا رہا ہے، ہچکیاں تیری قسمتی نہیں،

روٹیوں کا پورا بھرا رکھا ہے تو پھر اسے روٹی کیوں نہیں کھاتے؟“

بدوی نے جواب میں بڑا عجیب جملہ کہا:

”میرے آنسو ہیں مفت کے اور روٹیوں پر پیسے خرچ ہوئے ہیں، اس

لئے آنسوؤں کے تو دیا کے دریا بہا دوں گا لیکن روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ

دوں گا۔ مرتا ہے تو مر جائے کوئی بات نہیں، روٹی کا ٹکڑا نہیں دوں گا۔“

آج کل کے مریدوں کا بھی یہی حال ہے، رو رو کر ہچکیاں لے لے کر، چم

چاٹ کر کسی طرح شیخ کو راضی کر لو، ”مر گئے“ حضرت جی تو ہم تو مر گئے آپ کے فراق

میں، اب تو معلوم نہیں آپ کب تشریف لائیں گے، ہمیں تو خواب میں بھی آپ ہی کی

زیارت ہوتی رہتی ہے، چائے میں بھی آپ ہی ہماری آنکھوں کے سامنے ٹھہرتے

رہتے ہیں، آپ کے بغیر تو زندگی بے کار ہے۔

سبحان اللہ! کیا کہنے مشتق و محبت کے اگر وہی شیخ کہے کہ وصیت نامہ پڑھ لو تو

سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ یہ کام مشکل ہے۔ چھوٹی عفتی کے تو مصالحت کے رسالے کا

پڑھا تو اتنا مشکل کام نہیں بڑی مشکل تو یہ ہے کہ پڑھنے کے بعد پھر اس پر عمل بھی کرنا

پڑے گا۔ جب عمل کریں گے تو دنیا سے کٹ جائیں گے ساری دنیا ہمارے ہو جائے گی۔

پھر اس دنیا میں زندہ کیسے رہیں گے؟

میں نے یہ قصہ اس قدر تفصیل سے اس لئے سنایا ہے کہ بیان کے شروع میں آپ لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ ”منکراتِ عزم“ پر ہمیں اور ان دنوں یہ رسالہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں۔ دو تین دن چکے آئندہ جہود تک مہلت دیتا ہوں پھر باشر سے پوچھوں گا کہ کتنے دس لے اب تک گئے ہیں؟ کہیں وہی قصہ نہ ہو کہ وہ کہہ دیں کہ اب تک تو ایک بھی نہیں گیا، انہیست ہے کہ آپ لوگ میرے عشق میں رو نہیں رہے لیکن دیکھوں گا کہ آپ لوگ کتنا قفل کرتے ہیں۔ میں ایک بات کہہ کر یونہی چھوڑ نہیں دیا کرتا بلکہ حقیق اور جتو بھی کرتا رہتا ہوں کہ کبھی ہوئی بات پر کوئی قفل بھی کر رہا ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

قرری سال کی اہمیت:

دوسری بات یہ کہ قرری سال کی شریعت میں کیا اہمیت ہے اور آج کے مسلمان نے اس کی کیا قدر کی ہے۔ شخصی سال کے مقابلہ میں قرری سال کو اہمیت دے کر شریعت نے ایک مستقل نظام کی داغ بیل ڈالی۔ حالانکہ پہلے بھی بہت سے نظام چل رہے تھے مگر ان سب سے الگ تھلک شریعت نے قرری سال کا ایک مستقل نظام جاری کیا۔ جاری کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے یہ حساب ہوتا ہی نہیں تھا۔ یہ حساب تو اس وقت سے چل رہا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان، سورج اور چاند کو پیدا فرمایا۔ شریعت نے انکام کی بنیاد قرری سال پر رکھی تو سوال پیدا ہوا کہ نظام اسلامی کا حساب رکھنے کے لئے اس کی تقویم کی ابتداء کہاں سے کی جائے۔ اس اہم مسئلہ کو طے کرنے کے لئے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غور فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کو معیار قرار دیتے ہیں تو اس میں یہ خرابی ہوگی کہ مسلمان اس تاریخ کو دوسری قوموں کی غلطی میں خوشی کا تہوار منائیں گے، عربی طرح کی بدعات اور منکرات ایجاد کر لیں گے اور ان خوشیوں کی بھولی بھلیوں

میں ہر کرنا سب کچھ کو نہیں گے۔ غوثی کے موقع پر تو اچھے بھلے عقل مند انسان بھی عقل کھو بیٹھتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اندیشہ ہوا کہ مسلمان بھی غوثی میں حد احتمال سے تجاوز کر جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت سے انھار کر منصب الوہیت تک پہنچا دیں گے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو جائیں گے، چونکہ اس میں نفع سے زیادہ نقصان کا اندیشہ تھا اس لئے ولادت باسعادت سے سال کی ابتداء نہیں کی۔

ان حضرات کا اندیشہ بھی صدیوں پہلے ہی صدیوں پہلے مسلمانوں میں سے ایک ہی قوم اس زمانہ میں "عید میلاد النبی" کے نام سے کیا کیا خرافات کرتی ہے۔ کیسی کیسی بدعات ان لوگوں نے ایجاد کر لیں۔ "عشقِ رسول" کے عنوان سے انہوں نے کیسے کیسے شرکیہ عقائد گھڑ گھڑ کر اسلام میں داخل کر دیئے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلامی سال کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کی جائے۔ لیکن اس میں غلط یہ تھا کہ مسلمان پہلی حالت کے برعکس اس تاریخ کے آتے ہی ماتم شروع کر دیں گے، سیدہ کو پی کریں گے، رونا بیٹھا شروع کر دیں گے کہ ہائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، دنیا سے تشریف لے گئے، رونا بیٹھا تو بزدلی پیدا کرتا ہے ظاہر ہے کہ اس سے مسلمانوں میں بزدلی پیدا ہوگی اور ان کاموں میں ہرگز وہ حقیقت سے دور ہو جائیں گے۔ اس اندیشے کی صداقت بھی دیکھ لیجئے، آج کل ایک قوم نے وہی روئے پہنچنے کا جھنڈا شروع کیا ہوا ہے۔ اسی کو دہانا دین سمجھتے ہیں۔

ان اندیشوں کو سامنے رکھ کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دور رس نگاہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اسلامی سال کی ابتداء کسی ایسے واقعہ سے کریں جس سے مسلمان امت و اولو المعری کا سبق حاصل کریں۔ ایسا غیر معمولی واقعہ ہو جس کی یاد اس امت کی غیرت و حسرت کو ہمیشہ نگہ اور وہ اللہ کی نافرمانی چھوڑ کر اس کے بندے بن جائیں، اس

کی رضا کے لئے چہرہ دنیا کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جائیں۔ وہ واقعہ ”ہجرت“ کا ہے۔ یہ جو آپ لوگ من جہری سنتے رہتے ہیں یہ اسی ہجرت کی یادگار ہے۔ یاد رکھئے کہ سال کی ابتداء ہجرت سے کرنا کوئی اتفاقی امر نہیں بلکہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیش نظر بڑی بڑی حکمتیں تھیں۔

پہلی حکمت:

ایک حکمت یہ تھی کہ برسنے سال کے شروع میں جب ہجرت کی یادگار سامنے آئے گی، روزِ مرہ کی عام مہنگو میں جب من جہری کا تذکرہ آئے گا، یا قمر میں درج کریں گے تو واقعہ ہجرت کی یاد تازہ ہو جائے گی اور فوراً خیال آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی حفاظت کے لئے سب کچھ چھوڑا حتیٰ کہ وطن سے ہجرت کی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی دین کی خاطر سب کچھ قربان کیا، وطن سے بے وطن ہوئے، یہی بچوں کی قربانی دی، اس کے علاوہ حقیقی چاندیادیں چھوڑیں، مال و دولت کو لات ماری، وسیع حجازیوں کو بھی خیر باد کہا غرض سب کچھ قربان کیا کس لئے؟ صرف ایک اللہ کو راضی کرنے کے لئے، ہجرت کا تصور کرتے ہی ان سب کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اسلامی تقویم کی ابتداء ہجرت سے کرنے کی یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی یہ لفظ زبانِ پاکلم پر آئے مکان میں پڑے، خطر سے گزرے اس سے وابستہ یادیں تازہ ہو جائیں اور گناہ چھوڑنے پر دین کی خاطر قربان ہونے پر ہمت بلند ہو۔

ہجرت کی بات چل رہی ہے اس ضمن میں ایک اہم بات سمجھ لیجئے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”المهاجر من هجر ما نهى الله عنه“ (اصحیح بخاری)

ترجمہ: ”مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ممانعت چھوڑ دے۔“

یہاں وہ چیزیں ہیں۔ ایک ہے ہجرتِ ملامی صورت اور دوسری اس کی حقیقت،

صورت تو ہے دین کی خاطر اعزہ و اقارب، اور وطن کو چھوڑنا اور ہجرت کی روح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مسلمان اس کی نافرمانی سے باز آ جائے، ہر قسم کے گناہ چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ کے خطاب سے نیچے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحظ و مقصود بنا لے، اس کی خاطر تمام خواہشات کو قربان کر دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پوری تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ ان حضرات نے دین کی خاطر دونوں قسم کی بھرتیں کیں، مکہ مکرمہ جیسے مقدس شہر بھی چھوڑا اور ساتھ ساتھ اپنی تمام خواہشات بھی قربان کیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے، ذرا سی لٹلی صابر ہونے پر کاپ اٹھتے اور اس کی خلافی کئے بغیر چین سے نہ بیٹھتے۔ بارہ لٹے اور لٹے چھوڑنا صرف ہجرت کی صورت ہے، ہجرت کی روح تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑنا ہے۔ اگر کوئی مسلمان دین کی خاطر اپنا وطن نہیں چھوڑتا مگر اپنے دین میں، حج، عروہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے، اپنے دین کو محفوظ رکھتا ہے، اگر اپنے دین کی صورت حاصل نہیں ہوتی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ”مطابق اسے ہجرت کی حقیقت اور روح حاصل ہوگی۔“ صحیح بخاری کی پہلی حدیث میں ہے۔

”من کانت ہجرۃ انہی اللہ ورسولہ فہجرۃ الی اللہ

ورسولہ ومن کانت ہجرۃ الی دنیا بصیہا او الی امرأۃ

ینکحہا فہجرۃ الی ما ہاجر الیہ۔“

فرمایا کہ جس نے مکہ سے ہجرت کی، اس وقت اللہ تعالیٰ کا مطالبہ بھی تھا کہ مسلمان مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کو وطن بنائیں۔ اس وقت ان حالات میں مسلمانوں کے لئے مکہ مکرمہ میں، حج، عروہ دین کی حفاظت ممکن نہ تھی تو فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی فہجرۃ الی اللہ ورسولہ اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبول ہے اور مہاجرین کی لہرست میں اس کا نام لکھا دیا گیا اور جس نے اللہ کا حکم سمجھ کر نہیں بلکہ کسی

دعویٰ غرض سے ہجرت کی ایسی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبول نہیں۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ دعویٰ مال و متاع اسے بکھڑے کچھل جائے، کسی حد تک مادی قطع اٹھائے لیکن یہ ممکن ہے کہ اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قابل قبول ہو۔

اسلام نے اپنے شیعین کے لئے ایک مستقل کام قائم کیا۔ ذرا سوچئے کہ جب نیا سن بھری شروع ہوتا ہے تو آپ جب اس کام لیتے ہیں یا سنتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس کی حقیقت کی طرف کچھ توجہ ہوتی ہے کہ ہجرت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان سے بھی بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تہ صد تھے؟ اس ضمن میں ان حضرات نے کیا کیا مشقتیں برداشت کیں؟ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے سبق اور ہجرت حاصل کرنے کی توفیق دے فرمائیں اور ہر قسم کی ہفامتوں سے توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دوسری حکمت:

دوسری حکمت ہے ”اسلامی تشخص“ تشخص کے معنی ہیں کسی جماعت کا اپنی مستقل حیثیت بنانے کے لئے کوئی اعیانہ شان مقرر کرنا۔ دیکھ لیجئے وہ نہ میں جتنی قومیں ہیں، جتنے مذاہب رائج ہیں ہر ایک کا کوئی نہ کوئی شعار، کوئی نہ کوئی مخصوص پچکان مقرر ہے۔ کسی کا کوئی مخصوص جھنڈا ہے، کسی کا مخصوص لباس ہے۔ بعض لوگ اپنا تشخص بنانے کے لئے بڑی بگڑی بانہ بستے ہیں، بعض کی پچکان کالی بگڑی ہے، غرض دنیا میں ہر قوم اور ہر فرقہ نے اپنا کوئی نہ کوئی نشان مقرر کر رکھا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دوسری قوموں سے ممتاز رکھنے کے لئے شعار مقرر فرمائے ہیں۔ سن بھری بھی مسلمانوں کا شعار ہے۔ ہر قوم اپنے اپنے شعار پر سختی سے کار بند ہے۔ بعد تو ہم کا شعار ہے سر کی چوٹی اور اجموتی، وہ لوگ سر پر چوٹی رکھتے ہیں اور نیچے

ہوتی ہاں تھے ہیں، حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

۱۔ ہمارا میل کیا اس قوم سے یہ قوم کھوئی ہے

کہ مذہب ان کا چوٹی اور تمدن اک نکلونی ہے

ہندو قوم کے تشخص میں زنا رہی داخل ہے یہ ایک تاکا ہوتا ہے جسے گلے میں لٹکاتے ہیں۔ اسی طرح سکھ قوم کا تشخص ہے ڈاڑھی پگڑی اور کرپان۔ کرپان جھوٹی سی تلووار ہوتی ہے۔ بلکہ مشہور ہے کہ سکھ قوم کا تشخص چار کاف ہیں کرپان، گزرا کیس (سر کے بال) اور کچھا۔ اپنا تشخص قائم رکھنے کے لئے یہ لوگ سر پر بڑے بڑے بال رکھتے ہیں پھر خاص طریقے سے ان کا جڑا باندھ لیتے ہیں پھر ہاتھوں کے اوپر پگڑی، ہاتھ میں گزرا اور ساتھ کرپان۔ اس میں بھی مسلمانوں کے لئے دعوت فکر ہے کہ یہ سکھ قوم جہاں کہیں جائے ہر حکومت سے اس نے کرپان رکھنے کی اجازت ملے رہی ہے۔ انگریزوں سے لے کر آج تک کوئی حکومت انہیں کرپان رکھنے سے منع نہ کر سکی لیکن دوسروں کو ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں بلکہ بعض حالات میں حکومت کی طرف سے خصوصی عزم جاری ہو جاتا ہے کہ کسی کو چاقو رکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ اس کے باوجود سکھ اپنی کرپان ساتھ رکھتے ہیں لیکن مسلمانوں میں چاقو رکھنے کی بھی ہمت نہیں دہنتے پھرتے ہیں۔

بمبئی میں ایک بار سنا تھا کہ مسلمانوں نے پنجاب میں تحریک چٹائی تھی کہ جیسے کرپان سکھوں کا شعار ہے ویسے ہی تلووار مسلمانوں کا شعار ہے اس لئے مسلمانوں کو تلووار رکھنے کی اجازت دی جائے۔ ان کی تحریک کامیاب ہوئی اور حکومت پنجاب نے مسلمانوں کو تلووار رکھنے کی اجازت دے دی۔ حکومت بھی انگریز کی تھی لیکن مسلمانوں کی تحریک کو دیا نہ سکی مجبوراً اسے تلووار رکھنے کی اجازت دینا پڑی مگر افسوس ہے مسلمان قوم پر کہ مطالبہ منوانے کے باوجود اس نے تلووار نہیں رکھی۔ آج کا مسلمان ایسا بزدل اور ڈرچاک ہے کہ تلووار کے نام سے بھی اسے ڈر لگتا ہے، تلووار تو بڑی چیز ہے اگر کوئی

اس پر غلیل کا فائدہ چھوڑ دے یا کہیں چٹائے کی آواز سن لے تو گویا اس کی جان نکلی جا رہی ہے۔ اس شاہین کو انگریز ملعون نے ایسا بزدل بنا دیا کہ جہاد اور قتال کے نام سے اسے دھشت ہونے لگی ہے، سکوار اور اسطحا کا نام سن کر بہ کئے لگتا ہے، اس کی بزدلی عمل سے ترقی کر کے عقیدہ تک سرایت کر گئی ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ اسطحا اٹھتا اور کافروں کو ٹھکانے لگاتا دین و ایمان کے خلاف ہے۔ کیا عجیب بات ہے جس علم سے قرآن کے تمیز پارے اور حدیث کا ذخیرہ ہمارا پڑا ہے، انبیاء کرام، پیغمبر اصفیٰ و السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیوں میں ہمیں یہ ہو نہیں سکتا کہ آج کے مسلمان کو اچھا نہیں لگتا۔ اس کام سے اس کے دین و ایمان پر خوف آتا ہے۔ اسکو کو اس نے دھشت گردی کی حدت سمجھ لیا ہے، بس آج کے مسلمان کا کام یہی رہ گیا ہے کہ وہ کافروں کے سامنے بکری رہے، ان کے ہاتھوں تلخ ہوتا رہے۔ کوئی اس کی سران پر چھری رکھ دے تو یہ چپکا پڑا رہے گا، ٹپے کا نام نہ لے گا کہ نہیں ایمان نہ ہو کہ چھری چلاتے ہوئے کافر کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچے۔

اپنے بچپن کا قصہ یاد آگیا ہم کوئی مرنے پھر کر اسے خاک میں کی گردن پر تنکا رکھ دیتے وہ سمجھتی کہ چاقو یا چھری رکھی ہوئی ہے آرام سے لیٹی رہتی اس حال میں ہم اسے چھوڑ کر چلے جاتے، دوسرا دوسرا بھیٹے رہتے۔ دو، تین جگہ پڑی رہتی کہ اگر ڈرا حرکت کی تو پھری چل جائے گی اور گردن ٹٹ جائے گی۔ ہم چھوڑ دے بعد اسے اٹھتے کہ مرنے مرنے اٹھتا چاقو بچ گئی۔ ملعون انگریز نے بھی آج کے مسلمان کا ذہن ایسا مسخ کر دیا کہ یہ اسطحا کے نام سے ڈرتا ہے۔ اس سے دور بھاگتا ہے۔ کہتا ہے کہ اسطحا اٹھتا شریفیوں کا کام نہیں ہے تو دہشت گردوں اور بے دینوں کا کام ہے۔ انہوں نے جو کام دین کی ترقی کا ذریعہ تھا جس کی برکت سے دین پوری دنیا پر غالب آیا تو آج کل کے مسلمانوں کی نظر میں وہ بے دینی کی علامت بن گیا۔

بات ہو رہی تھی شخص کی، ہندو، سکھ، پارسی، غرض کہ ساری قومیں اپنے مذہبی

تخصّص کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کا اعتباری تخصّص برقرار رکھنے کے لئے انہیں بہت سے احکام کا پابند کیا ان میں سے ایک حکم دلائی کا ہے جو مسلمانوں کا خاص شعار اور تخصّص ہے۔ دوسری چیز تکوار ہے جو اسلام کی عزت اور سر بلندی کا ذریعہ ہے۔ ہر مسلمان کو تکوار رکھنی چاہئے۔ یہ جہاد کی یادگار اور مسلمانوں کا تخصّص ہے۔ تیسری چیز ہے قمری سال کا اہتمام، روزہ مرہ کے حساب کتاب میں یہ بھی اسلام کا تخصّص ہے۔

تیسری حکمت:

شریعت کے بہت سے احکام قمری سال سے وابستہ ہیں۔ قمری سال کا حساب لگائے بغیر ان احکام کی تکمیل ممکن نہیں۔ وہ کون کون سے احکام ہیں؟ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف وہ چیزوں کا تعلق قمری سال سے ہے یعنی روزہ اور حج مگر حقیقت یہ ہے کہ روزہ اور حج کے علاوہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کا تعلق قمری سال سے ہے روزہ اور حج کا مسئلہ تو سب کو معلوم ہی ہے، نماز، زکوٰۃ، قربانی اور دوسری بہت سی عبادات کا تعلق بھی قمری حساب سے ہے، اس کی یکم تفصیل سنئے۔

نماز:

نماز کی فرضیت کا مدار عمر اور ایام صحت پر ہے اور ان دونوں کا تعلق قمری حساب سے ہے شخصی سے نہیں اس کی تفصیل ذرا آگے چل کر بتاؤں گا۔

زکوٰۃ:

چاند کے جس مہینے کی جس تاریخ میں بقرہ نصاب مل لیا اس تاریخ سے قمری سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، اس میں بھی قمری سال شمار کیا جائے گا، شخصی سال کا اعتبار نہیں۔

مید الفطر، مید النخی، صدقہ الفطر، قربانی اور بحیرات بحرین کا تعلق قمری حساب

سے سب جانتے ہیں۔

عمر:

احکام شریعہ میں جہاں کہیں بھی عمر کا ذکر ہے وہاں قمری حساب ہی لگانا فرض ہے شمسى حساب جائز نہیں، شریعت کے کئی احکام عمر سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً: اعتبار حمل، حجاز، سقط، عدت، حمل، ثبوت نسب، عدت، رضاع، حرمت رضاع، حق مضامات، جب بچہ چار سال کا ہو جائے تو آگے پیچھے سے اس کا ستر ہذا ضرورت دیکھنا جائز نہیں، ران و خیمہ دیکھ سکتے ہیں، سات سال کی عمر ہونے پر ران و خیمہ بھی نہیں دیکھ سکتے، سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دینا فرض ہے اور وہی سال کا ہونے پر بارگاہ نماز پر مصوات فرض ہے۔ وہی سال کی عمر میں بستر الگ کرو دینا فرض ہے، لڑکی کو نو سال کی عمر میں پردہ لڑکے سے وہی سال کی عمر میں پردہ۔

لڑکی کے مراہق (قریب البلوغ) ہونے کی عمر نو سال ہے اور لڑکے کے مراہق ہونے کی بارہ سال، اس پر شریعت کے کئی احکام مرتب ہوتے ہیں۔

سن بلوغ:

بلوغ احکام کا مختلف ہونے کی بنیاد ہے، اس میں بھی بہا اوقات مقررہ کر دینا چاہتا ہے، اگر لڑکی اور لڑکے میں بلوغ کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو دونوں کے لئے انتہائی عدت چودہ سال ہے۔

حیض، نفاس اور استحاضہ:

ان میں بھی قمری حساب کا اعتبار ہے۔

نکاح:

نکاح اور طلاق نکاح کا اعتبار اور اس پر مقرر احکام۔

طلاق:

طلاق کے وقوع اور اس سے رجوع کے احکام۔

عدت:

بابط اور آنسہ کی طلاق کی عدت تین مہینے، باطلہ کی تین حیض، حاملہ کی وضع حمل۔ موت کی عدت چار ماہ دس دن اور حاملہ ہو تو وضع حمل۔

مفقود:

کسی لاپتہ شخص کو مفقود قرار دینا اور پھر اس پر مرتب ہونے والے کی احکام۔
فرضیکہ اسلام کے جتنے احکام ہیں تقریباً سارے کے سارے قمری تاریخوں سے وابستہ ہیں کوئی بلا واسطہ کوئی بالواسطہ۔

چوتھی حکمت:

چوتھی حکمت ہے محبت کا تعلق۔ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے اس میں کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو بہر کیف اس کا تذکرہ کرتا ہے، موقع بے موقع اس کا نام لیتا ہے اور جس چیز سے محبت نہ ہو اس میں خواہ کتنے ہی منافع کتنے ہی نظر انداز کر دیتا ہے، اس کا نام زبان پر لانا گوارا نہیں کرتا۔ فرض محبت میں بڑی کشش ہے۔ اسی اصول کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے حال کا جائزہ لیں۔ ہجری تقویم کے ساتھ ان کا رویہ دشمنوں کا سا ہے۔ عوام تو رہے ایک طرف بڑے بڑے علماء و مشائخ بھی اپنی تحریر و تقریر اور روز مرہ کی گفتگو میں بے دھڑک عیسوی تقویم استعمال کرتے ہیں۔ کسی معمر بزرگ فاضل دین بندہ سے ملاقات ہوئی اور معلوم دین بندہ میں داخلہ لینے اور وہاں سے فراغت کا عیسوی سن بتایا، ہجری سن انہیں یاد نہیں تھا، مجھے ان کی اس حالت پر اتنا افسوس ہوا کہ بتانہیں سکتا۔ ان مولانا صاحب سے کوئی یہ پوچھے کہ اللہ کے بندے اتم جو مسلسل چار

سال دارا اعلیٰ کا دعوہ بند میں نہ تعلیم رہے وہاں اپنے استاد سے کبھی مثنیٰ سال کا نام سنا تھا؟ آپ نے جب داخلہ کا فارم بھرا تھا تو فارم پر مثنیٰ تاریخ درج تھی یا قمری؟ وہاں جب ہر مہینے کی ٹیکہ تاریخ کو دیکھ لیتا تھا اور آپ کو ٹیکہ تاریخ کا شدت سے انتظار رہتا تھا تو وہ ٹیکہ چاند کی ہوتی تھی یا جنوری فروری کی؟ اسی طرح اسباق کی جو تاریخ متعین تھی کہ فلاں تاریخ کو اسباق شروع ہوں گے تو وہ تاریخ کون سی ہوتی تھی اسلامی یا انگریزی اسی طرح سال کے اختتام پر جو تعطیلات ہوتی تھیں وہ کن تاریخوں میں ہوتی تھیں؟ فرض وہاں سالہا سال تک ہر چھ قمری تاریخوں کے حساب سے دیکھتے، سنتے اور پڑھتے رہے پھر انعام قمری تاریخوں سے وابستہ تھا مگر مولانا صاحب اس ماحول سے باہر آتے ہی سب کچھ بھول گئے، کتنی محبت ہے انگریزی سے، آپ لوگوں نے شاید کبھی اس طرف توجہ کی ہو اب تو میں نے زیادہ کہنا چھوڑ دیا ہے پہلے بہت کہتا تھا کہ آج کل کا مسلمان انگریزی کا دلدادہ ہے، انگریزی الفاظ بڑے فخر سے بولتا ہے بلکہ بہت زیادہ بولتا ہے۔

انگریز کا پٹھان

ایک دن اچوتے کا قصہ بھی سنا تا رہتا تھا۔ دارا پھارہ پرانے ذہن کا تھا۔ دارا نے پوتا سے کہا کہ ”وہ چانک بند کرو۔“ پوتا پوچھتا ہے ”کہاں رکھی ہے؟“ دارا نے کہا ”اُسے چانک بند کرو۔“ لیکن پوتا کہتا ہے ”دارا وہ رکھی کہا ہے؟“ دارا سمجھا کہ شاید اس کی بات اسے سنائی نہیں دے رہی تو اس نے زور سے کہا ”میں کہہ رہا ہوں چانک بند کرو چانک۔“ لیکن پوتے کا پھر وہی سوال ”رکھی کہاں ہے؟“ آخر کافی عرصہ کے بعد چھارہ دارا سمجھا کہ یہ انگریز کا پٹھا کچھ ہی نہیں رہا کہ چانک کسے کہتے ہیں۔

سے وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کر گھسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے رو و دم شاہ بہاری

نظر اتر انگریز کا چننا، انگریز کا لفظ اور جھلا کیا کچھ کہ چھانک کیا ہے۔ آخر وہاں نے کہا ”گیت بند کر دو“ پتا ہوا ”ہاں تو یہیں نکلیں تا گیت بند کر دو۔“

انگریزی بولنے کی حیثیت:

یہاں آپ کو ایک اہم بات بتانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں جو انگریزی بولنے پر قنن رہتا ہوں اور بلا ضرورت بولنے سے روکتا ہوں، اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ کوئی ناجائز اور حرام کام ہے۔ جیسے دنیا کی دوسری زبانیں ہیں ویسے ہی انگریزی بھی ایک زبان ہے اس کا بولنا کوئی گناہ نہیں، لیکن میں جو اس پر بار بار صبر کرتا ہوں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آج کا مسلمان انگریز کی محبت میں گرفتار ہے، دل میں اس کی محبت اور عظمت بھری ہوئی ہے۔ انگریز سے محبت کا یہ عالم ہے کہ چھوٹا سا بچہ جب توغلی زبان میں بولنا شروع کرتا ہے تو والدین اور بھائی بہن اسے انگریزی الفاظ سکھاتے ہیں۔ جب وہ لفظ سیکھ لیتا ہے تو یہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اسے وہ بیٹے شاہاش۔ لیکن عربی سے لگاؤ کی یہ حالت ہے کہ بڑھا ہو جاتا ہے مگر قرآن کے وہ چار لفظ بھی سمجھ نہیں کر پاتا۔ مر جاتا ہے مگر قرآن کے الفاظ سمجھ نہیں دیتے، عربی زبان تو الگ دینی قرآن سمجھ نہیں دیتا۔ انگریزی کے الفاظ پیدا ہوتے ہی بیکھنا شروع کر دیتا ہے بلکہ گویا پیدا ہونے سے بھی پہلے ماں کے پیٹ سے ہی نکل کر آتا ہے، یہ ہے آج کے مسلمان کی انگریز پرستی کا عالم۔

انگریزی سے نفرت کا سبب:

بات کچھ میں آ رہی ہے کہ میں انگریزی بولنے سے کیوں منع کرتا ہوں؟ انگریزی بیکھنا حرام نہیں، اس کے الفاظ استعمال کرنا بھی ناجائز نہیں، میں صحیحہ صرف اس لئے کرتا ہوں کہ زبان کے الفاظ دراصل دل کی فطرتی کرتے ہیں۔ زبان سے نکلنے والا ایک ایک لفظ دل کے راز کھولتا ہے۔ انہوں نے آج کے مسلمانوں کو قرآن

سے محبت نہیں دل میں اس کی عظمت نہیں مگر انگریز مردود کی محبت اور عظمت دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، بتائیے یہ چیز خطرناک ہے یا نہیں؟ اگر قرآن سے ذرا سی بھی محبت ہوتی تو کم از کم اس کے الفاظ ہی گھج کر لینے مگر اتنا بھی نہیں کر پاتے۔
 وحط "حقوق القرآن" پڑھا کریں۔

میں بتا رہا تھا کہ کسی مولانا صاحب نے بتایا کہ وہ سن چالیس میں دہلی بند پڑھنے گئے تھے، جیسوی سن بتایا، میں نے کہا مجھے تو جیسوی سن یاد نہیں، بھری یاد ہے میں سن اسیسٹھ میں گیا تھا آپ اس سے پہلے تھے یا بعد؟ لیکن انہیں بھری سال یاد نہیں، مولانا صاحبان کو سن بھری یاد نہیں رہتا یہ تو بات تھی دارالعلوم دہلی بند کی، یہاں پاکستان میں جتنے مدارس اعلیٰ ہیں، جتنے بھی جامعات اسلامیہ ہیں ان کا پورا انجم و نسیق قمری تاریخوں سے وابستہ ہے۔ ملک بھر میں مدرسے کھلتے ہیں شول میں اور بند ہوتے ہیں شعبان میں تعطیلات کے مہینے شعبان اور رمضان ہیں پھر تعطیلات ختم ہونے کے بعد اسباق شروع ہونے کی تاریخیں قمری ہیں۔ ان مدارس میں کتبوں ہیں اور وحیفے بھی قمری تاریخوں میں دیئے جاتے ہیں۔ غرض ان کا پورا ڈھانچہ قمری تاریخوں سے چپڑ ہوتا ہے، لیکن ہندو مدارس کے اساتذہ اور طلبہ اپنی تحریریں میں جب تاریخ ڈالیں گے تو انگریزی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ! پتا چلا کہ ان علماء و طلبہ کے ذہن میں انگریزی کی محبت اسلام کی محبت سے زیادہ ہے۔ ان کے دلوں میں انگریزی کی محبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ ہے۔ کسی کو انگریزی تاریخ لکھنے کی مجبوری درپیش ہو تو اس کا مسئلہ الگ ہے اس سے متعلق بعد میں بتاؤں گا لیکن اہل مدارس کو اس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ بسا اوقات بڑے بڑے جامعات سے اساتذہ کے خطوط آتے ہیں ان پر تاریخ انگریزی درج ہوتی ہے تو میں ان لوگوں کو یہ جواب لکھتا ہوں کہ آپ کے جامد کا سارا نظام اسلامی تاریخوں کے مطابق چل رہا ہے وہی لکھنا بھول جاتے ہیں؟ اسلامی تاریخ یا انہیں رہتی انگریزی یاد رہتی ہے، اپنی دور مزہ کھنگو

اور تحریروں میں وہی استعمال کرتے ہیں۔

ایک بار ایک بہت بڑے جامعہ کا اجلاس ہو رہا تھا میں بھی اس میں شریک تھا۔ کسی نے پوچھا کہ ”کلاس مولانا صاحب کہاں ہیں؟ دوسرے مولوی صاحب جواب دیتے ہیں ”لیٹرین میں گئے ہیں“ مجھے یہ سن کر بڑا تعجب ہوا، میں نے ان سے کہا کہ یہاں پاخانے میں بھی آپ کو وہی انگریزی کا لفظ پلوا یا اور کسی زبان کا نہ آیا؟ وہ جامعہ بھی کوئی معمولی نہیں ملک کے بڑے جامعات میں سے ہے۔ اس میں بڑے بڑے علماء اور مفتیوں کا اجتماع ہو رہا ہے اس موقع پر بھی انگریزی ہی سوچھی۔

اسی طرح ایک بار ایک مولانا صاحب سے پوچھا کہ ”کلاس مولانا صاحب کہاں ہیں؟“ تو کہنے لگے ”کلاس میں پڑھانے گئے ہیں“ ارے وہ مولانا! کیا کہنے اس ”کلاس“ کے جیسی آپ کی کلاس ہے ویسے ہی آپ کے کلاسی ہوں گے۔ ایک بار پھر تنبیہ کرتا ہوں کہ انگریزی سیکھنا، پڑھنا فی نفسہ ناجائز اور حرام نہیں۔ جیسے دنیا بھر کی زبانیں ہیں ویسے ہی یہ بھی ایک زبان ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ انگریزی بولنے والوں کے دل میں کیا ہے؟ وہ کون سی چیز ہے جو انگریزی بولنے پر مجبور کر رہی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ چیز دل میں ٹھسکی ہوئی انگریزی کی عظمت و محبت ہے۔ اس محبت نے ایسا اندھا بہرا بنا دیا ہے کہ اسلامی تاریخ کھٹا بھول جاتے ہیں۔ گویا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام پر اس کی انگریزی ہی غالب ہے۔ میں ہر سال اس پر تنبیہ کرتا ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کا بھی وہی قصہ ہے کہ آنسو بہا آسمان، روٹی کا ٹکڑا دنیا مشکل۔ جہاں آپ لوگ اپنے حالات میں دوسری چیزیں نکھتے ہیں وہیں بھی تو یہ بھی لکھ دیا کریں کہ میں پہلے انگریزی تاریخ لکھا کرتا تھا، انگریزی پڑھنا تھا لیکن جب سے یہ بیان سنا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی، انگریزی کی محبت دل سے نکال دی اور اپنی محبت سے اسے منور فرما دیا، کم از کم اصلاحی مخطوط میں تو کوئی ایسی اطلاع آئے۔

ضرورت کے تحت انگریزی لکھنا:

ہاں یہ بات کہ کبھی کسی مسلمان کو انگریزی تاریخ لکھنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت کے تحت انگریزی تاریخ لکھنے میں حرج نہیں لیکن اس کے ساتھ ایک کام ضرور کر لیا کریں وہ یہ کہ اگر آپ نے ضرورت سے انگریزی تاریخ لکھی تو اس کے ساتھ اسلامی تاریخ بھی لکھ دیں بلکہ اسلامی تاریخ پہلے لکھیں۔ ہمارے ہاں یہ دستور ہے کہیں بھی کسی ضرورت سے کسی دفتر یا سرکاری محکمہ سے خط و کتابت کرنا پڑے تو پہلے اسلامی تاریخ لکھتے ہیں اس کے نیچے انگریزی تاکہ پڑھنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ یہ دونوں تاریخیں ان کی خاطر لکھ دیتے ہیں اگر صرف اسلامی لکھیں تو شاید وہ لوگ قبول ہی نہ کریں۔

کسی کو یہ افکار ہو سکتا ہے کہ شادی یا کسی اور تقریب کی اطلاع کے لئے اگر وہ اسلامی تاریخ استعمال کریں تو وہ تو ایک دن آگے پیچھے بھی ہو سکتی ہے اس لئے چاند کے اعتبار سے قمری الوقت تعیین ممکن ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ تو اسلامی لکھیں لیکن تاریخ کے ساتھ دن بھی لکھ دیں، اب تو کوئی افکار نہیں رہے گا۔ اصل معیار دن کو دیکھیں کہ کلاں تاریخ اور کلاں دن میں اقرب ہے اور اگر اس طریقہ پر عمل کرے کسی کے لئے مشکل ہو تو پہلے اسلامی تاریخ کے ساتھ انگریزی تاریخ نیچے لکھ دیں، اب تو کوئی اعتراض نہیں رہے گا۔ لیکن کیا کیا جائے یہاں تو سارا نظام ہی انگریزی تاریخ پر چل رہا ہے۔ علماء، طلبہ، صوفیہ، علماء سب ہی اس کی پیٹ میں ہیں۔ ہر ایک کی زبان پر انگریزی، عجم پر انگریزی۔

شمسی تقویم کا بے ڈھنگا پن:

جو ایک افکار ذکر کیا گیا تھا کہ اسلامی تاریخ میں تو ایک دن آگے پیچھے ہو جاتا ہے، اس لئے وقت کی صحیح تعیین نہیں ہو پاتی اس بارے میں ایک بڑی عجیب بات بتاتا

ہوں۔ شاید آپ نے پہلے کبھی نہ سنی ہو۔ وہ یہ کہ شخصی تقویم کا نہ کوئی قاعدہ ہے نہ قانون۔ پوری دنیا بس اندھی چال چل رہی ہے۔ ایک دوکانے میں جہ پوری دنیا کو چلا رہے ہیں۔ پوری دنیا اس آنکھیں بند کئے ہمارے پیچھے چل رہی ہے ورنہ دلیل کچھ نہیں، بس جیسے ہم کہتے ہیں آنکھیں بند کئے ہمارے پیچھے چلے آؤ۔ مثلاً آج جون کی دوسری تاریخ ہے تو کوئی بتا سکتا ہے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ وہ کانے میں بیٹھ رہے ہیں۔ ورنہ پوری دنیا کو آپ تھری (چیلنج) کریں، لیکن کہ آج جون کی دوسری نہیں بلکہ ہنوری کی پہلی ہے اس دعوے کو دلیل سے روکر کے دکھاؤ مگر دلیل کسی کے پاس کچھ نہیں۔ تردید کریں گے تو یہی کہہ کر کہ سب کہہ رہے ہیں آج جون کی دوسری ہے۔ ساری دنیا کہہ رہی ہے لیکن جو دنیا کی بات نہ مانے کہے کہ ساری دنیا فی کرجھوٹ بول رہی ہے تو اس کی بات کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔ اس طرح انہوں نے ساری دنیا کو پاگل بنا رکھا ہے۔ مزید سننے کے لوگوں کو کس طرح الو بنایا۔ فروی یوں تو ہمیشہ اٹھائیں دن کا ہوتا ہے لیکن ہر چار سال بعد فروی اٹھیں دن کا ہونا جسے ”لیپ کا سال“ کہتے ہیں۔ اس کی کیا دلیل ہے؟ بس ہم نے کہہ دیا۔ یوں ان کانے راجاؤں نے ساری دنیا پر اپنی بات مسلط کر رکھی ہے۔

شخصی جرنلوں کا معطوم کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں مگر اس کا پورا پورا حساب تو ممکن ہی نہیں۔ یہ تو ایسا معرکہ ہے کہ بڑے بڑے ماہرین اس سے عاجز آچکے ہیں۔ پہلے ہر چار سال کے بعد ایک دن کا اضافہ کیا گیا پھر سولہ سال کے بعد چار کر پچاس دن زیادہ ہو گئے ہیں۔ سال کو دس دن پیچھے ہٹاؤ۔ پھر ہر سو سال کے بعد ایک دن گھٹا دیا جائے، پھر ہر چار سو سال کے بعد ایک دن بڑھا دیا جائے۔ اسی وجہ بن میں گئے رہتے ہیں۔ کبھی بڑھاؤ کبھی گھٹاؤ اور کوئی ان سے پوچھے کہ کیوں گھٹایا کیوں بڑھایا تو سوائے اس کے کوئی جواب نہیں۔

اس بارے میں چوری دنیا چند بڑے جھگڑوں کی اندھی تھلید کر رہی ہے۔ بس کا راجہ جو کہہ دے ماننا پڑے گا، صدیوں تک جو ٹیٹس ایکٹس اور سینز وغیرہ کیے بعد دیگرے دنیا کے ذہنوں پر مسلط رہے، پھر پاپ گریگوری نے ان کے تسلط پر اپنا قبضہ جمایا اور ۱۱۹ اکتوبر ۱۲۹ اکتوبر کو دیا، ۱۱۱۱ ازلی بروزہ صدی جو چار پر برابر تقسیم نہ ہو اس کے آخری سال کے فردی کو اٹھائیس دن کا قرار دینے کا حکم دیا، اگلی ٹکوں نے پوپ کی بجاوت کی لیکن ہذا ظہر یہ بھی مب کو اپنی ذہنی تلاقی میں جٹا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

ج آ کے آ کے دیکھئے ہوتا ہے کیا

مسلمان کے قلب پر انگریز کا رعب:

آج کا مسلمان عیسائیوں سے بہت مرعوب ہے ایک شخص نے اپنے حالات میں لکھا کہ وہ غوردارک ایئر پورٹ پر اترے تو وہاں ایس محسوس ہوا کہ مسلمان عیسائیوں سے اس قدر مرعوب ہیں کہ امریکیوں کے سامنے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے شرماتے ہیں۔ شرماتے ہیں کہ مسلمان گھرانے میں کیوں پیدا ہو گئے کسی امریکی گھر میں کیوں نہ پیدا ہوئے۔

مسلمانوں کی مرعوبیت پر ایک قصہ یاد آگیا۔ مجھے جب اوقات نماز کی طرف توجہ ہوتی تو شرعاً شرعاً میں کچھ نقشے مرتب کئے اور صبح صادق کا مسئلہ اٹھایا۔ ملہ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ہر جگہ صبح کا اب کو صبح صادق سمجھا جا رہا ہے۔ ان دنوں خیال آیا کہ یہ جو لوگ اسکولوں، کالجز اور یونیورسٹیوں میں تعلیمات پڑھتے پڑھتے جڑ جاتے ہیں ذرا معلوم کیا جائے کہ انہیں کچھ آتا بھی ہے؟ نہیں، ظلم آباد انہر چار میں دارالافتاء سے مشرق کی طرف چند مکان چھوڑ کر محلہ موسمیات کا دفتر تھا۔ میں نے وہاں سے ایک شخص کو بلوایا اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ اوقات کیسے مرتب کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کا جواب میں نہیں دے سکتا، مجھ سے ایک بڑے افسر ہیں میں انہیں لے

کر آؤں گا وہی جانیں گے۔ انہیں لائے تو ان سے میں نے پوچھا کہ یہ طلوع و غروب کے اوقات آپ کیسے مرتب کرتے ہیں کہ فلاں شہر میں طلوع اسے پہنچے ہے اور غروب اسے پہنچے، باقی نمازوں سے تو ان کا سرکار ہی نہیں صرف طلوع اور غروب سے واسطہ ہے اور یہ کہ صبح کے وقت پہلی روشنی اسے پہنچے نمودار ہوتی ہے۔ صبح کاذب یا صادق سے بھی کوئی واسطہ نہیں، ہیں ہی سارے کاذب صادق سے ان کو کیا مطلب۔ ان سے جب میں نے یہ سوال کیا تو یہ بولے میں تو نہیں جانتا البتہ ایک تیسرے شخص مجھ سے بھی پڑے ہیں انہیں لاؤں گا وہ جواب دیں گے۔ تین چار بار تو یہی ہوا کہ ایک دوسرے پر ٹالتے رہے، آخر کئی پتھروں کے بعد ان کا سب سے بڑا افسر آیا اس نے کہا کہ مرکزی دفتر میں سب سے بڑے ماہر ہیں میں انہیں لاؤں گا۔ میں نے کہا کہ ایمان ہو کہ آپ جس بڑے کو لائیں وہ بھی کہہ دے کہ مجھ سے ایک اور بڑا ہے میں اسے لاؤں گا۔ خواہ خود میرا اور اپنا وقت ضائع کریں گے اس لئے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے چہتے بھی بڑے ہیں اور بابا من دون اللہ۔ سب کو مرکزی دفتر میں جمع کر لیجئے، اجتماع کی تاریخ اور وقت کی اطلاع مجھے دے دیجئے میں خود وہاں پہنچ جاؤں گا سب بڑے چھوٹوں کو انشاء اللہ ایک ہی بار میں منادوں گا۔ اس تجویز کے مطابق سب ماہرین جمع ہو گئے میں بھی سب وعدہ پہنچ گیا۔ دیکھا کہ سب جمع ہیں میں نے ان سے پوچھا آپ لوگ اوقات کس طرح نکالتے ہیں؟ کہنے لگے یہ تو آسان سا کام ہے۔ انہوں نے ایک کتاب ”فرنگل الہیک“ نکالی اور کہنے لگے کہ دیکھ لیجئے کراچی کا طول البلد اور عرض البلد کیا ہے، اس میں افکارہ درجات ذرا افق، درجات تو میں کہہ رہا ہوں وہ تو ڈگری کہہ رہے تھے، ذرا افق کو بھی اور کچھ کہتے ہوں گے۔ کہنے لگے ”افکارہ ڈگری کے اوقات اس میں دیکھ لیجئے یہ کھسے ہوئے ہیں۔“ میں نے ان سے کہا کہ یہ جو کچھ آپ دکھا رہے ہیں یہ تو کتاب میں لکھا ہے اور کتاب گریٹ لندن سے شائع ہوئی ہے، کتاب تو میں دیکھ چکا لیکن آپ لوگ کس مرض کی دوا ہیں؟

سو ہمیں آپ مابہر فتن ہیں اور الحمد للہ! مسلمان ہیں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی اٹھ کر اس کا امتحان لے لے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے یا غلط۔ آپ خود مابہر فتن ہو کر دوسروں کی تقلید یوں کر رہے ہیں؟ آپ کا تو یہ نظریہ ہونا چاہئے کہ کسی بڑے سے بڑے مابہر نے بھی جو کچھ لکھا ہوا ہے ہر کئے بغیر قبول نہ کریں۔ یہ یہودی کا فرکی لکھی ہوئی کتاب آپ نے مجھے تھما دی، خود بھی اس پر اسناد کئے پیٹھے ہیں۔ آخر اس کی کیا دلیل ہے کہ کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، صحیح ہے اور اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں؟ یہ سن کر وہ بولے کہ یہ کتاب تو بالکل صحیح ہے بالکل صحیح اس لئے کہ ساری دنیا اس پر مائل رہی ہے۔ بتائیے کسی کے پاس اس اندھی بہری تقلید کا کوئی علاج ہے؟ یہودیوں سے اس قدر مرعوب ہیں کہ ان کی بات کو یا آسانی سمجھ ہے۔ اس میں غلطی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ مہینہ جون کا ہے جنوری کا نہیں، دلیل پوچھئے کہ کیوں؟ تو جواب یہ ہے کہ ”ساری دنیا کہہ رہی ہے“ اگر ساری دنیا ہی کی بات پر چننا ہے تو یہ انگریزوں کی ساری دنیا ہی کہہ رہی ہے کہ اللہ ایک نہیں تین ہیں۔ دنیا میں اکثریت انہی لوگوں کی ہے، بڑی بڑی حکومتیں امریکا، کینیڈا، انگلینڈ، یورپ سب انہی کی ہیں۔ جب ان کی ساری دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ اللہ ایک نہیں تین ہیں تو پھر آپ بھی کون شروع کر دیجئے کہ اللہ تین ہیں۔ یہ ہے آج کا مسلمان۔

میں شخصی تہذیب سے متعلق بتا رہا تھا کہ شخصی مہینہ ہو یا شخصی تاریخ کسی کی کوئی واضح دلیل نہیں، بلکہ اس کے بنانے والے خود بھی تذبذب کا شکار ہیں ہر وقت کاٹ چھانٹ میں لگے رہتے ہیں، سن ۱۵۵۲ء مسیحی سے قبل سال کا آغاز مارچ سے ہوتا تھا پھر جول کر جنوری سے کر دیا، علاوہ ازیں کبھی کہتے ہیں ایک دن بڑھا دو، کبھی کہتے ہیں دن کم کر دو پھر کبھی کہتے ہیں ایک دن بڑھا دو پھر گھٹا دو۔

سہ یورپ والے جو چاہیں دل میں بھر دیں

جس کے سر پر جو چاہیں تہمت دھر دیں

بچتے رہو ان کی تجزیوں سے اکبر
تم کیا ہو خدا کے تین ٹکڑے کر دیں
شخصی معیروں کے دلوں کی تعداد اور ان میں کی بیشی کا معیار جانے والے بھی
پوری دنیا میں صرف چند افراد ہیں باقی ساری دنیا ان کی اندھی تقلید کر رہی ہے، جب
کہ قمری معیروں کا ٹکڑا ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ شخصی نظام میں اپنے
علم و بصیرت کا کوئی دخل نہیں، جیسے دو کہہ دیں آپ کو مانتا پڑے گا۔

عیسوی تقویم کی ابتداء:

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سن عیسوی کی ابتداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
ولادت سے لی جاتی ہے، یہ خیال صحیح نہیں حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں کے ہاں اور سن
گھڑت عقیدہ کے مطابق جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی چڑھایا
اس وقت سے یہ لوگ سن عیسوی کی ابتداء مانتے ہیں۔ پہلے تو یہی سوچیں کہ ان کا
عقیدہ کتنا مستحکم خیز اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ ان کے اللہ کو یہودیوں نے سولی چڑھادیا۔
یہودیوں نے عیسائیوں کا اللہ، اللہ کی بیوی کا بیٹا اور اللہ کا بیٹا مار دیا۔ پھر خود عیسائیوں کا
کہنا ہے کہ جب ان کے اللہ کو سولی چڑھایا تو وہ چیخ رہا تھا، ”ایلی، ایلی، ایلی“ ایل جبرانی
زبان میں اللہ کو کہتے ہیں۔ جب یہودی عیسائیوں کے اللہ کو سولی چڑھا رہے تھے تو وہ
چیخ رہا تھا کہ ”میرے اللہ مجھے چھ لے، میرے اللہ مجھے چھ لے۔“ خود بھی اللہ ہے پھر
اللہ کو پکارا بھی رہا ہے کہ مجھے چھ لکھئے، لیکن اللہ نے اللہ کو نہیں چھایا۔ باپ بھی اللہ، ماں
بھی اللہ، بیٹا بھی اللہ، بیٹا سولی چڑھ گیا ماں اور باپ دیکھتے رہ گئے۔ ایسے جھوٹ اور
ایسی کھلی حماقت سے ابتداء ہوئی ہے شخصی تقویم کی۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی پادری نے سوال کیا کہ ”حضرت حسین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالموں نے شہید کر دیا تو آپ کے نبی کو تو اس کا علم ہو گیا ہو گا کہ

میرے نواسے کو اس بیدردی سے شہید کیا جائے گا تو آپ کے نبی نے اللہ سے دعا کیوں نہ کی کہ یا اللہ! میرے نواسے کو ان ظالموں کے ظلم سے بچالے؟“ یہ تو پادری نے بطور اعتراض یہی بات بتائی کہ تمہارے نبی کو ظلم ہو گیا ہوگا۔ معترض تو اندھا ہوتا ہے اسے اپنے معترض سے کام ہوتا ہے خواہ بات جتنے پانہ جتنے۔ اس کا اصل جواب تو یہ تھا کہ نبی کوئی ظالم الیب تھوڑا ہی ہے کہ اسے پہلے سے معلوم ہو کہ دنیا میں کیا ہونے والا ہے۔ مگر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب اس پادری کے مزاج کے مطابق دیا فرمایا ”تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تو کی تھی، کیا آپ کو معلوم نہیں؟“ پادری نے کہا ”نہیں میرے ظلم میں تو نہیں“ مولانا نے فرمایا کہ ”تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ یا اللہ! میرے نواسے کو قتل ہونے سے بچالے لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب دیا“ میرے بیٹے کو ظالم بہرہوں نے سولی چڑھا دیا اور وہ مجھے پکارتا ہوا ایل، ایل، کہتا ہوا مر گیا حالانکہ وہ میرا بیٹا تھا میں نے تو اپنے بیٹے کو بھی نہیں بچایا، تیرے نواسے کو کیوں بچاؤں؟ پادری سے اس کا کوئی جواب نہ بن چڑا حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حاضر جوابی ضرب المثل ہے۔

ایک بار خرگوش ذبح کیا ہوا حضرت کے سامنے رکھا ہوا تھا، ایک کتا آیا اور دور سے خرگوش کو دیکھ کر چلا گیا قریب آنے کی امت نہ ہوئی۔ کوئی شہید موقع پر موجود تھا اس کی شامت آگئی اس نے حضرت کو بھیڑا، کہنے لگا ”مولانا آپ کے شکار کو کتے بھی نہیں کھاتے“ شہید مذہب میں خرگوش حرام ہے، مولانا نے فوراً جواب دیا کہ ”ہاں اسے کتے نہیں کھاتے۔“ یعنی اسے مسلمان کھاتے ہیں شہید نہیں کھاتے، شہید کو بھی کتا ہا دیا۔ یہ ہے فراموش مومن۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسی ہسیرت عطا فرمائی تھی کیسی ہسیرت:

”اتقوا غرامۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ“

ترجمہ: ”مومن کی فراموش سے بچو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔“

ایک بزرگ کے پاس ایک ہندو مولویوں کا سالہاں یمن کر معنی، تسبیح، مولویوں
 بھی لپی قبا یمن کر چلا گیا۔ خود کو معنی ظاہر کر کے پوچھنے لگا کہ یہ جو حدیث ہے
 ”اتقوا غرامۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ“ اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں
 نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے کرتے کے نیچے جو زیار چھپا ہے اسے نکال
 لیجئے، اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کی توفیق عطا فرمائی اور یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔

دارالعلوم دیوبند کا مقصد تائیس:

یہاں ایک بات خاص طور پر سمجھ لیں اور آگے زیادہ سے زیادہ دوسری تک
 پہنچا دیں کہ یہ کہ سب لوگ دارالعلوم دیوبند سے حلقہ عموماً یہی سمجھتے ہیں کہ یہ صرف
 ایک علمی ادارہ ہے۔ علوم نبوت کی حفاظت و بقا کے لئے اس ادارہ کی بنیاد رکھی گئی یا
 اس سے بڑھ کر کچھ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ دیوبند ظاہری علوم کے علاوہ باطنی لغویں اور
 احسان و سلوک کا بھی گہوارہ تھا۔ اس ادارہ کو چلانے والے تمام علماء صرف جید علماء ہی
 نہیں بلکہ اپنے وقت کے صاحبِ نسبت بزرگ بھی تھے جس دارالعلوم دیوبند کا مقصد
 تائیس لوگ یہی سمجھتے ہیں حالانکہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھنے کا سب سے بڑا مقصد
 انگریزوں کے خلاف جہاد تھا۔ یہ بات آج کے اکثر علماء کی نظروں سے بھی گزر چکی
 ہے۔ دیوبند کو صرف علم و تحقیق اور دوس دندہ دین کا مرکز سمجھتے ہیں۔ احسن الفتاویٰ کی
 برائتیں جلد جب شائع ہونے لگی تو مجھے خیال آیا کہ دارالعلوم دیوبند کا یہ پہلو بھی لوگوں
 پر ظاہر کرنا چاہئے۔ اس لئے کتاب کے شروع میں جہاں فہرست فہم ہوتی ہے اس
 سے اگلے ورق پر ایک جانب دارالعلوم دیوبند کے دارالشمیر اور دارالحدیث کی پر شکوہ
 عمارت کا نقش دیا ہے اور اسی ورق کی دوسری جانب جہاد کا جھنڈا بٹایا ہے تاکہ دیکھنے
 والوں کو یقین آجائے کہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کا اصل مقصد دنیا میں علم جہاد بلند
 کرنا ہے۔ اسی طرح خانقاہ قادریہ بھون کو اس زمانے کے علماء بھی خانقاہ ہی سمجھتے ہیں

حالانکہ وہ تو جہاد کا مرکز تھا اور جہاد کا آغاز ہی وہیں سے ہوا تھا، امیر المؤمنین حضرت حانی امداد اللہ اور آپ کے خلفاء حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے علم و عرفان اور بزرگی کے واقعات تو لوگوں میں بہت مشہور ہیں مگر یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے کہ حضرت حانی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کو جہاد کے لئے امیر المؤمنین منتخب کیا گیا تھا اور آپ کی عداوت کے تحت آپ جمیل اقدار خلفاء حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی اور حضرت حافظہ محمد ضامن شہید وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بہت بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ تصوف اور بزرگی کے واقعات لوگ دلچسپی سے سنتے اور پڑھتے ہیں۔ ان واقعات کو ذہنوں میں محفوظ رکھتے ہیں مگر جہاد کے موضوع سے چونکہ دلچسپی نہیں اس لئے جہاد کے واقعات کو نہ کوئی اہمیت دیتے ہیں نہ ہی یاد رکھتے ہیں۔ جذبہ جہاد تو ہر مسلمان کے ضمیر میں تھا لیکن مگر یہ سردی نے یہ جذبہ مسلمانوں کے ذہنوں سے کھینچ کر لایا صاف کر دیا کہ وہ جہاد کی تیاری یا جہاد کی تکفل تو درکنہ جہاد سے حلقی کچھ سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ دل میں جہاد کا خیال آنا بھی گویا ایک گناہ کا دوسرہ ہے۔ حضرت نانوتوی رحمہم اللہ تعالیٰ صرف مولوی یا صوفی ہی نہیں تھے، بہادر مجاہد بھی تھے۔ شامی کے جہاد میں حضرت گھسان کی جنگ لڑتے لڑتے تھوڑی دیر کے لئے میدان جنگ سے ایک طرف کوڑا رام لینے کے لئے کھڑے تھے، انگریزی فوج کا ایک دہ بیکر حضرت غالب سکھ سپاہی جو جسامت میں حضرت نانوتوی سے چار گنا زیادہ تھا اس نے اور سے حضرت نانوتوی کو میدان کے کنارے دیکھا تو فصر میں پک کر اس طرف آیا اور حضرت نانوتوی کو ڈانٹ کر کہا کہ ”تم نے بہت سراہا ہے اب آ میری ضرب کا جواب دے“ پھر کھوار بلند کرتے ہوئے چلایا کہ ”یہ تیرے لئے موت کا بیٹھام ہے“ وہ دو دھارا تیز پوری قوت سے اٹھا کر حضرت نانوتوی پر چلا تا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا ”باتیں کیا بنا رہا ہے اپنے پیچھے کی تو خبر لے“ اس نے مڑ کر پیچھے کی

طرف دیکھا، اس کا مڑا تھا کہ آپ بجلی کی طرح تڑپے اور اس کے دائیں کندھے پر
تکڑ کی ضرب اس قوت سے لگائی کہ تکڑ دائیں کندھے کو کٹ کر گزرتی ہوئی بائیں
پاؤں پر آکر رکھی، اس سپاہی کا مغربی جسم اس طرح خاک پر چڑا ہوا تھا کہ سر سے
پاؤں تک دو ٹکڑے ہو کر آدھا اوپر اور آدھا اوپر گرا ہوا تھا۔ آپ تھک کر زرا دم لیٹے
کے کے لئے کھڑے تھے اس واقعہ سے تازہ دم ہو گئے۔ آپ اس مردار پر پاؤں رکھتے
ہوئے پھر صلیبی قتل میں آ گئے۔ یہ ہیں مولانا قاسم نانوتوی وصال اللہ تعالیٰ و دشمنوں کی
گردنیں اڑانے والے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک چپ چاپ سے صوفی تھے۔ یاد
رکھئے ادا را معلوم و بی بندگی بنیاد صرف دوس و تدریس کے لئے نہیں رکھی گئی تھی بلکہ اصل
مقصد احیاء جہاد تھا۔ دارالمعلوم کے خانوقی اسطو کے چھپے ہوئے ذخائر تھے۔

میں شخصی تقویم کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس کی ابتداء عیسائیوں کے اس من
مکھڑت عقیدہ سے ہوئی کہ یہودیوں نے ان کے اللہ کو مولیٰ چڑھا دیا۔ مسلمان اس
حقیقت کو جانے بغیر ان کی تقلید میں انگریزی تاریخیں استعمال کر رہے ہیں۔ شخصی
تقویم کی بنیاد تو اس کفریہ عقیدہ کی یادگار ہے، پھر شخصی سال کے مہینوں اور دنوں کے
نام بھی شرکیہ عقائد پر مبنی ہیں، پھر دنیا میں مسلم اور مشہور جوائے ٹیکھوینڈیا ہیں ان میں
یہ حقیقت تحریر ہے کہ مہینوں اور دنوں کے نام مشرکین کے دیوی دیوتاؤں کے ناموں پر
رکھے گئے ہیں کہ اس مہینے میں اور اس دن میں اس مخصوص دیوی یا دیوتا کی عبادت کی
جائے گی۔

مہینوں کی تفصیل:

- ① جنوری، دیوی دیوتا "جانس" کے نام پر۔
- ② فروری، قدیم اٹالیہ کے دیوتا "فبرس" کے نام پر۔
- ③ مارچ، ارم کے دیوتا "مارس" کے نام پر۔

- ۱۔ اپریل، لاطینی لفظ "اپریل" سے لیا گیا ہے، بمعنی کھنڈ۔
 - ۲۔ "مئی"، لاطینی لفظ "مئی" کے نام پر۔
 - ۳۔ جون، لاطینی لفظ "جون" سے لیا گیا ہے، بمعنی جولی، ایک قول یہ بھی ہے کہ روم کی دیوی "جون" کے نام پر ہے۔
 - ۴۔ جولائی، روم کے بادشاہ "جولیس سیزر" کے نام پر۔
 - ۵۔ اگست، روم کے پہلے بادشاہ "آگسٹس" کے نام پر۔
 - ۶۔ ستمبر، لاطینی لفظ "سپٹمبر" سے لیا گیا ہے، بمعنی سات۔
 - ۷۔ اکتوبر، لاطینی لفظ "اکتوبر" سے لیا گیا ہے، بمعنی آٹھ۔
 - ۸۔ نومبر، لاطینی لفظ "نومبر" سے لیا گیا ہے، بمعنی نو۔
 - ۹۔ دسمبر، لاطینی لفظ "دسمبر" سے لیا گیا ہے، بمعنی دس۔
- رومی سال مارچ سے شروع ہوتا تھا اس لئے ستمبر ساتواں، اکتوبر آٹھواں، نومبر نویں اور دسمبر دسواں۔

دنوں کی تفصیل:

- ۱۔ منڈے، سورج کا دن۔
 - ۲۔ منڈے، چاند کا دن۔
 - ۳۔ نیوزے، سورج و چاند کا دن۔
 - ۴۔ ونیزے، اوڈن و چاند کا دن۔
 - ۵۔ قمر منڈے، مشتری کا دن، یہ اوڈن کا بیٹا ہے اور سب دیوتاؤں کا بادشاہ ہے۔
 - ۶۔ فرانیٹے، دیوی فرگ کے نام پر، یہ اوڈن کی بیوی ہے، زہرہ کا دن۔
 - ۷۔ سیرڈے، دیوتا کرٹس، زحل کا دن۔
- ہندی نام، اتوار، سوسوار، منگل، بدھ، برہسپت، شکر، شنبہ بھی منڈے سے منڈے

و غیرہ لاطینی الفاظ کے تراجم ہیں، اس تحقیق کے مطابق منڈے منڈے وغیرہ کی طرح
 اقوام سوسمار وغیرہ کا استعمال بھی قبیح ہونا چاہئے مگر چونکہ منڈے منڈے کے اصل معنی
 (سورج کا دن، چاند کا دن) سب جانتے ہیں اور اقوام سوسمار وغیرہ کے اصل معنی
 معروف نہیں اس لئے ان ہندی ناموں کے الفاظ میں قیامت نہ بڑھ گم ہے۔

ہفتہ کی ابتداء و انتہاء:

اسلام، یہودیت اور نصرانیت تینوں مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 ہفتہ کے ابتدائی چھ دن دنیوی کاموں کے لئے پیدا فرمائے ہیں اور ساتواں دن دنیوی
 کاموں سے قلیل، راحت و آرام اور عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، آگے ان دنوں
 کی تعبیر میں اختلاف ہے، اسلام میں دنیوی مشاغل کے چھ دنوں کی ابتداء ہفتہ کے
 دن سے ہوتی ہے اور ساتواں دن قلیل اور عبادت کے لئے جمعہ ہے، یہودی مذہب
 میں چھ دنوں کی ابتداء اقوام سے اور ساتواں دن قلیل اور عبادت کے لئے ہفتہ کا دن
 ہے، عیسوی مذہب میں چھ دنوں کی ابتداء ہیر کے دن سے اور قلیل اور عبادت کے
 لئے اقوام کا دن ہے، مذہب عیسوی میں اقوام کا دن شروع ہی سے مہارک ہے اور
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر ہی فوت ہو گئے مگر تیسرے دن جب کہ اقوام کا دن تھا
 آسمان پر چڑھ گئے۔

حاصل یہ ہوا کہ اقوام کے دن چھٹی کرنا عیسائیوں کا مذہب ہے اور ہفتے کے دنوں
 کی ابتداء اقوام سے کرنا یہودیوں کا مذہب ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ حقیقت سمجھنے کی
 عقل عطا فرمائیں۔

غرض یہ کہ سال کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے کون سا مہینہ کب شروع ہوتا ہے
 اس کے دن کتنے ہیں کوئی بات بھی کسی دلیل پر جتنی نہیں۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ شمس تقویم
 بالکل بے سود ہے اور اس کی قطع و برید بالکل بے معنی ہے بلکہ یہاں میں کئی فائدے

ہیں اور اسے داغی بنانے کے لئے قطع وریض بھی ناگزیر ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ اس پر کئی وجوہ سے قمری تقویم کو ترجیح اور فوقیت ہے اس کے باوجود آج کا مسلمان محض انگریز کی محبت میں شمسی تقویم کو ترجیح دے رہا ہے۔

میں نے یہ بحث شروع تو کر دی مگر معلوم نہیں کس قوم کے سامنے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں، اگر بات کچھ میں نہیں آ رہی تو اتنی دعا تو کر ہی لیجئے کہ یا اللہ! اپنی محبت عطا فرما دیجئے، بس یہ ایک دعا قبول ہو گئی تو اس سے سارا کام بن جائے گا۔

قمری نظام:

اللہ تعالیٰ نے شمسی و قمری دونوں نظام پیدا فرمائے ہیں اور دونوں میں فائدے رکھے ہیں ارشاد ہے:

﴿الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُنْقَبِحَانِ﴾ (آب ۶۷-۶۸)

تَوَرَّجَعَا "سورج اور چاند حساب کے ساتھ ہیں۔"

مگر قمری حساب بہت آسان ہے اور اس میں فائدے زیادہ، اس کے برعکس شمسی تقویم بہت مشکل ہے اور اس میں فائدے نسبتاً کم، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زمانے کے حساب کا منازلِ قمر سے تعلق بیان فرمایا، ارشاد ہے

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ ۚ

لِتَعْلَمُوا عَاقِدَةَ النِّسَاءِ وَالْحِجَابِ﴾ (آب ۶-۷)

تَوَرَّجَعَا "اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمک بھیا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔"

اسی لئے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمودہ صرف قمری حساب ہی چلا رہا، ہزاروں سال بعد شمسی تقویم کسی ایک انسان نے بنائی

جو مسلسل قطع و برید کا فنکار ہے اور قمری حساب جیسے دنیا کی ابتداء سے شروع ہوا قیامت تک ویسے ہی گجج و سالم کا قلم و دھم رہے گا، ہر کس و نا کس اپنے مشاہدہ سے اس کا اہراج کرتا چلا آیا ہے اور قیامت کرتار ہے گا، اس لئے اسلام اور عقل سلیم دونوں کا فیصلہ تو یہ ہے کہ عام معاملات میں قمری حساب استعمال کیا جائے اور شمسی تقویم سے صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت کام نکالا جائے مگر انگریز کے عاشق مسلمانوں کا حال اس کے برعکس ہے کہ عام معاملات میں صرف شمسی تقویم استعمال کرتے ہیں اور قمری حساب صرف رمضان اور عید کے لئے۔

شمسی تقویم کے مقابلہ میں قمری حساب کے مہینوں اور تاریخوں کی تعیین کا مسئلہ ایسا آسان ہے کہ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش ہی نہیں اس لئے اس کا حار چاند دیکھنے پر ہے۔ چاند کو نکلنے، ڈوبنے ساری دنیا دیکھتی ہے اگر کسی جگہ چاند نظر نہ آیا تو دوسرے علاقے سے معلوم کیا جا سکتا ہے، اس طرح چاند چلے جائے گا کہ کبھی تاریں ہے یا نہیں۔ چاند سے پاگل احق سے احق، غواہ وہ ساری عمر قمری ہی کھاتا رہا ہوا ہے بھی چاند چلے جائے گا کہ اگر چاند ہو گیا تو پہلی تاریخ ہے۔

اگر کسی کو اختلاف ہو کہ کبھی چاند یا غبار کی وجہ سے چاند میں اختلاف بھی ہو جاتا ہے کہ چاند ہوا یا نہیں اس کا فیصلہ کیسے ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اس کا حل بھی شریعت میں موجود ہے۔ اس بارہ میں حکومت جو فیصلہ کر دے ہم اس کے پابند ہیں بشرطیکہ وہ حکومت انصاف پر کے راجہ کی نہ ہو۔ اس کا فیصلہ اسلامی قوانین کے مطابق ہو۔ اگر اسلامی حکومت نے فیصلہ کر دیا کہ چاند ہو گیا تو ہم یہی کہیں گے کہ ہو گیا خواہ چاند ہمیں نظر نہ آیا ہو۔ اگر حکومت کا فیصلہ ہے کہ چاند نہیں ہوا تو ہم بھی کہیں گے کہ نہیں ہوا، ہم فیصلے کے پابند ہیں۔ اگر یہاں کوئی اختلاف کرے کہ آپ نے تو ایسے موقع پر آنکھیں بند کر کے حکومت کا فیصلہ تسلیم کر لیا لیکن اگر حکومت کا فیصلہ خلاف واقع ہو تو کیا ہوگا؟ مثلاً حکومت نے فیصلہ کر دیا کہ چاند ہو گیا مگر درحقیقت نہ ہوا ہو یا اس کے برعکس

حکومت نے چاند نہ ہونے کا فیصلہ کیا مگر چاند ہو چکا ہو تو روزوں، عید اور دوسرے احکام کا کیا ہے گا؟ اس کا جواب آسان ہے کہ ہمیں ہمارے اللہ نے یہی حکم دیا ہے کہ حکومت کا فیصلہ قبول کر لو۔ حکومت کا فیصلہ بالمرض حقیقت کے خلاف ہو تو بھی ہمیں کوئی ضرر نہیں، ہم نے حکومت کا فیصلہ مان کر اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور سبکدوش ہو گئے۔ چاند کے اشتہاء کی صورت میں ہمارے اللہ نے ہمارے لئے یہی فیصلہ فرمایا ہے۔ تمہارے فیصلے تمہارا پاپ کرتا ہے، تم اپنے پاپ کے عقوبت ہم اپنے اللہ کے عقوبت۔ یہ اشتہاء دہلی بات تو شاندار ہے ورنہ چاند جب ہوتا ہے نظر آتی جاتا ہے۔ اسلامی تاریخوں کا معاملہ آسان ہے۔ جب نیا مہینہ شروع ہوتا ہے تو پہلی تاریخ سے ہی ساری دنیا کو پتا چل جاتا ہے۔ اگر کسی نے پہلی کا چاند نہیں دیکھا تو بھی درمہائی تاریخوں کا چاند دیکھ کر یہ ہر شخص کو کچھ نہ کچھ اندازہ تو ہوتی جاتا ہے کہ یہ چاندی کا چاند ہے یا پانچویں تاریخ کا یا یہ کہ نویں یا دسویں کا اور چودھویں کا چاند دیکھ کر تو سب کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ چودھویں کا چاند ہے۔ فرض قری تاریخ معلوم کرنے کے لئے کسی گھرے علم و بصیرت کی ضرورت نہیں ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، شہری ہو یا دیہاتی بلکہ مسلمان ہو یا کافر، کسے باشند۔

یہ تو تاریخی معینے کی تاریخ متعین کرنے کا طریقہ لیکن خود مہینہ کی تعیین کیسے ہو کہ یہ عزم ہے یا مفر؟ متشیب معینوں کا تو بتا چکا ہوں کہ کوئی اللہ کر یہ دعویٰ کر دے کہ یہ جون نہیں جنوری ہے تو کسی کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ ہاں جیسائی یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دعویٰ پاپ کے فیصلے کے خلاف ہے۔ اب نئے اسلامی معینوں کی تعیین سے متعلق، یہ تعیین دنیا کے کسی پاپ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، ارشاد ہے:

﴿إِنَّ هَذِهِ الشُّهُورُ جُنْدُ اللَّهِ إِنَّا عَسَّرْنَا شَهْرًا فِي

كُتُبِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقْنَا السَّمَكُوتَ وَالْأَنْوَاصَ﴾ (اب-۱۶)

”مہینوں کی متعی اللہ کے پاس بارہ معینے ہیں، اللہ کے حکم میں

جس دن پیدا کئے آسمان اور زمین۔“

اسلام سے پہلے کفار اور مشرکین میٹھوں کو اپنی مصلحت کی خاطر آگے پیچھے کرتے رہتے تھے۔ کبھی کہتے اس سال حرم ابھی نہیں آیا وہ میٹھوں کے بعد آئے گا، کبھی پیچھے کر دیتے مشرکین نے سارا نظام گڑبڑ کر رکھا تھا۔ بالآخر قرآن نے اس مشرکانہ رسم کی صفائی کی، فرمایا:

(إِنَّمَا إِلَهُ الْيَهُودِ وَيَسُودُهُ فِي الْعَالَمِينَ) (اب ۱-۳۷)

تکوین محمدؐ ”یہ بتا دینا کفر میں اور ترقی ہے۔“

میٹھوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا، انہیں آگے پیچھے کر دینا، ان کے کفر و انکار میں مزید ترقی کا سبب ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اس دن سے ان میٹھوں کا نظام اور تہذیب قائم فرمادی کفار اس نظام کو بدلتے رہے مگر آج اللہ تعالیٰ نے اس اصل اور صحیح نظام کو قائم فرما دیا ہے۔ اب یہ نظام ہمیشہ کے لئے یونہی قائم رہے گا، اس میں کوئی رد و بدل نہیں کر سکتا۔ بات کچھ کچھ میں آئی؟ اس بحث کا خلاصہ سنیں باتیں ہیں:

❶ اول یہ کہ سن بھوسہ کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ عیسائی کہتے ہیں اس دن سے جس دن یہودی خالوں نے اللہ بن اللہ کو سولی چڑھا دیا۔ کوئی ہم سے پوچھا کہ تمہارے سن بھری کی بنیاد کہاں سے ہوئی تو ہمارا جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔

❷ دوسری بات یہ کہ ہر سال کی ابتداء کس مہینہ سے ہوتی ہے؟ وہ نہیں کے کہ جنوری سے مگر اس کا ثبوت؟ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ پاپ کا فیصلہ ہے۔ سن بھری کے میٹھوں کی کیا تہذیب ہے؟ تو ہمارا جواب ہے عرم، صفر، قحط، وکیل کیا ہے؟ ہمارے اللہ کا فیصلہ ہے۔ تمہارا ایمان پاپ کے فیصلہ پر ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر۔

❶ تیسری بات یہ کہ تاریخ کی تعبیر کی کیا دلیل ہے؟ تمہارا دعویٰ ہے کہ آج جون کی وہ تاریخ ہے مگر ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جون کی وہ نہیں جنوری کی ہوگی ہے۔ تمہارے پاس اس دعویٰ کو رد کرنے کی کیا دلیل ہے؟ کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ یہ بھی پاپ کا فیصلہ ہے۔ وہ جو کچھ کہہ دے اسی پر ایمان ہے۔ جب جو ہے اس دن گناہ دے جب چاہے بڑھا دے۔ جب چاہے گھٹا کر لیں گا بنا دے جب چاہے نفیس کا۔ بس اپنا دین دایمان بلکہ عقل و فہم سب پاپ کے ہاتھ میں دے دیا۔ قمری تاریخ کا مدار ایسی اندھی تقلید پر نہیں اس کا تعلق تو مشاہدہ سے ہے اگر کوئی پتھر کے چاند کی کون سی تاریخ ہے تو اس سے کہیں کہ چاند کی طرف دیکھ کر خودی فیصلہ کر لیں کہ کون سی تاریخ ہے۔ اگر پہلی کا چاند نظر آئی مگر کوئی معاون تسلیم نہیں کر رہا تو دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہن سے پکار کر اسے دکھا دیں اگر پھر بھی نظر نہ آئے تو مزاج کے لئے آنکھوں کے کسی ڈاکٹر کے پاس بھیج دیں۔ امید ہے کہ بہت سمجھ میں آئے گی ہوگی۔ آئندہ کے لئے انگریزی تاریخ لکھنا چھوڑ دیجئے اسلامی تاریخ لکھنے کی عادت ڈالئے۔ البتہ بوقت ضرورت اسلامی تاریخ کے ساتھ انگریزی تاریخ نیچے میں بہرحال نہیں۔

انگریزی سال شروع ہونے پر خوشی منانا:

انگریزی سال شروع ہونے پر مسلمانوں کا خوشیاں منانا اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینا جائز نہیں۔ ایک تو اس لئے کہ یہ کفار کا اپنا مخصوص عمل ہے کسی مسلمان کے لئے کفار کی تقلید جائز نہیں، حدیث میں ہے۔

”من تشبه بقوم فهو منهم“ (احمد ابو داؤد)

”جو شخص کسی قوم سے تعلق کرے گا وہ انہی میں سے ہے۔“

”...“ یہ ہے کہ عقل کی اس سے بھی اس خوشی کا کوئی جواز نہیں۔ یہودی تو

شاید اس لئے خوشی مناتے ہیں کہ انہوں نے عیسائیوں کے اللہ کو سولی چڑھا دیا۔ عیسائیوں کی خوشی کا کوئی سبب کچھ میں نہیں آتا، شاید وہ اس پر خوش ہوتے ہوں کہ ان کا اللہ بن اللہ سولی چڑھ گیا اور سب کے گناہوں کا کھڑا بن گیا، لیکن مسلمان کس بات کی خوشی منائیں؟ خود سوچئے ان کے خوشی منانے اور مبارک باد دینے کا تو یہی مطلب بنتا ہے کہ یہ بھی یہودی و نصاریٰ کے اس عقیدہ سے متفق ہیں اس لئے ان کی خوشی میں شریک ہو کر ان کی تائید کر رہے ہیں۔ سوچئے! یہ کتنا بڑا اگناہ ہے، وہی بات ہے کہ ساری دنیا جو کام کر رہی ہو، انکھیں بند کر کے ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔

یہ اللہ کے بیٹے کو سولی چڑھانے کا عقیدہ بھی کسی ایک آدمہ فرد کا نہیں بلکہ آج کی متحدہ دنیا میں اکثریت کا یہی عقیدہ ہے آپ کہاں تک ساری دنیا کا ساتھ دیں گے۔ یہ تو وہی قصہ ہو گیا کہ ایک خانہ میں کوئی درویش چلا گیا۔ وہ گدھے پر سوار تھا پہلے زمانے میں گدھے کی سواری عام تھی۔

اس ضمن میں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیجئے، بہت سے لوگ گناہ تو چھوڑتے نہیں لیکن سنتوں کے بڑے عاشق ہیں۔ ایک طرف تو پوری زندگی بافرمانوں سے لٹی ہوئی، دھن دھرتی تک بافرمانوں کی ہی لیکن دوسری جانب یہ بتائیں کہ کوئی مستحب کام چھوڑنے نہ پائے۔ سنتیں بھی وہ نہیں جن کا تعلق روزِ مردہ کی عبادت سے ہے بلکہ میلٹی میلی سنتیں جن سے دیکھنے والے پر بھی رعب طاری ہو کہ بہت بڑے صوفی تھی ہیں۔ دو تین روز پہلے فون پر کسی نے بتایا کہ ایک حدیث ہے کہ ”جب مدینہ منورہ جاؤ تو شاہجگ کرو“ میں پوچھا کہ ”شاہجگ کیا ہوتی ہے؟“ کہتے گئے ”کچھ خریدو“ یعنی حاجی یا عمری جب مدینہ منورہ جائے تو وہاں کچھ خریداری کرے۔ میں نے کہا یہ حدیث تو ہے یا نہیں، کسی نے گھر بیٹھے جالی، اس پر تو بہت عمل ہو رہا ہے لیکن جہاں یہ ہے کہ اسلامی منظرہ، ان کو تامل ہے یہاں کرنے والا عاشق اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی ہے۔ یہ باتیں والی صورت لے کر مدینہ پہنچ جاتا ہے اسے شرم نہیں آتی، اسی طرح

پردہ سے حلقہ کتنی آیات اور احادیث ہیں۔ دیکھو، جینٹھ اور زانواں سے پردہ نہ کرنے والی عورت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باغی ہے۔ اگر اسلامی حکومت آجائے تو ایسے باغیوں کا حکم یہ ہے کہ انہیں صرف تین کی مہلت دی جائے اگر بغاوت سے باز آجائیں تو ٹھیک ورنہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ اللہ کرے کہ اسلامی حکومت جلد آجائے، لیکن لوگ ایسی اسلامی حکومت چاہیں گے کہاں؟ اگر یہ باغی مسلمان چاہتے تو اسلامی حکومت کب کی آگئی ہوتی۔ انہیں مطہم ہے کہ اگر ایسی حکومت آگئی تو سب سے پہلے انہی کی گردنیں اڑائی جائیں گی۔ آج کے مسلمان کو عمل کرنے کے لئے بھی حدیث یاد آتی ہے کہ مدینہ منورہ جا کر شاپک کرو۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر وہ شدید وعیدیں یاد نہیں آتیں جو قرآن و صحیح احادیث میں آئی ہیں اسی لئے بغاوت اور نافرمانی سے باز نہیں آتے۔

آج کے مسلمان کا ذوق:

آج کے مسلمان کو میٹھی میٹھی خنثیں اور وہ جن سے بڑی کاروبار پچھا ہو بہت پسند ہیں اور وہ ہر موقع پر یاد دلاتی ہیں۔ مثلاً کرتا لمبا ہو اس کے بچے فطوہ کی بجائے لنگی ہوں۔ ایک ہاتھ میں لمبا عصا اور دوسرے میں لمبی قتیق ہو، بالوں میں تیل نکھلا، آنکھوں میں تھن تھن ملائی سرود ہو۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کی ساری خنثیاں اسے اذہر ہیں۔ اس سے پوچھا جائے کہ گدھے کی ساری سنت نہیں؟ اس پر کیوں سوار نہیں ہوتے؟ بات اس پر چلی کہ ایک روٹیل گدھے پر سوار کسی خانقاہ میں پہنچ گیا اور لت دہیں گزاردی۔ ڈاکرین جبریٰ ذکر میں مشغول تھے۔ ذکر کرتے کرتے سب پر حال طاری ہو گیا۔ یک زبان ہو کر پکھلنے لگے:

خریفت و خریفت و خریفت

خریفت و خریفت و خریفت

ادھر گھر سے والے صوفی صاحب نے یہ منظر دیکھا تو انہیں بھی جوش اٹھا اور کچھ سوچے کچھے بغیر یہ بھی شروع ہو گئے۔ ”خریرفت و خریرفت و خریرفت“ قصہ یہ ہوا کہ خانقاہ والے کئی دنوں سے بھوکے تھے۔ یہ لوگ دل کے تو بادشاہ ہوتے ہیں بھوک سے مرجائیں تو بھی کسی سے سوال نہ کریں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کی خانقاہ میں کبھی سے گدھا آ گیا ہے اور کوئی مالک بھی نظر نہیں آ رہا تو خوش ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد فرمائی۔ اسے لے جا کر چلا اور کچھ گوشت اور کھانے پکانے کا سامان لے آئے۔ کھانی کر ذکر کرنے بیٹھے تو ایک تو گوشت کی گری اور پرے سے ذکر کی سستی، شروع ہو گئے۔ ”خریرفت و خریرفت و خریرفت“۔ ”گدھا گیا گدھا گیا گدھا گیا“ یعنی ہمارے پیٹ میں بھنگی گیا۔ جن کا گدھا تھا وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے۔ ”خریرفت و خریرفت“ صبح ہوئی تو خادم سے کہا کہ ”گھر سے پر پالان بکھو چلیں۔“ خادم نے کہا ”کون سا گدھا؟“ آپ کا گدھا تو رات ہی یہ لوگ کھانی گئے۔ صوفی صاحب نے پوچھا کہ ”تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟“ خادم بولا کہ ”آپ تو خود ہی رات ان کے ساتھ کہہ رہے تھے۔“ خریرفت۔ ”میں تو سمجھا کہ آپ نے خود ہی گدھا ان کے حوالے کر دیا۔“ کہنے لگے۔ ”نہیں مجھے تو کچھ چاقی نہ تھا وہ سارے ایک بات کہہ رہے تھے ان کی دیکھا دیکھی میں نے بھی شروع کر دیا۔“

بات سمجھ میں آگئی؟ ان انگریزی محبتوں اور تاریخوں کا بھی یہی قصہ ہے کہ جو ساری دنیا کہہ رہی ہے اسی کے پیچھے بغیر سوچے کچھے چل رہے ہیں۔ ایک بار پھر اس پر صحیحہ کر دوں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ علماء، جہلاء، سب انگریزی تاریخوں کے دلدادہ ہیں اسلامی تاریخ کوئی نہیں لکھتا ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس کی وجہ عیسائیوں کی محبت ہے۔ سب انگریز کی محبت میں گرفتار ہیں۔ کوئی شعوری طور پر کوئی لاشعوری طور پر۔ انگریزوں سے اور بالخصوص امریکیوں سے تو مسلمان اتنے متاثر ہوا اتنے مرعوب ہیں کہ اس شخص کے بقول امریکا میں مسلمان خود کو مسلمان کہتے ہوئے شرم محسوس کرتے

ہیں بہت شرمندہ ہیں کہ مسلمان گھرانے میں کیوں پیدا ہوئے کسی امریکی کے گھر کیوں پیدا نہیں ہوئے۔

امریکا کی حالت زار:

لاہور سے ایک اخبار لگا ہے ”خبریں“ اس میں امریکا کی عجیب عجیب خبریں چھپتی ہیں، جو بڑی حیرت انگیز اور مشکلہ خبر ہوتی ہیں۔ دیے تو میں اخبار پڑھنے کو منع کرتا ہوں لیکن اس اخبار کو پڑھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ اس قسم کی خبریں پڑھ لیا کریں تاکہ امریکا کا رعب دل سے نکل جائے۔ حقیقت سے آگاہی ہو کہ وہاں کس قسم کے لوگ بستے ہیں۔ امریکا کے عشق میں جو مسلمان مرے جا رہے ہیں ان تک بھی یہ خبریں پہنچائیں۔ امریکا کا نام لیتے ہی ان کی دالیں ٹپکنے لگتی ہیں۔ انہیں ایسا حرا آتا ہے کہ کھنڈ پوچھئے۔

سے سرواز سرواز سرواز سرواز

بڑا لطف دیتا ہے نام سرواز

میں خود اخبار نہیں پڑھتا لیکن ان لوگوں سے پوچھ لیا کرتا ہوں خاص طور پر امریکا کی خبر ضرور پوچھ لیتا ہوں کہ وہاں کتنے لوگ مرے؟ کوئی طوفان، کوئی زلزلہ آیا یا نہیں؟ یہ لوگ وہاں جانے کے لئے ترس رہے ہیں اور وہاں جہاں جی ہوئی ہے، نہ دین ہے نہ دنیا۔ ان کی عمل جہاں جہادین کے ہاتھوں نکلیں جا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ابھی ان کی جہاں آئی۔ آپ بھی جہاد کے لئے تیار ہیں۔ مگر آج کل کے مسلمانوں کا حال وہی ہے جو قرآن مجید میں مومن علیہ السلام کی قوم کا بیان کیا گیا ہے۔ انہیں جہاد کی ترغیب دی گئی تو بولے:

”اے سوی تم اور جہاد رعب دلوں جا کر لڑو ہم تو ہمیں پیٹھے رہیں گے۔“

جب میں امریکا کی جہاں دہاؤنی کی بات کرتا ہوں تو لوگ بہت خوش ہوتے

ہیں اور کہتے ہیں انشاء اللہ اگر چاہتے ہیں کہ یہ کام جہاد کے بغیر ہی ہو جائے، جہاد کے بغیر کیسے ہوگا؟ کوئی دھماکا ہو یا دھڑلہ آ جائے یا اور کوئی آہٹ آ جائے اور انہیں جہاد کروے، یا آخری علاج یہ کہ عیسائی علیہ السلام آ کر ان کا منہ بند کر دیں۔ بس انہیں کچھ نہ کرنا پڑے۔ ایک بات پوچھتا ہوں ذرا سوچ کر بتائیے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تخریف لائیں گے تو اس وقت آپ کا کیا حال ہوگا؟ ان کے ساتھ شامل ہو کر جہاد کریں گے یا انہیں کسی جگہ پھینک دیں؟

بات انگریزی کی چل رہی تھی کہ اپنی تحریر اور گفتگو میں انگریزی یا انگریزی الفاظ استعمال کرنا چھوڑ دیجئے خاص طور پر علماء کے لئے انگریزی الفاظ کا استعمال بڑے عیب کی بات ہے۔ یہاں ایک مولوی صاحب نے صفحات پر انگریزی میں نمبر لگائے دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ دفتر سے معلوم کیا کہ یہاں کون انگریز آ گیا جو مولوی تحریروں میں بھی انگریزی استعمال کر رہا ہے، معلوم ہوا کہ ملاں مولوی صاحب انگریزی پڑھتے ہوئے ہیں یہ ان کی حرکت ہے۔ ان پر مقدمہ چلا، پوچھا کچھ شروع ہوئی کہ ایک تو آپ عالم ہیں دوسرے عربی اور ہندو ہند سے گفتگو بھی آپ جانتے ہیں پھر بھی آپ نے انگریزی میں کیوں لکھا؟

ٹما ٹر کھانے کا نقصان:

ماشاء اللہ! یہاں کے لوگ بڑے بکھود ہیں خاص طور پر جب سے نماز کھانے سے قوی کی ہے ہی ترقی کر رہے ہیں۔ آج ایک شخص نے فون پر پوچھا کہ ”کیا آپ نے فتویٰ دیا ہے کہ نماز کھانا حرام ہے؟“ میں نے سمجھا یا کہ میں نے اس قسم کا فتویٰ تو نہیں دیا مگر اس کے نقصان تفصیل سے بتائے ہیں۔ ساتھ ہی بعد کی خبر نماز سے پیدا ہو رہا ہے۔ گروے نماز سے جاہور ہے ہیں۔ عقل کا دیوالہ نماز سے ٹکل رہا ہے۔ لوگ تو پہلے ہی پاگل ہو رہے تھے نماز نے ہی ایسی عقل بھی سجا کر کے پاگوں کی شراب میں

اضافہ کر دیا۔ نفسیاتی ہسپتال ان سے بھرے پڑے ہیں۔ پہلے پورے صوبہ سندھ میں صرف ایک ہسپتال تھا "گورنمنٹ" حیدر آباد میں، اب تو نہ معلوم کتنے پاگل خانے بن چکے ہیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اور سائنسدان بن رہے ہیں کہ فرائز کھانے کے یہ یہ نقصان ہیں۔ ابھی ۱۱ سال پہلے امریکی سائنسدانوں کا اخباروں میں بیان آیا کہ ساٹھ فیصد کینسر فرائز کھانے سے ہو رہا ہے۔ یورپ کے سائنسدان بھی تجویز دے رہے ہیں کہ اس سے بچو۔

بات اس پر چلی کہ ہمارے دارالافتاء کے لوگ ماشاء اللہ! بہت عقل مند ہیں۔ خاص طور پر جب سے فرائز کھانے سے تو بچ کی ہے عقل بہت بڑھ گئی ہے۔ جب کسی سے باز پرس ہوتی ہے تو عقل کی بات کر کے جلدی چھوٹ جاتا ہے۔ ان مولوی صاحب نے باز پرس ہوئی کہ انگریزی بند سے کیوں لکھے تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ غلطی ہو گئی چلئے مقدمہ ختم ہو گیا، یہ بے عقل مندی کا جواب تاویل کی بجائے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا کہ غلطی ہو گئی بھول گئے یہ کہتے ہی ایک لمحہ میں چھوٹ گئے۔

گھر کی شہادت:

دارالافتاء کے ابتدائی دور میں پی آئی اے کے چیف نیوی کمانڈر یہاں قریب ہی رہتے تھے۔ دارالافتاء میں اذان دیا کرتے تھے۔ موقع کی مناسبت سے ان کی دو تین باتیں سن لیجئے۔ ایک تو یہ کہتے تھے کہ جہاں کہیں پرواز پر جاتا ہوں کسی صورت کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا، کوئی فضائی میزبان میرے قریب آتی ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ مجھ سے دور رہو میرے قریب بھی نہ آنا کیونکہ میرے اندر کرنٹ ہے کرنٹ دور دور نہ کرنٹ لگ جائے گا۔

دوسری بات یہ کہ وہ یہاں اذان دیا کرتے تھے اگر ان سے کوئی پوچھتا کہ آپ کون ہیں؟ تو وہ اپنے تعارف کے لئے چیف نیوی کمانڈر نہیں جانتے تھے بلکہ دارالافتاء کا

موزن بتاتے تھے، دیکھئے کس قدر کمال کی بات ہے کہ لوگ تو کام کو ذلیل سمجھتے ہیں، موزن تو بچاؤ نام سے بھی کتر ہوتا ہے اسے زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں۔

ان کی تیسری بات جس کی وجہ سے وہ یاد آ رہے ہیں انگریزی خواں لوگوں سے متعلق ہے۔ وہ خود اسی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے تو گویا یہ گھر کی شہادت ہے۔ وہ کہتے تھے کہ انگریزی پڑھنے والا، اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں جنت گزارنے والا کتنا ہی نیک کیوں نہ بن جائے مگر اس کا داغ نہیں جاتا، بے دینی کا جو داغ پڑ گیا وہ آخر وقت تک نہیں مٹا خواہ کتنا ہی بڑا ولی اللہ بن جائے۔ انہوں نے اس کی مثال دی کہ کسی کے جسم پر کوئی گہرا زخم ہو جائے تو علاج کر دینے سے زخم تو ٹھیک ہو جائے گا مگر زخم کا داغ بھی نہیں جائے گا۔ زخم مندمل ہو جائے گا، تکلیف جاتی رہے گی، صحت ہو جائے گی لیکن داغ نہیں مٹے گا وہ آخر وقت تک رہے گا۔ ان کی یہ بات اس پر یاد آئی کہ مولانا صاحب کو یہاں دارالافتاء میں آنے ہوئے پانچ چھ سال ہو گئے، ماشاء اللہ ایک سالہ ہیں ان کے حالات بہت اچھے ہیں مگر وہی بات کہ انگریزی جو ایک بار پڑھ چکے انگریزی ماحول کی ہوا کھا چکے تو اس کا داغ مٹنے کا کام نہیں لیتا۔ کہنے کی حد تک تو مسلمان کو عربی زبان سے قرآن سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بڑی محبت ہے مگر کچھ وقت یہ ساری محبت دل سے نکل جاتی ہے اور انگریزی یاد آ جاتی ہے۔ چلے اگر عربی بھول گئے تو اپنی زبان تو یاد رہ جاتی، اپنی زبان بھی بھول جاتا ہے، نہ عربی میں گفتگو ہے نہ اردو میں بس اس کا ہاتھ انگریزی ہی کی طرف بڑی روانی سے چلتا ہے، نہ قرآن کی زبان یاد آتی ہے، نہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان، نہ اہل جنت کی زبان، نہ ہی اپنے گھر کی زبان، وہی بات ہے کہ انگریزی خواں کتنا ہی بڑا ولی اللہ بن جائے تو بھی انگریزی کا داغ نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ یہ داغ بھی مٹا دے، اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ یا اللہ! جن مسلمانوں پر گناہوں کے داغ پڑ گئے ہیں تو اپنی رحمت سے سب کے داغ اتار دے۔ سب کو پاک و صاف فرما دے۔

میں ہر ہمارا انگریزی کے استعمال سے اس لئے منع کرتا ہوں کہ انگریزی دینی مقاصد لکھتا ہوتا ہے جس کے دل میں انگریزی کی محبت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی محبت ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کا دوست تو نہیں بن سکتا۔ آپ مسلمان ہیں اپنے اعمال، احوال اور اقوال سے یہ ظاہر کریں کہ آپ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ دوستی اور دشمنی کوئی دشمنی چھپی چیز نہیں ہوتی، اگر اللہ کے دوستوں سے آپ کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے آپ کی دشمنی ہے تو اپنے طرز زندگی سے اس کا اظہار کیجئے۔ ہوتا تو یہ چاہئے کہ آپ اپنی تحریر و تقریر میں عربی الفاظ کثرت سے استعمال کریں، پچھلے اگر عربی نہیں آتی تو اپنی زبان کے الفاظ استعمال کریں۔ آخر آپ کی اپنی بھی تو کوئی زبان ہے۔ مگر واہ رے مسلمان! کیا کہنے تیری مسلمانی کہ نہ قرآن کی زبان ہوتا ہے، نہ اپنی زبان، بولے گا تو صرف دشمن کی زبان ”انگریزی۔“

قرآن سے بے رغبتی:

قرآن کے ساتھ آج کل کے مسلمان کا یہ معاملہ ہے کہ قرآن کے معانی و مطالب تو الگ رہے اس کے الفاظ بھی اس کی زبان پر نہیں چڑھتے۔ بعض لوگ اپنی کوئی پریشانی بنا کر کچھ پڑھنے کے لئے پوچھتے ہیں تو میں ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَسِيلُ﴾ (۱) یاد دیتا ہوں مگر وہ یہ بہت چکے پھلے دو تین لفظ بھی نہیں کہہ پاتے، ہر بار کہلانے سے بھی زبان پر نہیں چڑھتے تو مجبور ہو کر دھنڈیل اور مختصر کر دیتا ہوں صرف ”حَسْبُنَا اللَّهُ“ ہی پڑھ لیا کریں، مگر وہ کوشش کے باوجود یہ بھی نہیں کہہ پاتے، یہ ہے آج کے مسلمان کا قرآن کے ساتھ سلوک۔

ہر پریشانی کا علاج:

میں ہر قسم کی پریشانوں سے نجات کے لئے دو نسخے بتایا کرتا ہوں:

- میرا دھوکہ ”ہر پریشانی کا علاج“ پڑھا کریں۔
- ہر نماز کے بعد تمیں بار ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (پہ ۱۔ ۱۷۴) پڑھیں۔

یہ دعاء خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہے غزوہ احد میں انتہائی سخت انتقام کی حالت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ الفاظ کہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچ گئی۔ میں یہ دعاء ہر نماز کے بعد پڑھنے کو اس لئے بتاتا ہوں کہ نماز کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے، دوسری مصلحت یہ بھی پیش نظر ہوتی ہے کہ اگر یہ شخص نماز کا پابند نہیں تو شاید اپنی اس ضرورت سے پابند ہو جائے۔ یہ حقیقت خوب سمجھ لیں کہ اصل نیت تو یہی ہے جو دھوکہ ”ہر پریشانی کا علاج“ میں بتایا ہے اس کے بغیر کوئی دعاء کوئی دہلیز اور کوئی تدبیر کار نہیں ہو سکتی، یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے جس کا اعلان قرآن اور حدیث میں بار بار کیا گیا ہے۔

(دھوکہ ”ہر پریشانی کا علاج“ میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے قرآن، حدیث، عقل اور واقعات و تجارب سے یہ ثابت کیا ہے کہ پریشانوں سے نجات کے لئے خواہ ہزاروں دھوکے پڑھ لیں اور دنیا بھر کی تدبیریں کر لیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی برکت کی تا فرمائی سے بچتے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کے بغیر سکون ہرگز نہیں مل سکتا۔ یہ دھوکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدس دامت برکاتہم کی کھلی ہوئی کرامت ہے کہ اس سے بے شمار لوگوں کی زندگیاں بن گئی ہیں اور وہ مکمل سکون و اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جانے)

بعض لوگ خوانی کے موقع پر قرآن مجید کھول کر بیٹھتے ہیں۔ قرآن تو پڑھے ہوئے نہیں ہوتے بس کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور ہر سطر پر بسم اللہ، بسم اللہ کہتے جاتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی شاید پوری نہیں آتی صرف بسم اللہ کہتے ہوئے قرآن کا ورق پر ورق اٹا جاتا ہے۔ یہ قرآن کے ساتھ ایک نیا مذاق سوچا ہے۔ اس کے مقابلہ

میں انگریزی کا بھوت ایسا سوار ہے کہ جوان اور بوڑھے تو رہے الگ بھونے بھونے
 بچوں کی زبان پر بھی انگریزی الفاظ ہیں، گویا پیدا ہوتے ہی گھنٹی کے ساتھ انہیں
 انگریزی چائی گئی ہے۔ لفظ کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو انگریزی آتی بھی نہیں لیکن
 انگریزی بولتے سے، انگریزی کی نقل اتارنے سے باز نہیں آتے۔ اپنی زبان بولتے
 بولتے دو مہان میں ایک آدھ لفظ انگریزی کا ضرور ملا دیں گے۔ بالخصوص گھنٹی کے لئے
 انگریزی ہی حد ہوگی گے اسی طرح دن کا نام بھی انگریزی میں بتائیں گے پیارے مجبور
 ہیں دل میں اللہ کے دشمن کی محبت اور واقعی ایسی بیست ہے جو نکلنے کا نام نہیں لیتی اور
 انہیں مجبور کرتی ہے کہ دوران گفتگو موقع بے موقع ایک آدھ لفظ انگریزی کا ضرور
 کھسیں۔ پہلے ہم سمجھتے تھے کہ یہ مسٹر و سز انگریزی کے ماہر ہیں اسی لئے ان پر
 انگریزی بولنے کا بھوت سوار رہتا ہے مگر بعد میں انگریزی کے کئی ماہرین سے ملنے کا
 اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ اندر سے یہ اکثر کھوکھلے ہیں۔ ان مسٹر و سز میں سے اکثر کو کج
 انگریزی نہیں آتی۔ لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے انگریزی کے چند لفظ سلسلہ الفاظ
 بولتے رہتے ہیں۔ اگر انگریزی سیکھنے کا شوق ہے اور اس کی مشق کرنا چاہتے ہیں تو
 پوری گفتگو انگریزی میں کیجئے، سارے الفاظ انگریزی کے استعمال کیجئے۔ مگر انگریزی
 کی مشق کا یہ کون سا طریقہ ہے کہ پوری گفتگو تو اپنی زبان میں ہو اور ایک آدھ لفظ
 انگریزی کا کھسیا دیا جائے۔ چاہیں تو کہتے ہیں کہ یہ انگریزی کی ”پریکٹس“ ہو رہی
 ہے۔ انگریزی سیکھنے کا یہ کون سا طریقہ ہے کوئی ہمیں بھی سمجھائے۔ اصل بات وہی
 ہے کہ انگریزی کی محبت یہ سب کچھ کر دیتی ہے۔ انگریزی آئے یا نہ آئے اپنی گفتگو میں
 ایک آدھ لفظ کی ضرورت محسوس کر دو۔ شاید یہ سوچتے ہوں کہ اگر پوری انگریزی نہیں آتی
 تو ایک آدھ لفظ جو آتا ہے اس سے کیوں محروم رہیں۔

سے مرا از زلف تو مویں بند مست

ہوئی راہ رو ہوا ہونے بند مست

میرے محبوب امیرے دلربا حیرنی زلف سے ایک بال بھی مجھے نصیب ہو جائے تو میری سعادت کے لئے کافی ہے بلکہ حیرنی ڈرامی خوشبو ہی کافی ہے۔ خیر پار میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بھنگی کو ملازم رکھا کہ سرکاری کھانا اٹھا اٹھا کر زمین میں ڈال دیا کرے۔ سرکاری کھانا کھتے ہیں؟ انسان کے پیٹ سے نکلے والی کھانا۔ حکومت اسے ایک جگہ جمع کرتی ہے پھر وہاں سے فضول ہو کر زمیندار زمینوں پر ڈالتے ہیں۔ بھنگی کو تیل گاڑی لے کر دی اور سمجھا دیا کہ کھانا کہاں کہاں سے جمع کر کے کس کس جگہ ڈالنی ہے وہ بھنگی کہتا ہے ”اچھا ترائی کر کے دیکھ لیں گے“ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یہ سن کر حیران رہ گئے اور گمراہ کر سب کو بتایا کہ بھنگی ہے سارا دن لجا سٹ اٹھاتا ہے مگر اس پر بھی انگریزی کا جاؤ ہے۔

درو دل:

مسلمان انگریزی کی محبت میں مرا جا رہا ہے۔ میں اس پر ہار پاؤں کتا ہوں مگر میری نہیں آتا، دل چاہتا ہے کہتا جاؤں اور کہتا ہی چلا جاؤں چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا، اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کا خطا صرف مسلمانوں سے ہمدردی اور خیر خواہی ہے۔ اگر کسی کا بیٹا گمراہی کا شکار ہو، کسی غلط کام میں پھنس جائے تو اما اگر دھڑکا رہا ہے تو ایک آدمہ ہار کہہ کر بیٹھ نہیں جائے گا بلکہ مسلسل کہتا جائے گا اور مختلف انداز سے بیٹے کو اس غلط روش سے ہار کھنے کی کوشش کرے گا۔ کبھی محبت اور پیار سے، کبھی نصرا اور عقاب سے، اس کے علاوہ بیٹے کے لئے دعا نہیں بھی کرے گا دھینے اور تعویذ بھی کرے گا۔ اس کی اصلاح اور خیر خواہی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں سے اپنے دین کا کام لیتے ہیں ان کے دلوں میں امت کا درد پیدا فرما دیتے ہیں۔ باپ کو جس قدر بیٹے سے محبت ہے اس سے کہیں بڑھ کر اللہ کے دین کا درد رکھنے والوں کو اللہ کی مخلوق سے محبت ہے۔ وہ دوسری سے لوگوں کو سمجھاتے ہیں ان کے حق میں گونگنا

کر دعا کیں کرتے ہیں اور ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اللہ کے بندے اللہ کے عذاب سے بچ جائیں۔

۷۔ یہ درد اسے ہنگاماً کچھ دیکھنے کی چیز کر ہوتی

میں دکھ دیتا ترے آگے کھلجا جھر کر اپنا

آپ کے سامنے چلا تا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیں کرتا ہوں اور کیا کر سکتا ہوں۔ بار بار کہتا ہوں کہ اپنے حالات کو سہا کر لیں اور غور کریں بعض اوقات کوئی چیز انسان کی نظر سے اوجھل رہتی ہے اس کی طرف خیال نہیں جاتا لیکن جب غور کرتا ہے تو آنکھیں کھل جاتی ہیں اور حقیقت سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اہل جہنم بھی جہنم میں جا کر کہیں گے:

﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (اب ۷۰-۷۱)

اگر ہم دنیا میں اپنے کسی خیر خواہ اور درویش والے کی بات سن لیتے یا خود غور و فکر سے کام لیتے، سوچ بچار کرتے تو آج جہنم میں نہ ہوتے۔

میں نے جب اللہ کے بندوں کو اللہ کی بغاوت سے بچانے کی کوشش کے سلسلہ میں حیران ملک کا دورہ کیا تو انگلینڈ، امریکا، کینیڈا، ویسٹ انڈیز وغیرہ میں بڑے بڑے گناہوں سے متعلق بیان ہوئے۔ ڈالامی سے متعلق انہیں بتایا کہ ڈالامی منڈواتا کتنی بڑی بغاوت ہے تو کئی لوگوں نے ڈالامیوں رکھ لیں اور آ کر مجھے دکھانے لگے کہ ہم نے ڈالامی رکھ لی ہے اور یہ کہ ہمیں اب تک پتا ہی نہیں تھا کہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے۔ ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، رکھ لی تو ثواب نہ رکھی تو کوئی گناہ نہیں۔ سنت ہی تو ہے فرض یا واجب تو نہیں۔ لیکن اب جان میں کر ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ اب معلوم ہوا کہ کتنے بڑے گناہ میں مبتلا رہے۔

بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو بہت سی چیزیں کا علم ہی نہیں اور غفلت کی وجہ سے کسی سے پرچھتے بھی نہیں۔ لوگوں نے پچھتا چھوڑ دیا اور بتانے والوں نے بتا چھوڑ

دیاد میں جو بار بار بتا رہا ہوں کہ انگریز کی کی محبت دل سے نکال دیجئے، عربی سے محبت کیجئے یا کم از کم اپنی زبان ہی اختیار کیجئے، اس لئے بار بار کہہ رہا ہوں۔

ظ شاید کہ اثر جائے ترے دل میں مری بات

انگریز کی لفظ بولنا، انگریز کی جارہیں استعمال کرنا بظاہر ایک عام اور معمولی سی بات ہے بلکہ آج کل تو ایک فیشن ہے۔ لیکن آپ نے بھی اس پر غور نہیں کیا، اس کی حقیقت نہیں سمجھی کہ موقع بے موقع انگریز کی الفاظ بولنا، انگریز کی جارہیں استعمال کرنا وہ حقیقت بحث باطن کا مظاہرہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کا دل انگریز کی محبت سے عیسائیوں کی محبت سے لبرح ہے۔

دوستی کا معیار:

شاید یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے، اسے مثال سے پس سمجھاتا ہوں۔ کسی کا وہ شخصوں سے تعلق ہو، دونوں سے دوستی ہو لیکن اپنی دوستی کس سے ہے اس کا پتا اس وقت چلے گا جب دونوں دوست بیک وقت کسی چیز کی فرمائش کریں اور دونوں کو راضی کرنا ممکن نہ ہو تو وہ جس کی فرمائش کو ترجیح دے گا اپنی دوستی اسی سے ہے۔ ایک کا حکم مان کر دوسرے کا حکم ٹھکرا دیا تو حقیقی دوست وہی ہے جس کا حکم مانا اور جس کا حکم نہیں مانا اس سے محبت کے کتنے ہی دعوے کرے سب جھوٹ اور فریب ہے۔ دوستی اور محبت پر کہنے کا یہ ایک سیدھا اور صاف معیار ہے۔ اس کا ایک اور دوسرا معیار یہ بھی ہے کہ دوستی وہ شخصوں سے ہے مگر شکل و صورت، چال و حال اور زندگی کے خود طریقے ان میں سے ایک دوست کے اختیار کر رکھے ہیں اور دوسرے دوست کی نقل نہیں اتارتا۔ صرف زبانی محبت جتنا ہے تو وہ لاعلمانہ بھی سمجھے گا کہ اس کی دوستی تو پہلے شخص سے ہے مجھے دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اب اس معیار کو سامنے رکھ کر اپنا جائزہ لیجئے۔ ایک طرف تو آپ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور عشق و محبت کے بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں، غرے لگاتے ہیں، ہر

مترجمے سے اپنی محبت کا یقین دلاتے ہیں، لیکن دوسری طرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن انگریز سے بھی آپ کی دوستی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ اسلام کو اپنا اوزر مٹا بیچھڑنا جائے۔ فکل و صورت، چال و حال مسلمانوں کی سی اختیار کریں، لباس اسلامی پہنیں، اپنی تقریر و تحریر میں اسلامی تاریخیں استعمال کریں لیکن انگریز چاہتے ہیں کہ ان کی تہذیب اختیار کریں۔ فکل و صورت انگریز کی، لباس انگریز کا، اور تاریخیں انگریز ہی کی ہونی چاہئیں۔ دلوں حکم آپ کے سامنے ہیں۔ اپنا جائزہ لے کر خود روٹوٹ کر فیصلہ کر لیجئے کہ آپ کس کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں، کس کو راضی کر رہے ہیں اور کس کو ناراض۔ اگر صورت و سیرت اسلامی ہے، دل میں اسلامی شعائر کا پورا احترام ہے، اس لئے اپنی تحریروں اور روزمرہ کی گفتگو میں اسلامی جہتیں استعمال کرتے ہیں، انگریزی تاریخوں سے انگریزی الفاظ سے پرہیز کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ سچے مسلمان ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واہذا آپ کو محبت ہے آپ صرف نام کے نہیں کام کے مسلمان ہیں اور اگر خواہناستہ معاملہ برعکس ہے کہ نام مسلمانوں والا لیکن کام انگریز کے ہیں۔ صورت انگریز کی، سیرت اور عادات انگریز کی، جتنی کہ زبان بھی انگریز کی، گو پوری زبان نہیں آتی مگر چند الفاظ رٹ رکھے ہیں انہی کو ہار دہراتے ہیں۔ غرض اپنے طرز زندگی سے انگریز دوستی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں تو سوچ کر فیصلہ کیجئے کہ آپ کیسے مسلمان ہیں؟ زندگی کی ہر بات سے انگریز کی محبت چھڑ رہی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر رہے ہیں اور ان کے دشمنوں کو خوش کر رہے ہیں۔ حلف سے دل سے سوچ کر فیصلہ کریں کہ آپ جو اسلام کا دعویٰ کر رہے ہیں اس دعویٰ کی کیا دلیل ہے؟ اگر کوئی دلیل نہیں تو بے دلیل دعوے کا کیا اعتبار۔

آخری بات:

آخر میں یہ بات بھر دہراؤں کہ ہجری تقویم ہجرت کی یادگار اور اسلام کا ایک

مخصوص شعار ہے اس کے بالقابل عیسوی تعظیم عیسائیوں کا مخصوص شعار ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے کفریہ عقیدہ کی یادگار ہے۔ ان مردودوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی چڑھا کر شہید کر دیا۔ یہ سن عیسوی کی ابتداء وہیں سے مانتے ہیں۔ سن ۱۹۹۹ء عیسوی کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھائے انھیں سو پچانوے سال گزر چکے ہیں۔ چھیانوہ سال چل رہا ہے جو مسلمان کسی چار نہیں استعمال کرتے ہیں اور یہ وہی اس کفریہ عقیدہ کی تائید و حمایت کرتے ہیں۔ جب کہ قرآن ان کے اس کفر کی صاف صاف تردید کر رہا ہے:

(وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ) (آب ۶-۷)

تَرْجُمَہ: ”نہ ان یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی چڑھایا۔“

پھر عقل کی رو سے بھی یہ عقیدہ کس قدر غلط اور لائق نفرت ہے کہ ایک طرف تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے اللہ اور کل اختیارات کے مالک ہیں، خود وہ اللہ ہیں اور اللہ کے بنے اور اللہ کی بنی ہوئی مریم کے بنے ہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود یہودیوں کے ہاتھوں سولی چڑھ گئے۔ یہودیوں کی گرفت سے نہ خود بھوٹ سکے نہ باپ چھڑا سکا، نہ ماں چھڑا سکی، ہیں عین اللہ۔ ان سے بڑھ کر دنیا میں الحق کون ہوگا؟ کہتے ہیں کہ ”تین ایک ہیں اور ایک تین۔“ ایسی حماقت کسی کم سن بچے سے بھی صادر ہونا محال ہے مگر یہی دنیاۓ میسائیت اسے اپنا ایمان و عقیدہ سمجھتی ہے۔ ”تین ایک اور ایک تین۔“ اگر کسی مصوم بچے کے سامنے آپ تین اٹھلیاں کھڑی کر کے پوچھیں کہ کتنی ہیں؟ تو فوراً کہے گا تین، ایک اٹلی بچے کے پوچھیں کہ اب؟ فوراً کہے گا دو، دوسری بھی بچے کر لیں تو باقی ایک۔ ایک اور تین میں چھوٹا سا بچہ بھی فرق کرتا ہے کہ ایک ہے تو تین نہیں اور تین ہے تو ایک نہیں، مگر عیسائیوں کے عقیدے میں یہ دونوں ضدیں جمع ہیں۔

ایک ہادسی سے میری بات ہوئی کہ یہ ایک اور تین کا معرکہ کیا ہے ذرا ہمیں بھی سمجھائیے، وہ کہنے لگا اس کا سمجھنا مشکل ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے قرآن میں مکتاہات کہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ان مکتاہات کا سمجھنا مشکل ہے، میں نے کہا کہ اس کو مکتاہات پر قیاس کرنا سراسر غلط ہے، اس لئے کہ مکتاہات تک محل کی رسائی ممکن نہیں، دائرہ محل سے خارج ہیں اور ایک اور تین میں تصد محل کی رسائی سے بالاتر نہیں بلکہ محل یہاں تک بطریق ہدایت بہت سہولت سے پہنچ کر ان میں تصد اور ان کے اجتماع کے محال ہونے کا قطعی فیصلہ کرتی ہے۔ وہ جواب سے عاجز آ کر کہنے لگا میں نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں وہ آپ کو بھیج دوں گا دیکھ کر کچھ سمجھیں گے۔ میں نے کہا جب خود منصف موجود ہے تو کتابیں دیکھنے کی کیا ضرورت؟ وہ کوئی جواب نہ دے سکا ہادسی کو چھپا چھڑانا مشکل ہو گیا، یہ ہے جہانویوں کا مضحکہ خیز عقیدہ حلیت اور اسی منت گمراہ عقیدہ پر بنیاد رکھی گئی من جیسوی کی۔ جو مسلمان جہالت کی وجہ سے انگریزی تاریخیں لکھتے اور پڑھتے ہیں وہ خود سوچ لیں کتنی بڑی خطرناک غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ایک تو ہجری تاریخ سے اعراض اور دگر دہانی کا گناہ کہ یہ تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہجرت کی یادگار اور دوسری بہت سی دینی حکمتوں کی حامل ہے جن کی تفصیل بتا چکا ہوں۔ دوسرے یہ کہ کفار کے ساتھ مل کر ان کے مخصوص شعائر کی تائید کا گناہ۔ اسے سوچئے اور بار بار سوچئے۔ خود بھی ہمیشہ کے لئے اس گناہ سے توبہ کیجئے اور دوسرے تمام مسلمانوں تک یہ پیغام پہنچائیے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھیج مسلمان بنادیں، دلوں میں کفر سے نفرت اور اسلام سے محبت پیدا فرمادیں۔

وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی الہ

وصحبہ اجمعین

والحمد للہ رب العلمین

عید کی چچی خوشی

— وَعَظ —

پیشکش کنندہ: مولانا محمد رفیع الدین صاحب، مدرسہ اسلامیہ، لاہور

— نَاشِر —

کتاب گھر

ناظم آباد لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وعدہ: ص

عید کی بگ خوشی

نہ: ص

جان سہوٹا لگا تو سدا شادان عجم آبادی

نہ: ص

بتاریخ: ص

بہر نماز مصر

پولت: ص

سبحان علی علیہ السلام

سبحان علی علیہ السلام

حسان پناہ گسٹریز فون: ۹۶۳۶۰۱۵۱-۲۱

مطبع: ص

بکستان بکسٹریز پناہ گسٹریز فون: ۹۶۳۶۰۱۵۱-۲۱

پیشہ: ص

فون: ۹۶۳۶۰۱۵۱-۲۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وعظ

عید کی سچی خوشی

(روزِ عیدِ انصراف ۱۴۱۱ھ)

﴿إِنَّمَا إِلَهُكُمُ الرَّبُّ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَا حَوْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ ۖ وَلَا تَمُوتُوا بِغُرُوبِهِ ۚ﴾ ﴿١٥﴾ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَكَلَّمُوا بِغُرُوبِهِ ۚ﴾ ﴿١٦﴾ ﴿لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ لَا يَبْدِلُ لِكَلِمَاتِهِمُ الْقَوْلَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْغَوْرُ الْعَظِيمُ ۚ﴾ ﴿١٧﴾

(پہ - ۱۶ - ۱۷ یا ۱۸)

مَنْ رَجَعَكُمْ "پارہ کھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ نہ ملے والا) ہے اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں۔ وہ (اللہ کے) دوست (وہ ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (سُن) جانبِ اللہ خوف و حزن سے بچنے کی (خوش خبری ہے (اور) اللہ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق نہیں ہوا کرتا یہ (بشارت جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے۔"

عید کی بچی خوشی:

آج صبح نماز عید کے بعد سے لوگ ملنے آ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عید ملنے آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ عید تو کھانے کی ہوتی ہے یا پیسنے کی یہ ملنا ملنا کیا ہے؟ عید میں خوشی کی تو دوسری باتیں ہیں اچھا کھاؤ اور اچھا پیو اور عید کی نماز پڑھو، یہ عید ملنا تو کوئی چیز نہیں۔ ان سے تو یہ بات کہہ دی مگر اسی وقت ایک پرانا شعر یاد آ گیا جس سے بہت فائدہ ہوا، صبح سے وہ شعر مسلسل ذہن پر چھایا ہوا ہے دل میں تو ہے ہی زبان پر بھی کبھی کبھی آ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی دیکھیری ہے کہ بچپن کی بہت پرانی باتیں یاد آ جاتی ہیں اور ان سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔ جب ان سے کہہ دیا کہ عید کھانے پیسنے اور پیسنے کی ہوتی ہے ملنے ملنے کی نہیں تو فوراً یاد آیا کہ بچپن میں کسی عید کا راز پر ایک شعر دیکھا تھا۔

ۛ عید کی بچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

کہنے والے نے کسی بھی مقصد سے کہا ہو میں تو اپنی بات سے مطلب ہے جیسے کسی بزرگ نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "اچھے سنگترے، اچھے سنگترے" وہ اپنے سنگترے بچ رہا تھا یہ بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو لوگوں نے پوچھا حضرت کیا ہوا؟ فرمایا سنتے نہیں وہ آواز نکال رہا ہے "اچھے سنگ ترے" سنگ کہتے ہیں سناچی کو اور "ترے" کے معنی ہیں "تیر گئے" تو مطلب یہ نکلا کہ جو اچھے سناچی کے ساتھ لگ گئے وہ تیر گئے۔ وہ اپنے سنگترے بچ رہا تھا اور انہیں اپنی پڑی قمی اسی طرح عید کا یہ شعر شاعر نے کسی بھی نیت سے کہا ہو میں اپنی بات سے مطلب ہے۔

ۛ عید کی بچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

اس شعر سے کئی لوگوں کو بہت نا مدہ پہنچا ہے۔ کئی سال پہلے کسی عید کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ شعر کہلوا دیا تھا تو بیرون ملک امارات یا سعودیہ سے خط آیا کہ کئی سال پہلے ایک عید پر آپ نے یہ شعر پڑھا تھا میں اب یہ شعر پڑھ کر ہمت حاصل کر رہا ہوں۔ دوسرا قصہ میں فحش آیا کہ افغانستان کے سڑکوں میں بھران شاہ میں کچھ حضرات کے اصرار پر قریب ہی موجود ایک عید گاہ دیکھنے کے لئے جانے کا اتفاق ہوا، جو نجی گاڑی ہمیں لے کر عید گاہ کے پاس پہنچی اور ان حضرات نے مجھے بتایا کہ یہ عید گاہ ہے جس سے سائنسدان بھری زبان پر یہ شعر جو رہی ہو گیا۔

سہ عید کی بچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

میں نے یہ شعر پڑھ دیا اور سمجھا کہ بات آئی گئی ہو گئی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ بھران شاہ سے بہت دور ٹوسٹ جانے والے ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ جس موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھ لیا۔ ہاں خوشی کے ایک مدرسہ ”شیخ الجہاد“ جس کے مہتمم مولانا کاظم عہدِ اہلیم صاحب ہیں، اس مدرسہ کے ایک بڑے استاد بھی اس موقع پر موجود تھے انہوں نے وہاں جا کر یہ شعر بہت جلی غلا میں لکھ کر اپنی درس گاہ میں لگا دیا۔ ساتھ ہی میرا نام بھی لکھا ہے کہ اس نے یہ شعر پڑھا تھا۔ دعا کیجئے کہ جو لوگ بھی اسے دیکھیں یا یہ قصہ سنیں، اللہ تعالیٰ اس شعر کا اثر ان سب کے دلوں میں عطا فرمادے۔

سہ عید کی بچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

شعر کا مطلب:

ہوسکتا ہے کوئی اس شعر کا مطلب نہ سمجھا ہو اس لئے اس کی وضاحت بھی کر

دوں۔ مسلمان کا سب سے بڑا دوست کون ہے؟ ظاہر ہے مسلمان کا سب سے بڑا دوست ہے اللہ تعالیٰ وہ محبوب حقیقی سب سے بڑا اور محبت کرنے والا تو وہی ہے پھر محبت کرنے والا بھی کیسا؟ ”یحییٰہم ویحبونہ“ بندوں کی محبت سے پہلے اپنی محبت کا ذکر فرماتے ہیں کہ ہم ایسے بندے پیدا کریں گے کہ ہم ان سے محبت کریں گے اور وہ ہم سے محبت کریں گے، اپنی محبت کا ذکر پہلے فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ جن بندوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے وہ حقیقت یہی انہی کی محبت کا اثر ہے، وہ محبت فرماتے ہیں تو اس کے اثر سے بندے کے دل میں بھی ان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے، اصل سرچشمہ محبت تو وہی ہیں۔ پھر ان کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ ایمان کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کسی دنیوی رشتے کی وجہ سے نہیں، دنیوی احسان کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہونے کی حیثیت سے ہے، اس محبت کا نٹا ایمان ہے۔ ہر نڈھتہ داری کی وجہ سے تو ہر طالب کئی کافروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی مگر وہ محبت عند اللہ مقبول نہیں اس لئے کہ رسول ہونے کی بنا پر نہیں تھی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے صرف اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہر مقبول بندے سے محبت کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت ہے، اعراض حقیقی دوست کون ہوئے؟ اللہ اور اللہ والے لوگ یہ ہیں سچے دوست، حقیقی دوست۔

دنیا کی دوستی کی حقیقت:

دنیا کی دوستی کی کیا حالت ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ دوستی کہیں ملتی ہی نہیں نہ بیوی میں نہ شوہر میں نہ بھائی میں نہ بہن میں نہ باپ میں نہ بیٹے میں۔ آج محبت اور

دوستی کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔ سب لوگ مطلب کے یار ہیں، مطلب پرست ہیں کوئی کسی کا دوست نہیں۔

اس عمر میں بچپن کی باتیں یاد آ رہی ہیں۔ بچپن میں غاری کا ایک شعر پڑھا کرتا تھا اگرچہ اس وقت تک غاری نہیں پڑھی تھی مگر غاری کا یہ شعر بہت پڑھتا تھا۔

سہ یادان این زمانہ بچون گل اتارند

پر رنگ آشنائی یوں وفا نمودند

اس زمانے کے دوست اتار کے پھولوں کی طرح ہیں جو خوش رنگ تو ہوتے ہیں مگر ان میں خوشبو نہیں ہوگی۔ ظاہر محبت کے دعوے تو بہت کرتے ہیں مگر اندر سے بالکل کھوکھلے ہیں۔ محبت کا نام و نشان تک نہیں کوئی کسی کا غم گسار نہیں۔

سہ نہ یاروں میں رہی پاری نہ بھائیوں میں ولا داری

محبت اڑ گئی ساری زمانہ کیا آیا ہے

کسی نے خوب کہا ہے:

سہ وقالوا قد ضففت منا قلوب

لقد صدقوا ولكن من ودا دای

یعنی میرے دوست کہتے ہیں کہ ہمارے دل آپ کی طرف سے بالکل صاف ہیں آپ مطمئن رہیں۔ یہ بالکل صحیح کہتے ہیں کہ واقعا صاف ہیں لیکن میری محبت سے صاف ہیں۔ غرض یہ کہ آج کچھ لیتے دوستی ہے کہاں؟ صرف لسانیت باقی رہ گئی ہے۔ خواہ اعلیٰ نفس کے خلاف ذرا سی بات ہوئی اور ساری دوستی کا غور۔ دوستی ظہرت سے بدل گئی۔

دوسری بات یہ کہ اگر واقعا دوستی ہو بھی تو دنیا کی دوستی کا کیا فائدہ؟ دوستی تو وہی ہے جو اللہ کی خاطر ہو آخرت میں کام آئے۔

تیسری بات یہ کہ دنیوی دوستی چلے گی کب تک؟ کسی نہ کسی روز لازماً جدائی

ہوگی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر گزر رہا تو یہ شعر پڑھے۔

ہ کنا کندمانی جزیمۃ حلیۃ

من اللہرحمی قبل لن بتصدعا

فلما نفرتنا کأسی ومالکنا

لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

فرماتی ہیں کہ ہم دونوں اکٹھے رہتے تھے اور ہماری رفاقت ایسی تھی جیسے جزیرہ بادشاہ کے دو وزیروں کی، جزیرہ ایک بادشاہ گزرا ہے اس کے دو وزیروں کا اتفاق اور ان کی رفاقت و یکجائی ضرب المثل تھی و فرمایا ہم بھی اسی طریقے سے رہتے تھے، ہم بھائی بہن ہیں اکٹھے رہتے تھے کہ دیکھنے والے سمجھتے کہ ان میں کبھی جدائی ہوگی ہی نہیں اور آج جب جدائی مجھ سے جدا ہو گئے، ان کا انتقال ہو گیا تو میں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم کبھی ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔ انداز لگائے کہ دنیا کی محبت کا انجام کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا

”أحب من شئت فانك مفارقة“ (عبر اس توسط)

جس کے ساتھ چاہو دل لگا لو تمہیں با آخر ایک دن جدائی ہوگی آپ بھی مرنے والے ہیں وہ بھی مرنے والے ہیں۔

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (آب ۶۲-۶۳)

اس کی مثال تو ایسی ہے، جیسے ریل سے پلٹ فارم پر کوئی کسی سے وداعی کر لے یا چلتی گاڑی میں دو دن سفر کسی سے تعلق جوڑ لے پھر جیسے ہی جدائی ہونے لگے تو دونوں بیچ و پکار شرعاً کر دیں ایک کارٹ دوسرے کو دوسرے کا دوسرے کو، ارے افسوس ایسی وداعی کی ہی کیوں تھی؟ یہ ہے دنیا کی وداعی اور محبت کا انجام، یہاں کسی سے محبت ہو تو

صرف اللہ کی خاطر ہونی چاہئے۔

سے یاد میں حیرتی سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تھہ پر سب گھر بار لٹا دوں خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں ظلم میں ترے دل ٹٹا رہے
اپنی نظر سے سب کو گرا دوں تجھ سے فٹہ فریاد رہے
کیا عجیب اشعار ہیں یا اللہ! حیرتی محبت میں دنیا بھر کی خوشیوں کو آگ لگا دوں،
دل میں صرف حیرتی محبت اور حیراورد باقی رہے، پھر ایسا غفلت کبھی تھا نہیں رہتا، جنہیں
اللہ تعالیٰ کا انس حاصل ہو جائے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی بھی نہ آئے
اکیسے ہی پڑے رہیں۔

سے پھیر لوں رخ پھیر لوں جبر، سوا سے پھیر لوں
میں رہوں اور سامنے کسی روئے جانانہ رہے

سے چہ خوش ست ہاتھ سے ہنسلے ساز کردن
درخانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

میر نے محبوب اچھائی میں حیرے ساتھ مجلس بازی کیا ہی خوب ہے، ”چہ خوش
ست“ کیسی ہی اچھی مجلس ہوگی؟ وہ کیا سعادت ہوگی اور پھر مجلس کس کیفیت سے ہو
کہ مکان کا دروازہ بند کر لیجئے اور شراب محبت کی بوتل کھول لیجئے، غفلت چڑھاتے
چلے جائیے۔ یا اللہ! ہم سب کو یہ دولت عطا فرما دے، اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ دل
میں حیرے سوا کوئی نہ رہے۔

سے ہے تہا پانہ دراز از در کا خانہ
کہ کسے نیست بجز درد تو درخانہ ما

نور محمد: ”اے محبوب! ہمارے خانہ دل میں تو سے درد محبت کے سوا کوئی

نہیں مہل لئے میرے دل میں ہے تجاہل آ جا۔“

سہ ہر تمنہ دل سے رخصت ہو گئی

اب تو آ جا اب غصہ ہو گئی

تیری شرط ہم نے پوری کر دی تمام اخیار سے دل کو پاک کر لیا اب تو آ جا۔ دعا،
کر نہیں کہ یا اللہ! ان اقوال کو ہم سب کے احوال بنا دے، امن باتوں کو ہمارے دلوں
میں آباد دے، دلوں کی کیفیت بنا دے، یا اللہ! اپنی محبت عطا فرما، شوق وطن عطا فرما،
اپنے دیدار کا شوق اور طلب بلکہ تڑپ عطا فرما۔

الطرح جب یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ حقیقی دوست اللہ اور اللہ والے ہیں تو اب
ذرا کچھ کر دل کی گراہیوں سے کہئے۔

عید کی گئی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

یہ ہے عید کی گئی خوشی کج خوشی جس سے اس مسرتوں سے معمور ہو جا نہیں، ایسے
سرور کہ اس کا نام لینے سے بھی لطف آنے لگے۔

سہ سرور سرور سرور سرور

یا لطف ایچا ہے نام سرور

دوسرا مصرعہ ہے۔

عید جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

یہاں وطن سے سرور وطن آخرت ہے۔ دنیا تو مسافر خانہ ہے جن لوگوں میں وطن
آخرت کی محبت نہیں، وطن آخرت میں جانے کا شوق نہیں، جنہوں نے دنیا میں دل لگا
لیا، اس مسافر خانے کو وطن سمجھنے لگے ان کی کیا خاک عید ہے، دوسرے کے کتنے ہی
مطالعہ کرے کہ سب عارضی اور مصنوعی ہوں گے ان کے دلوں میں سرور کبھی پیدا ہو ہی
نہیں سکتا، دلوں میں سرور تو ان کے پیدا ہو گا جنہوں نے وطن کو پہچان لیا۔

عید جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

دعائے لقائے محبوب:

اس موقع پر ایک دعا کر لیجئے، میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ میں جب مجلس میں کوئی دعا نقل کرتا ہوں تو صرف اس کا بتانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ بتانے کے ساتھ ساتھ دلچسپی کی نیت بھی کر لیتا ہوں تاکہ دونوں کام ساتھ ساتھ ہو جائیں۔ سو جس طرح میں خود اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہوں اسی طریقے سے آپ حضرات جب مجھ سے دعا مانگیں تو شیئ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگنے یاد کرنے، دلوں میں اتارنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی باتیں کر لیں۔ غیب دہ۔ ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کے حق میں قبول فرمائیں۔

”اللهم انی أسألك الرضاء بالقضاء وبرد العیش بعد

الموت ولذة النظر الی وجهک والشفق الی لقاءک“

ترجمہ: ”یا اللہ! میں تجھ سے تیری قدر پر رضاء، نکتہ ہوں اور موت کے

بعد خوش حالی اور تیرے دیدار کا حرا اور تجھ سے ملاقات کا شوق مانگتا

ہوں۔“

یہ دعا حاجات مقبول میں موجود ہے یاد کر لیجئے، کچھ مشکل نہیں، مطلب تو یہ کہ

نی لیجئے یہ مغز ہے مغز۔

دعاء کا پہلا جملہ:

”اللهم انی أسألك الرضاء بالقضاء“ یعنی یا اللہ! تیری ذات پر ایسا

توکل، ایسا اعتماد، تیرے ساتھ اتنی محبت اور اتنا مگر اعلیٰ پیدا ہو جائے کہ اپنے ہارے

میں تیری بر تقدیر خواہ وہ کچھ بھی ہو اس پر راضی رہوں۔ اس لئے کہ محبوب کی طرف

سے جو بھی معاملہ ہوتا ہے وہ محبت پر مبنی ہوتا ہے۔ محبوب اپنے محبت کے ساتھ ایسا

معاملہ بھی نہیں کرتا کہ جس سے محبت کا نقصان ہو جائے۔ جو کچھ مانگا کرے گا محبت

سے کرے گا۔ محبت میں تو جان بھی لے لیں تو کوئی بات نہیں۔ اللہ! یہ تو یقینی بات ہے کہ تو ہماری جانوں کو لے جائے گا چھوڑے گا نہیں یہ تو تیرا قانون ہے لیکن یہ سعادت بخش دے کہ جان جائے تو تیری محبت میں جائے، جو کچھ بھی مقدر کر دے، بظاہر دیکھنے میں کتنی ہی نقصان کی چیز ہو کتنی ہی بڑی مصیبت نظر آئے مگر وہ محبت عطا فرما دے کہ بڑی سے بڑی مصیبت میں خوش رہوں تیری ہر نقد پر پورا بخشی رہوں۔

سہ ہوم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و غم

دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

شعر شروع کیا ہے ہوم ہے، کوئی ہوم ہو تو بات کہجے بغیر ہوم کے سامنے اپنا حال بیان کرنے تو ایسا ہی ہے جیسے بھینس کے سامنے بین بھانڈا وہ کیا کہجے؟ اس لئے وہ، اگر لیں کہ یا اللہ! اپنی عمر اپنے صیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بکھنے کے لئے ہم سب کو ہوم بنا لے۔

سہ ہوم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و غم

دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

روئے ہوئے اک پار ہی نہیں دیتا ہوں مہذب

آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایسا تعلق ایسی محبت، ایسا جواز اور ایسا توکل عطا فرما دیں۔

ہندو بچے کا بادشاہ پر اعتماد:

حضرت عالمگیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانے میں ایک ذیلی حکومت ایک راجا کے سپرد کر دی تھی، دستور یہ تھا کہ جب کوئی بڑا امر چاہتا تو اس کا سب سے بڑا بیٹا اس کی جگہ حاکم بناتا تھا، راجا مر گیا لیکن اس کے بیٹے کی عمر بہت کم تھی اس لئے یہ سوال پیدا ہوا

کہ اتنی کم عمر کا بچہ حکومت کیسے سنبھالے گا، کیا کریں؟ جب حضرت عائشہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ بچے کو لاؤ دیکھ کر فیصلہ کر دوں گا۔ جب بچے کو لا یا گیا تو اس وقت حضرت عائشہ رحمہ اللہ تعالیٰ محل کے محن میں موجود تالاب کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے بچے سے دل لگی کے طور پر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑا اور تالاب کے اوپر کر کے فرمایا چھوڑ دوں؟ بچے نے کہا:

”جس کا ہاتھ تیرے جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اس کو ڈوبنے کا کیا خطرہ؟“

بظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن بادشاہ نے فرمایا: بس امتحان ہو گیا، حکومت اسی کو دے دو، سوچنے کی بات ہے کہ ہندو کافر کے کافر بچے کو ایک مخلوق بادشاہ پر اتکا دیا کہ وہ کہتا ہے:

”جس کا ہاتھ تیرے جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اس کو ڈوبنے کا کیا خطرہ؟“

تو جس کو بادشاہوں کے بادشاہ اپنے ملک پر ایسا استحکام حاصل ہو جائے اس کا کیا حال ہوگا؟ یا اللہ! ہم سب کو اپنی ذات پر ایسا استحکام عطا فرما دے۔ لیکن آج مسلمان ہونے کے دعوے کرنے والوں کو اپنے مولیٰ پر اپنے مالک پر انکم الحاکمین پر اتکا اعتماد نہیں جتنا ہندو بچے کو ایک مخلوق بادشاہ پر تھا۔ یہ تو بس یہی سوچتے رہتے ہیں کہ اگر ہم نے گناہ چھوڑ دیئے تو زعمہ کیسے رہیں گے؟ اگر پردہ شریعت کے مطابق کر لیا تو بیچہ زان، پھونگی زان، ماموں زان، خال زان، سارے زان اور دیور، جینٹ، منڈی، بھونٹی، پھوپھا، خالو وغیرہ سب ناراض ہو جائیں گے، دلوں میں کریں گے کہ ہماری حق تلفی کر دی، جتنے فائدے حاصل کر رہے تھے سب سے محروم کر دیا، اور یہ سارے ناراض ہو گئے تو ہم دنیا میں کیسے رہیں گے؟ یا اگر صورت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعالیٰ تو بیوی ناراض ہو جانے کی اور لوگ کیا کہیں گے یہ جنگی یہ بکرا کہاں سے آیا؟ یہ حال ہے آج کے

مسلمان کے اللہ پر اعتماد کا کہ لوگ بارش ہو گئے تو ہم زندہ کیسے رہیں گے، اسی طرح سودی اداروں مثلاً بینک یا انشورنس کی بہت بڑی ملازمت اور بہت بڑی تنخواہ مل رہی ہو تو آج کا مسلمان کیا کہتا ہے کہ اگر میں نے بینک کی ملازمت چھوڑ دی، انشورنس کی ملازمت نہیں کی تو بھوکا مر جاؤں گا؟ زندہ کیسے رہوں گے؟ ایک ہندو کے بچے کو مخلوق بادشاہ پر اتکا تھا لیکن یہاں مسلمان کو اپنے مالک و خالق پر کوئی اتکا نہیں۔ یہ نہیں سوچتا کہ جس نے ماں کے پیٹ میں رزق دیا کیا وہ پیدا کرنے کے بعد بھول گیا کہ میں نے اسے پیدا کیا تھا اور اب رزق بھی دیتا ہے؟

سود کی لعنت:

سود کا ایک درہم (تقریباً ساڑھے تین گرام چاندی) پچیس دن سے جڑ ہے۔ ارے مسلمان! تو جن سے شخص و محبت کے دعوے کرتا ہے یہ اس اللہ اور اس کے صیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اور فرمایا کہ سود میں تہتر خرابیاں ہیں ان میں پھوٹی سی پھوٹی خرابی یہ ہے جیسے کوئی اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔

رزق کے بارے میں آج کے مسلمان کا اپنے اللہ پر سے ایسا اعتماد اٹھا کہ وہ بینک اور انشورنس کی حرام کمائی کھانے تک تیار ہو گیا۔ اگر رزق پر بات چلی تو مضمون طویل ہو جائے گا یہاں تو ایک ایک بات ایسی ہے کہ جو بات بھی زبان پر آ جاتی ہے اس کی تفصیل میں پورا پورا محنت لگ جاتا ہے۔ کیا کہوں اللہ کیا چھوڑوں؟ دعاء کر لیں کہ یا اللہ! تو جو باتیں دل میں آتا ہے وہ کہے بغیر اور تشریح کئے بغیر ہی سننے والوں کے دلوں میں ڈال دے اور دلوں میں وہ کیفیت و صلاحیت ڈال دے کہ یہاں کی بتائی ہوئی باتیں وقت پر یاد آ جایا کریں۔

دل بن جانے کی ایک علامت:

ایک بات بار بار میرے دل میں آتی ہے پھر کہہ ہی دوں کہ یہاں آنے سے

آپ لوگوں کو کچھ ملایا نہیں اس کی ایک علامت یہ ہے کہ جو باتیں یہاں سننے میں وہ وقت پر یاد آجائیں اور آگے پہنچائیں۔ ہر بات کا موقع ہوتا ہے لہذا اپنے لئے عبرت حاصل کرنے کا موقع ہو یا کسی دوسرے سے کہنے کا موقع، وقت پر بات یاد آجائے اور اسی موقع پر آگے پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ جن کو یہ نعمت عطا فرمادیں وہ اللہ کا شکر ادا کریں۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ رحمت و مہم سے یہ سعادت عطا فرمادیں۔

وہیے تو کچھ اللہ دیکھ ہی رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دلوں میں باتیں ڈال رہے ہیں کچھ نہ کچھ تو مل ہی رہا ہے۔ میرے اللہ کا کرم ہے میرا کوئی کمال نہیں۔ اکابر کی دعائیں ہیں ان کے قدموں کا صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ یہ کام لے رہے ہیں۔ خاص طور پر کتاب ”باب ہم“ سے تو بہت سی تسلی ہوتی ہے اس میں آپ ہی لوگوں کو حالات ہیں لہذا جب ”باب ہم“ پڑھا کریں تو جب اس میں اپنا حال آئے تو اس کو زیادہ غور سے پڑھیں اور اعجازہ کریں کہ کھیں رموزِ گہر تو نہیں لگ گیا۔ جس زمانے میں آپ نے یہ حالات لکھے تھے ان میں کچھ آگے بڑھے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

اب ذرا یہ سوچیں کہ اس وقت جو حضرت عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ بتایا گیا یہ وقت پر آپ کو یاد آ جاتا ہے؟ اور اسے سوچ کر اللہ تعالیٰ پر توکل میں ترقی کی کوشش کرتے ہیں؟ (بعض اہل مجلس نے ہاتھ اٹھایا جس پر حضرت اقدس نے خوشی سے فرمایا) اچھا بہت خوب اسوچا کریں اور آگے پہنچایا کریں۔

پر لطف زندگی کی دعا:

مناجات مقبول کی حمد و ثناء بتائی ہے اس کا دوسرا جملہ ہے: ”وہر د العیش بعد الصوت“ یعنی یا اللہ! جب تو اس مسطر خانے سے ہمیں ”ج“ تو آگے زندگی کی خدمت اور جلوے عطا فرمادے۔ مرنے کے بعد ”ل“: ”خ“ کی زندگی شروع۔

ہوتی ہے۔ تو یا اللہ! اسی وقت سے جنت کی طرف کی کڑی کھل جائے اور عھذی عھذی ہوائیں، بارغ و بہار، حیرے مقرب بندوں کا قرب اور حیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہے۔

موت محبوب چیز ہے:

کبھی کبھی بعض لوگ فون پر پوچھتے ہیں کہ قبر سے بہت ڈر لگتا ہے، قبر تو بھر در میان کی بات ہے اس سے پہلے موت سے بہت سے لوگ ڈرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ملاں کا انتقال ہو گیا تو چلے نکل گیا لیکن پو نہیں سوچتے کہ موت کے بعد بھی تو کی سزاں ہیں، سب سے پہلے بات کہ جان کیسے نکلے گی؟ پھر تار نوٹے گا، پھر قبر اتنی زور سے بھینچے گی کہ اوجھری پھٹاں اور اوجھری پھٹاں اور ایسے (حضرت اقدس نے دوڑوں ہاتھوں کی اٹھایاں ایک دوسرے میں ڈال کر دکھائیں) پھر وہاں مگر کبیر آتے ہیں، اگر رمضان کے سینے میں یا جمعہ کے دن یا چلے مشرک حساب نہیں ہوا تو پھر آگے تو معاملہ ہوگا:

(فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي النَّارِ) (آب ۶۰-۶۱)

آگے دو دن آنے والا ہے کہ یا جنت یا جہنم، فیصلہ بہر حال ہونے والا ہے، کرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ تاکے تاکے؟

ارے ناما عت اعلیٰ! آخر تو اللہ کی گرفت سے کب تک بچا رہے گا؟ اللہ کا تا فرمان تو دنیا میں بھی اللہ کی گرفت سے نہیں نکل سکتا، کسی نہ کسی پریشانی میں جھکا رہتا ہے تو کیا ہر وقت پریشان رہنے کا عذاب کم ہے؟

جو لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ ہمیں قبر سے بہت ڈر لگتا ہے، اس کا کوئی علاج بتائیں؟ تو میں انہیں سمجھا تا ہوں کہ قبر کا عذاب، قبر کی تنگی، قبر کا سمجھنا یہ سارے عذاب تو نافرمانوں کے لئے ہیں۔ قبر کے عذاب کو رحمت سے بدل لینا اللہ تعالیٰ نے بندے

کے اختیار میں دے دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔“ (ترمذی)

قبر کے گڑھے کو جنت کا باغ بنالینا بندے کے اختیار میں ہے۔ جو اللہ کی باخشنی چھوڑ دے اس کے لئے قبر میں عذاب نہیں اس کے لئے قبر بہت کشادہ ہو جاتی ہے، طرح طرح کے باغ ہیں، بہت کشادہ عالی شان محلات ہیں، جنت کی طرف کھڑکی کھل جاتی ہے، خوشبودار ہوائیں آتی ہیں، حوریں بھی انتظار کر رہی ہوں گی، الغرض جنت میں جو کچھ ہے قبر اس کا نمونہ بن جاتی ہے۔

جاں کنی کے وقت:

قبر میں جانے سے پہلے کیا ہوتا ہے؟ یہ سمجھانے کے لئے وصیت کرتے ہیں کہ سورہ زمرات کی ابتدائی دو آیتیں یعنی ”وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ تَبَتَّ“ اور ”وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ تَبَتَّ“ یہ دونوں آیتیں جن میں کل چار لفظ ہیں ان کا ترجمہ روزانہ دیکھ لیا کریں تو بہت ہی اچھا ہے روز کم از کم اتنا تو کریں کہ یہاں سے اٹھنے کے بعد کم سے کم ایک بار تو ضرور ان کا ترجمہ دیکھ لیں۔ میں تو بتاؤں گا ہی لیکن آپ لوگ اپنے طور پر بھی کسی بھی ترجمہ والے قرآن میں ان دو آیتوں کا ترجمہ دیکھ لیں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ یادو اثر ہو جائے۔

”وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ تَبَتَّ“ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں جو ظالموں کی جان کھینچ کھینچ کر نکالتے ہیں ”وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ تَبَتَّ“ قسم ہے ان فرشتوں کی جو فراہمہ داروں کی جان اتنی تیزی سے نکالتے ہیں گویا بھرے ہوئے مشکیزے کی ڈوری دھکیلی کر دی مشکیزہ تو شاید آپ کے پاس نہیں ہوگا، تاڑ لے لیں کہ دانو جو فی ذرا دہایا کیسے ہوا نکل جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر فرمائی کہ فرشتے باغیچہ کی جان ایسے نکالتے ہیں جیسے کانٹوں پر طبل کا ہار یک کپڑا ڈال دیں

جب کانٹے ٹھس چائیں تو پھر ایک طرف سے اسے کھینچیں، چار سو فوٹے کا فرش
 نافرمان کی جان بھی اسی طرح کھینچ کھینچ کر لے لے لے ہیں، یہ مقدس فرشتے ہیں بھی تو ان
 کی قسم اٹھا رہے ہیں اور فرماں بردار کی جان کیسے لے لے لے ہیں اس کے لئے ایک مثال
 دے دی جیسے کوئی منگیزہ چلنی یا ہوا سے بھرا ہوا ہو اور اس کا منہ ڈوری سے بندھا ہو جیسے
 ہی ڈوری ڈرا سی سر کاٹی تو ہوا کو لٹکان نہیں پڑے گا بلکہ وہ خود ہی نکل جائے گی، یہی
 حال ان لوگوں کی جان کا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت، محبوب کے دیدار و فراق
 وطن میں تڑپ رہے ہیں، کہ سب وصل کی گھڑی آئے گی۔

ٹٹ کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا

شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ کی یونانی دواؤں کی دکان تھی پہلے زمانے میں
 یونانی دوائیں بیچنے والے چنساوی کو بھی عطار کہتے تھے شاید یہ اس لئے کہ وہ عطر بھی
 بیچتے ہوں گے آپ کی دکان پر ایک درویش بیٹھ گیا اور ایک بوجھ کی طرف اشارہ کر کے
 پوچھنے لگا کہ اس میں کیا ہے؟ شیخ نے جواب دیا (مثلاً) شربت بڑوسی، ایک اور
 مرجان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اس میں کیا ہے؟ شیخ نے کہا مرہ آمل، ایک
 اور مرجان کی طرف اشارہ کر کے کہا اس میں کیا ہے؟ شیخ نے کہا خیرہ کا زبان۔ ایسے
 ہی تین چار چیزیں پوچھنے کے بعد وہ درویش کہنے لگا کہ عقد کے بندے! تو سارا دن
 چپکے دلی چیزوں کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے میری جان یہی لکھی گی؟ فرید الدین عطار جو
 اس وقت تک شیخ فرید الدین نہ پنے تھے کہنے لگے:

”ہا ہا، جان ویسے ہی لکھی جیسے تیری لکھی۔“

اس نے کہا ہماری جان کا کیا ہے وہ تو پہلے سے ہی پرانوں کے لئے تیار ہے
 وہیں دکان کے سامنے بیٹ گئے اور اپنی چادر اوپر لے لی، انہوں نے سمجھا کہ مذاق کر
 رہا ہے لیکن جب تھوڑی دیر بعد جا کر دیکھا تو ان کی روح ہلا کر بیٹھ گئی۔ فرید الدین
 عطار کے دل پر رحمت لگی پہلے عطار تھے اللہ تعالیٰ نے ایک لمحے میں شیخ عطار بنا دیا۔ یا

اللہ! ہم سب کے دلوں پر وہ رحمت نازل فرما دے جس سے تو نے ایک لمحے میں عطار کو شیخ عطا بنا دیا۔

سے تو شاہوں کو گدا کر دے گدا کو بادشاہ کر دے

اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

یا اللہ! آخرت کے لحاظ سے ہم سب گدا ہیں، فقیر ہیں، خالی ہاتھ ہیں، یا اللہ!

تیری وہ رحمت جو نریح الدین عطار کے دل پر ہوئی، یا اللہ! تیری وہ رحمت جو فضیل بن

عیاض کے دل پر ہوئی، یا اللہ! تیری وہ رحمت جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر

ہوئی، یا اللہ! تیری وہ رحمت جو حضرت ابوسہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر ہوئی، یا

اللہ! اس انقلاب کا کرشمہ ہمارے دلوں پر بھی نازل فرما۔

ج اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

دعائے دیدار محبوب:

منہ جات قبول کی دعا کا تیسرا جملہ ہے: "ولذہ النظر الی وجهک" اس

لئے کہ۔

ج عید کی جی خوشی تو دوستوں کی دیہ ہے

کا اسی سے تعلق ہے، چوتھا جملہ: "والشوق الی لقاءک" بھی تقریباً اسی کے

ہم معنی ہے۔ اصل میں تو میں بھی تیسرا جملہ بتانا چاہتا تھا پہلے وہ پہلے اور ان کی تفصیل

دینا آگئی، اگرچہ اہل نظر ان حالات میں بھی لذت دیدار سے سرشار رہتے ہیں مگر پہلے

ان دو جملوں میں دیدار محبوب کی تصریح نہیں آخری دو جملوں میں اس کی تفسیر و تصریح

ہے۔

"ولذہ النظر الی وجهک" یا اللہ! مرنے کے بعد تیرے دیدار سے جو

لذت حاصل ہوگی وہ لذت عطا فرما دے، تیرے دیدار کی لذت تو وہ لذت ہے جس

پر پوری جنت کی لذتیں قربان۔

۷۔ کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے
میں تجھ سے ہوں یا رب طلب گار تیرا
ہے جنت کی نعمت تو سب میرے سر پر
میر ہو اے کائنات دیدار تیرا

امید ہے کہ "عید کی جی خوشی" کا مطلب کچھ میں آگیا ہوگا۔ دعا کر لیں کہ یا اللہ! مرنے سے پہلے ہی اپنے دیدار کا ایسا شوق غالب فرما دے کہ ابھی سے یہ ڈرپ پیدا ہو جائے کہ کب تیرے پاس پہنچوں اور دیدار کی لذت حاصل کروں اور جب تو مجھے اپنے پاس بلا لے تو حیرت دیدار کی وہ لذت مل جائے جس کے سامنے جنت کی کسی نعمت کی طرف توجہ ہی نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جنہیوں کے لئے جو جو عذاب بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک بہت بڑا عذاب یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے رب کی زیارت نہیں کر سکیں گے:

(تَجَلَّوْا عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّسْخِرٌ يُّرْوٰنُ) (آب۔ ۳۰۔ ۳۱)

یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے محروم رکھیں گے۔
دعا کر لیں کہ یا اللہ! اپنی رحمت، اپنی شانِ محبت اور قدرتِ کاملہ کے صدق سب مسلمانوں کو اپنی محبت اور دیدار کی لذت عطا فرما دے۔ یا اللہ! ہم سب وطن سے دور ہیں ہمیں وطن کے قریب کر دے۔

وطن کے قریب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ جلدی سے سر جاکیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! تیرے علم میں جب تک ہماری حیاتِ وطن آخرت جانے کے لئے مانع ہے زندہ رکھ اور اگر اس زندگی سے وطن آخرت میں کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ و خطرہ ہے تو یا اللہ! اس سے پہلے ہمیں اٹھا لے۔ جیسے دنیا میں لوگ وطن کے لئے دوسرے ملکوں میں کمانے جاتے ہیں کہ وہیں وطن جا کر شادی کریں گے، محلات

ہائیں گے، وطن میں بہت بڑی تہارت کریں گے، اگر ان مصلحتوں کی خاطر جیرونی ملک میں پیسے جمع ہوتے رہیں تو وطن کا فراق، وطن کی جدائی، وطن میں رہنے والے رشتہ داروں اور دوستوں کے فراق کی تکلیفیں، ملک سے باہر رہنے کی تکلیفیں یہ سب تکلیفیں آسان ہو جاتی ہیں اور اگر اپنا وطن چھوڑ کر جیرونی ملک گئے، اقارب اور دوست احباب کی جدائی اور ہجرم کی تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں مگر وہاں کچھ بنی عی نہیں رہا، کوئی کام ہی نہیں مل رہا، کچھ کام ملا بھی تو کسی ہوئی میں برتن مانگنے کا یا کہیں مجھادوسنے کا جس کی آمدنی اتنی تھوڑی ہو کہ ساتھ ہی ساتھ قسم ہو جاتی ہو یا اور قرض لینا پڑتا ہو جو پونجی لے کر گئے تھے وہ بھی ضائع ہو رہی ہو تو سوچنے کی ایسی حالت میں وطن سے دور، گھر سے دور، اقارب و احباب سے دور کوئی ایک لمحہ بھی رہنا گوارا نہیں کرے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں اس سفر خاندان میں وطن آخرت جانے کے لئے بھیجا ہے سو اگر وطن بننے کی بجائے گھر، پادشاہی زندگی کا کیا فائدہ؟

”الضیاء مزرعة الاخرۃ“

یہ روایت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء العلوم میں نقل کی ہے مگر تائیدین حدیث نے ان الفاظ کو غیر حرجت کہا ہے البتہ یہ حقیقت جاوید قرآن و حدیث کی خصوص سے ظاہر ہے۔ دنیا میں رہنا مقصود نہیں، دنیا آخرت کے لئے ہونے کی جگہ ہے اس کا پھل آخرت میں کھایا جائے گا اسی لئے جب تک وطن آخرت میں ترقی ہوتی رہے ہم وطن سے دور کی پرہیز کریں گے۔

اللہ کے بعض بندوں کو وطن کی بار بہت تھکتی ہے ایسے بہت میں وہ اپنے دلوں کو ہیں تسکین دیتے ہیں۔

سہ اگرچہ دور القیوم بدین امید فرمادم

کہ شاید دست سن بار دگر چاکان من گیرد

تحمل فراق کے نسخے:

وطن اور مل وطن سے فراق کا صدمہ برداشت کرنے کے کئی نسخے ہیں
پہلا نسخہ:

پہلا نسخہ یہی ہے جو ابھی بتایا کہ اللہ والے ایسے سوچتے ہیں کہ اگرچہ ہم وطن
جانے کے لئے اس مسافر خانہ میں رہ رہے ہیں، لیکن محراب محبوب کے پاس پہنچنے
والے ہیں ابھی وہ محبوب میرا ہاتھ تھام لے گا، اسی امید پر دوست رہتے ہیں۔
”خدا انکو استہ مر نہ جائے“:

آج کا مسلمان جب اپنے کسی محبوب کا ذکر کرتا ہے تو کہتا ہے خدا خواستہ مر نہ
جائے فون پر بھی بعض لوگ ایسے کہہ دیتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ کیا کسی کے
بارے میں یہ احتمال بھی ہے کہ وہ نہیں مرے گا، خدا خواستہ تو وہیں کہنا چاہئے جہاں وہ
احتمال ہوں، کسی کے مرنے کے بارے میں تو یہ احتمال ہے ہی نہیں کہ وہ نہیں مرے
گا۔

﴿مَنْ تَقَرَّبَ إِلَىٰ نَافِثَةٍ الْتَوَتْ وَلَئِمَّا يُؤْتَوْنَكَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فَمَنْ دُخِرَ عَنْ الْكَافِرِ الْأَجَلِ الْحَسْبُ فَقَدْ خَلَا
وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْمُرُورِ﴾ (اب: ۵۵)

دوستوں کے مختلف جوڑے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَكُمْ لُزُومًا تَلْفَتْهُ﴾ (اب: ۳۷-۳۸)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں تم کے جوڑے ملے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

﴿فَالْمُضْمَنُ الْمُتَمَتِّعُ مَا أَصْحَبَ الْمُتَمَتِّعُ﴾ (۵) وَأَصْحَبُ

لَا تَقْنَطُوا مَا اخْتَصَبَ لِلْجَنَّةِ وَقَدْ كَفَرْتُمْ ۚ وَالتَّائِبُونَ الَّذِينَ يَتُوبُونَ ۝۱۰۰

اُولٰٓئِكَ اَتُفَرِّقُوهُمْ ۝۱۰۱﴾ (آب-۲-۱۱۷۸)

وطن آخرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے جوازے عطا کیے ایک اصحابِ مہم، دوسرے اصحابِ مشن، تیسرے مقربوں۔ عام جنتی ایک دوسرے کے لئے جواز ہیں جسے اختیار کر دہ بھی کہا جاتا ہے، یعنی ایک جماعت عام جنتیوں کی ہوگی، دوسری جماعت جنہوں کی ہوگی اور تیسری جماعت اہل جنت میں سے خواص یعنی اونچے درجے کے لوگوں کی ہوگی جنہیں مقربین کہا جاتا ہے۔ اللہ والے اگرچہ وطن آخرت سے دور ہوں لیکن وطن کی یاد ستاتی رہتی ہے، پریشان ہوتے ہیں کہ کب وہاں اپنے جواز کے لوگوں میں پہنچیں گے۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے دیوار کا شوق تڑپاتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پھر حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس بہت یاد آتی ہے، دعا کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی یاد عطا فرمادیں۔

سہ پہلے ہوں شب و روز ہذا بسترِ فہم پر
ہوتی ہے بری ہائے لگی آگ جگر کی
کانے نہیں کتنی تری فرقت کا زمانہ
ہوتی نہیں اب شام جو سر سر کے سر کی
اس موقع پر دوشعر میرے بھی سن لیجئے۔

سہ قصور میں تیرے میں سب کھو چکا ہوں
یونہی دن بھر گزرا یونہی شب گزری
تری یاد نے مجھ کو ایسا ستایا
اسی میں تڑپتے کی عمر ماری
پہلے شعر کا دوسرا مصرع ہے:

یونہی دن بھی گزرا یونہی شب گزری

اس میں دن کے ساتھ قطعہ ”گزارا“ ہے اور رات کے ساتھ ”گزارا“ دونوں میں فرق یہ ہے کہ دن میں تو کئی مشاغل ہوتے ہیں، مختلف قسم کے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں، کئی خبریں کان میں پڑتی رہتی ہیں ہوں کچھ نہ کچھ سہانی سے دن گزر جاتا ہے اگرچہ پھر بھی دردِ مہکن سے نہیں بچنے دیتا۔

سہ حسینوں میں دل لاکھ بہلا رہے ہیں
مگر ہائے پھر بھی وہ یاد آ رہے ہیں
رات میں تو بس بندہ نور اللہ، ان دونوں کے سوا اور تو کوئی ہوتا ہی نہیں وہ تو پھر
گزارا پڑتی ہے۔

سہ پیمبروں رخ پیمبروں ہر ما سوا سے پیمبروں
میں رہوں اور مانتے بس روئے جانانہ رہے
دن گزارے ساز میں رات گزاریں سوز میں
عمر بھر ہم دن میں بلبل شب میں پرانہ رہے

سہ اے سولت جاں پھونک دیا کیہ مرے دل میں
بے فعل زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وقت تھا، مگر دالے اور دوست اصحاب کہہ رہے تھے ”واکثر بلہ“ ہائے ہم تو لٹ گئے یعنی بہت بڑا صدمہ ہو گیا یہ بہت بڑی مصیبت ہم سے لٹی جا رہی ہے، ارے ہم تو لٹ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا سے رخصت ہوئے ہوئے جبکہ لوگ روتے ہیں، فرمایا: ”واطرہا ما القیٰ خدا محمدؐ و صحبہ“ ارے واہ خوشی! ابھی ایک لمحے میں محمد صلی اللہ علیہ

و سلم اور آپ کے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملا۔ کچھ نہ بچ گئے کسی شادی ہو رہی تھی۔

و لعلتك امك يا ابن آدم باكيا
والناس حولك يضحكون مسرورا
فاعمل لنفسك كي تكون اذا بكوا
حين موتك ضاحكا مسرورا

سے یاد داری کہ وقت زاون تو
مردمان خداں و تو گرچہ
این چنین زی کہ وقت مردن تو
مردمان گرچہ و تو خداں

شاعر کہتے ہیں کہ کیا تجھے کچھ معلوم بھی ہے کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو تیرے رشتے دار فخر رہے تھے، خوشیاں منا رہے تھے، مخاطبیاں تقسیم کر رہے تھے مگر تیری بیخ فکلی گئی تو روزِ قیامت تو تھاب تو اللہ کے قانون کے مطابق ہیں زندگی گزار دے کہ جب دنیا سے تیرے رخصت ہونے کا وقت آئے تو تیرے رشتہ دار روئیں اور تو اپنی سستی میں حضرت پال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کہے: ”واطرملہ۔“

دوسرا نسخہ:

دن کی یاد ستائے تو یہ سوچا کریں کہ میں ابھی بچنے والے ہیں، دنیا میں جب تک ہیں مزے کالیں انشاء اللہ مزے ختمیں مل جائیں گی۔ ایک بار لا الہ الا اللہ کہنے سے کہاں کہاں پہنچ جاتے ہیں لہذا اس کی قدر کیجئے فضول اور لغو باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے لا الہ الا اللہ کا ذکر جاری رکھیں لیکن وہ بات یاد رہے کہ جب تک گناہ

نہیں چھوڑیں گے کام نہیں بنے گا۔ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ فرمائیاں بھی کریں،
 واؤ عیاں بھی منڈائیں، ٹخنوں سے نیچے شلوار بھی رنجھیں، ٹی دی بھی دیکھیں، منڈولی،
 بہلولی، دیر، جینٹھ اور زادوں سے پردہ بھی نہ کریں اور لا الہ الا اللہ پڑھیں تو کام بن
 جائے گا، یہ خیال غلط ہے گناہ چھوڑنا ضروری ہے۔ جب ایک پار لا الہ الا اللہ کہنے
 سے اللہ کا نام لینے سے اتنی ترقی ہو جاتی ہے تو گناہ کے ٹکڑے سے بچنے پر کتنی ترقی
 ہوگی؟ جب اللہ تعالیٰ کی فرمائی کاٹھ ضایہ ہو اور اس کو روک لیا جائے تو ذکر اللہ کی
 جہت بڑا دس درجہ زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ مثلاً کسی غلی صودت یعنی پھرنے والی عورت
 کو، پچھنے کا دل چاہا کہ ایک نظرائہ کر دیکھ لو لیکن محض اللہ کی محبت میں، اللہ کے خوف
 سے کہ کہیں دنیا و آخرت دونوں برہ نہ ہو جائیں، دل کا سکون نہ ملے، دل کی
 حفاظت کے لئے نظر کو ذرا سا جھکا لیا کسی کو پتہ بھی نہیں چلا تو ایسے شخص کی پرہیزگاری
 بلند ہو جائے گی کہ بڑا دس سال نفس چڑھتا رہے تو بھی وہ ترقی نہیں ہوتی۔

تیسرا نسخہ:

اللہ دلوں کے لئے جب وطن کی یاد دلاتی ہے تو وہ یہ سوچتے ہیں کہ وہ محبوب
 اگرچہ نظر نہیں آتا مگر وہ محبوب ہر بار یہ اعلان فرما رہا ہے کہ جو میرا ابن جاتا ہے میں اس
 کے ساتھ ہوں۔ اگرچہ وہ محبوب نظر نہیں آتا مگر وہ میرے ساتھ ہے مجھے اس کی رضا
 حاصل ہے، اس کی رحمتیں ہو رہی ہیں، ایک ایک سانس کے ساتھ اس کی بے شمار
 رحمتیں ہو رہی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے تو پھر دنیا ہی میں جنت کے
 مزے آنے لگتے ہیں۔

۳۔ میں گو کہنے کو اسے ہوم اسی دنیا میں ہوں لیکن

جہاں رہتا ہوں میں وہ اور بھی ہے سر نہ میں مہری

سہ میں دن رات جنت میں رہتا ہوں گو یہ

مرے باغ دل کی وہ گل کاریاں ہیں

الغرض فراق دہن کا قہم ہلکا کرنے کے تین نسخے یہ ہیں۔

❶ یہ سوچ جائے کہ فکر یہ دہن چھپنے والے ہیں۔

❷ مسافر خانے میں رو کر دہن بے رہے ہیں۔

❸ حقیقی دوست اللہ تعالیٰ ہر رے ساتھ ہے۔

یہیں تک تو اس پر جان ہوا کہ عید کی جی خوشی کیا ہے؟ آگے یہ بتانا چاہتا ہوں

کہ عید پر خوشی کیوں منائی جاتی ہے؟

عید کی خوشی کس چیز کی ہے؟

چونکہ عید کے معنی ہیں ”خوشی“ لہذا یہ بات سوچنے کی ہے کہ عید کی خوشی کس چیز کی

خوشی ہے؟ اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں، بعض یہ فرماتے ہیں کہ یہ خوشی اس

بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادی، اپنی رحمت

سے روزے پورے کر دے لیکن یہ رفیق فرماتے ہیں:

”عید کی خوشی اس چیز کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مہینہ دن بھر بھوکا رہنے کا

علم دینے کے بعد عید کے دن کھانے پینے کی آزادی پر خوشی ظاہر کرنے

کا حکم دیا ہے۔“

عارف کا مطلب:

عارفین ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اپنی معرفت یعنی اپنی

پہچان داخل دیتے ہیں۔ معرفت بھی کاملہ ہوتی ہے انسان اسی حد تک اللہ تعالیٰ کی

فرمانی سے چلتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ہانپائی سے نہیں چلتا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان ہی

نہیں اگر پہچان لے تو کبھی نافرمانی نہ کرے، عارف بہر حال اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی

رہتا ہے۔

ہمیشہ مالک کی رضا پیش نظر رہے:

رمضان اقدس دن کا ہو یا تیس کا اس بارے میں بھی اپنی خواہش کو دخل دینا سچی نہیں، بہر حال مالک کی رضا پیش نظر رہے، کمزور ایمان والے لوگ تو جلدی سے جان چھڑانے کی فکر میں ہوتے ہیں کہ اس جلدی سے عید ہو جائے، نہ بھی ہو تو تیرہ دینی کہیں سے سمجھنا جان کر چاند نکال لائیں، اور جن لوگوں کو دین سے تعلق ہے مگر خود ہی دیندار یا صوفی بن گئے کسی کی صحبت نصیب نہیں ہوئی ایسے لوگ جوش میں آکر یوں کہتے ہیں کہ نہیں نہیں ایک روزہ اور ہو جائے؟ اللہ کرے چاند نظر نہ آئے ایک روزہ اور مل جائے بلکہ ایک مہینہ کافی نہیں دو ہوں تو اچھا ہے۔ اور جن کو کسی دل والے کی صحبت مل جاتی ہے ان کی خواہش ان دونوں سے مختلف ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ جس میں مالک راضی ہو اسی میں ہم بھی راضی، وہ مالک اگر کھانے میں راضی ہو تو ہم بھی کھانے میں راضی اور وہ بھوکا رکھے میں راضی تو ہم بھی بھوکے رہنے میں راضی، جس پر وہ راضی اس پر ہم بھی راضی۔ ان لوگوں کی اپنی مرضی کچھ ہوا ہی نہیں کرتی، صرف مالک کی مرضی پر نظر رہتی ہے، جس پر وہ راضی اسی پر یہ راضی۔

دنیا کی ہر چیز ختم ہو جانے والی ہے:

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ سن جاب اللہ انسان کے لئے دو حالتیں ہیں:

① نکوئی ② نحرہی۔

نکوئی سے مراد وہ امور ہیں جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ انسان کے حالات پر مومن جو عقد کر گزرتی ہے مثلاً کبھی بیار ہے تو کبھی جلد مرے، کبھی تنگدست ہے تو کبھی تو نگر، کبھی تکلیف کبھی راحت، ان امور کو نکوئی امور کہا جاتا ہے۔ نکوئی امور انسان پر جو کچھ بھی گزریں ان پر راضی رہے مگر وہ عام ہمیشہ یہ رہے کہ یا اللہ تو راحت،

سکون اور عافیت کی دولت عطا فرمائیں ان کی فکر میں نہ پڑے، کیونکہ دنیا صرف مسافر خانہ ہے جس کی نہ راحت کا اعتبار نہ تکلیف کا اعتبار، کوئی راحت ہے تو بھی گزر جائے گی اور کوئی تکلیف ہے تو بھی گزر جائے گی۔

خط گذر گئی گذراں کیا بھر پڑی کیا میدان
اصل فکر وطن آخرت کی ہونا چاہئے کہ وہاں اللہ تعالیٰ دائمی راحت عطاء فرمائیں۔ یہاں تو ایک منہ کا بھی اعتبار نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جب قیامت آئے گی تو جو شخص قرآن اٹھا کر منہ کے پاس لے گیا ہوگا اسے منہ میں ڈالنے سے پہلے ہی اس کا قصہ تمام ہو جائے گا۔" (مسند احمد)

یہ جب ہے ہی مسافر خانہ تو انسان نہ اس کی راحت پر اترائے نہ تکلیف سے گھبرائے، عارضی چیز ہے گذرگاہ ہے، بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ اصل اہمیت وطن کی ہے کہ خدا خواست وہاں کسی تکلیف کا سامنا نہ ہو۔ صبر کے ساتھ راحت کی دعا بھی کرتے رہنا چاہئے۔

فرض یہ کہ دنیوی تکالیف میں گھبراتا تو نہیں چاہئے مگر دعا یہ رہے کہ یا اللہ! اس مسافر خانے کا سفر بھی راحت سے گزار دے، ہم بہت کمزور ہیں کسی امتحان اور اٹلاؤں کے لائق نہیں، امتحان اور اٹلاؤں تو بڑے لوگوں کا ہوا کرتا ہے، ہم کس قابل ہیں۔

وَالطَّيْفُ بِعَبِيدِكَ لَمْ يَلِدْ لَكَ

صبراً منى قدحہ الاھول صہزم

یا اللہ! اپنے اس بندہ کے ساتھ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لطف و کرم کا معاملہ فرما، اس لئے کہ میرا صبر ایسا کمزور ہے کہ جب کوئی مصیبت اسے مقابلہ کی دولت دیتی ہے تو یہ صبر دم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔

کبھی بھی یہ دعا ہرگز نہ کریں کہ ہم پر کوئی مصیبت آجائے تو ہم اس پر صبر کریں

تاکہ ہمیں مقام صبر مل جائے۔

مقام صبر:

ہاں مصیبت آ جائے تو صبر کریں اور یاں دعا کریں کہ یا اللہ! اسے زائل فرما اور جب تک زائل نہیں ہوتی صبر عطا فرما۔ ایک صبر تو یہ ہو گیا مصائب پر، دوسرا صبر ہے عبادت پر کہ یا اللہ! عبادت پر ہمیں صبر عطا فرما یعنی استقامت عطا فرما۔ مدامت کی توفیق عطا فرما۔ تیسرا صبر ہے گناہوں سے کہ یا اللہ! ہمیں گناہوں سے صبر عطا فرما کہ کسی گناہ کے قریب بھی نہ بھٹکیں، اس پر استقامت عطا فرما۔ ان آخری دونوں قسموں یعنی عبادت پر صبر اور گناہوں سے بچنے پر صبر کی کوشش اور دعا، میں ہر وقت لگے رہتا چاہئے۔ مگر یہ قرنا یہ دعا ہرگز نہ کرے کہ کسی گناہ کا موقع پیش آئے تاکہ اس سے بچنے کا ثواب حاصل کروں، اس لئے کہ یہ صابریں میں سے ہونے کا دعویٰ ہے، بس یہ کوشش اور دعا وہ ہے کہ گناہوں کے مواقع پیش ہی نہ آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ صبر کی دعا کر رہے ہیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہ فرمائی کہ آفت کو دعوت دے رہے ہو، عاقبت طلب کیا کرو۔ (ترمذی)

یعنی صبر کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ مصیبتیں آئیں اور ہم ان پر صبر کریں ایسی دعا ہرگز نہ کی جائے

صابر نام رکھنا:

صابر نام بھی نہیں رکھنا چاہئے، ہم نے دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے صابر نام رکھا وہ دنیا میں شکایف ہی میں مبتلا رہے، اتنا بڑا دعویٰ انسان کیوں کرے کہ میں صابر ہوں، مگر نام رکھنا چاہئے یا عاجز۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بہت

کمزور ہو رہے ہیں، پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اتنے کمزور کیوں ہو رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! آخرت میں جو عذاب ہو نے والا ہے وہ مجھے دنیا ہی میں مل جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت حبیہ فرمائی کہ میرا ہرگز موت کہہ چکے ہیں دعا کرو کہ یا اللہ، آخرت میں بھی معاف فرما اور دنیا میں بھی معاف فرما۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کسی صورت میں بھی رحمت نہ دی جائے، دونوں جگہ اللہ تعالیٰ سے رامت و عافیت طلب کی جائے۔

یہ حکم ہے غلوئی امور کا کہ تکلیف آئے تو صبر سے کام لے لیجئے نہیں بلکہ دعا، ہر وقت یہی ار ہے کہ یا اللہ! تکلیف کی نعمت کو رامت کی نعمت سے بدل دے، مرض کی نعمت کو صحت کی نعمت سے بدل دے، پس تو دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں مگر مرض و تکلیف کی نعمت کا ہم کمزوروں کو حق نہیں۔

تقریبی امور میں شریعت کے احکام و مسائل میں اپنی طرف سے کچھ اختیار نہ کرے کسی چیز کی تمنا یا دعا نہ کرے بلکہ مالک کے حکم پر راضی رہے، مالک نے جس وقت میں جو فرض کر دیا ہے اسی پر راضی رہے اور جس موقع پر پھللی دے دی ہے اس پر خوش رہے، اپنی طرف سے کسی ایک جانب کی تمنا یا دعا نہ کرنا مثلاً یہ کہ ایک روزہ فوری ہو جائے غلط بات ہے پس جس پر اللہ تعالیٰ راضی اس پر ہم بھی راضی۔

دونوں کا فرق ایمان تقیہ کر لیجئے کہ غلوئی امور میں تو اپنی سہولت و رامت اور عافیت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اور تقریبی امور میں نفس پر جو گرفتاری ہو جیسی حالت بھی گزرے چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں۔ اپنے نفس کو کھل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اپنی مرضی نہ چلائے، سطر دو کی بجائے چار رکعت چڑھیں تو گھٹ کر تین، شریعت کے خلاف کیا اس لئے کہ شریعت نے تو چار کی بجائے دو مقرر کی ہیں اور احکام شریعت میں اپنی مرضی نہیں چلتی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں باوجود سنہ کے

فرست بھی ہے اور ہمت بھی کیوں آدمی پڑھیں؟ ہم تو پوری پڑھیں گے۔ تو پوری پڑھنے پر ثواب کچھ نہیں ہوگا سخت گناہ ہوگا اور نماز دو بارہ پڑھنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ایک حکم میں سہولت دیں، رعایت فرمائیں اور آپ اعراض کریں، کتنی بڑی گستاخی ہے؟

سے کر طبع خواہد زدن سلطان دین

خاک پر فرق قامت بعد دین

تقریبی امور میں صحیح فہم کا فیصلہ یہی ہے کہ مالک کی طرف سے جو حکم آئے دل و جان سے تسلیم کر لیں۔ وہ یہ کہ ادیں تو اس پر راضی، روزہ رکھوا دیں تو اس پر راضی، کھلائیں تو خوش، بھوکا رکھیں تو خوش، رمضانے یا د میں اپنی رضا گم ہو جائے، اپنی کچھ ترنا ہی نہ ہو۔ رمضان خواہ آتش کا ہو یا تیس کا بہر حال اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش رہنا چاہئے۔ وہ آتش کے بعد مید کر کے کھانا چاہیں تو ہم کون ہیں انکار کرنے والے؟ اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہئے، عارفین کی نظر میں عید کی خوشی کا سبب یہی ہے کہ وہ کھانے میں خوش تو ہم کھانے میں خوش۔

پچی خوشی کی علامت:

اس زمانے میں لوگ مید میں خوشی ظاہر تو کرتے ہیں لیکن یہ بات سوچنے کی ہے کہ ان کے دلوں میں واقعہ خوشی ہے بھی یا نہیں؟ ”صوفی خوشی کو ظاہر کرنا اور بات ہے اور واقعہ دلوں میں خوشی کا ہونا ایک الگ بات ہے۔ نئے کپڑے، کام کاج کی بھٹی، بھٹائی، بدستوں سے ملاقاتیں، مید مبارک، مید مبارک کی دھڑک کر خوشی کا اظہار تو دتر ہے۔ یہی خوشی جو کڑنمیں مل سکتی۔ دلوں میں خوشی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔“

لَا تَنْفِرْ عَنْ وَصْفِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا

وَبِغَضْبَتِي يُوزَعُ زُجْجَتُكُمْ أَتَمَّتْ ﴿١٩﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَضَرْتَنِي

أَمْسَى وَكَذَلِكَ بَيِّنًا ﴿١٣٠﴾ قَالَ كَذَلِكَ أَفْتَدَى مَا بَيْنَنَا وَمَيْنَا

وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْصَى ﴿١٣١﴾ (آپ - ۱۳۱-۱۳۰)

ترجمہ: ”اور جو شخص میری نصیحت سے امر میں کرے گا تو اس کے لئے حق کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اعدا (کر کے قبر سے) اٹھائیں گے۔ وہ (قبر سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اعدا (کر کے) کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا۔ اور شاہوگ کہ ایسا ہی (تھو سے مل جاتا تھا اور یہ کہ) تیرے پاس اللہ سے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا۔“

جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا کی زندگی تک تک تک رکھتے ہیں، کبھی اس کو سکون نہیں دیتے۔ خوشی کو ظاہر کرتا۔ یعنی اچھے کپڑے پہن لینا، اچھے کھانا کھا لینا، معاشے کر لینا، دوست دوست کہہ کر ملاقاتیں کر لینا اور مبارک باد مبارک باد کہہ دینا، یہ اللہ کی نافرمانی سے دلوں میں پیدا ہونے والے فتنے کو ہلکا کرنے اور عارضی طور پر تھوڑا سا سن کرنے کا انگشتن ہے، نافرمان شخص جس جس کر، خوشی کا اظہار کر کے دلوں میں لگے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کانٹوں کی چھین کو ختم کرتا چاہتا ہے لیکن ایسا کرنے سے ذرا سا عارضی سکون تو مل جاتا ہے مگر پھر پہلے سے بھی زیادہ درد کی بیسیں اُٹھتی ہیں۔

بیرونی اقوام کی بکثرت ہنسی کا راز:

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بیرونی اقوام ہنسنے بھی بہت زیادہ ہیں اور ایک دوسرے سے حراز بھی بہت کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی کے دوزان کے دلوں میں ایسے صافٹے ہیں کہ اگر وہ زیادہ نہ ہنسیں اور ایک دوسرے سے حراز نہ کریں تو

ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ چند دن زندہ رہنے کے لئے وہ ہنس ہنس کر مزاح کر کے اپنا وقت گزارتے ہیں۔

جدہ میں ایک کھیتی کے ایک ملازم نے مجھے بتایا کہ اس کھیتی کے ذمہ داروں نے کھیتی کے ضرروں اور ملازمین کو صحت پر قرار رکھنے کے اصول سکھانے کے لئے امریکا یا انگلینڈ سے کسی کو بلا یا۔ اس نے صحت پر قرار رکھنے کا ایک قصہ یہ بتایا:

”آئیے کے سامنے تھوڑی دیر کھڑے ہو کر بٹھا کریں۔“

میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے بندوں کو آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ان کے سامنے ہر وقت ”رُخِ یار“ رہتا ہے۔

سہ دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
ہب زما گردن جھکا لی رکھ لی
اللہ کے بندے تو ہر وقت ”رُخِ یار“ دیکھتے رہتے ہیں انہیں آئینہ دیکھ دیکھ کر چٹنے کی کیا ضرورت؟

سہ میں ہوں دن رات جو گردن جھکائے بیٹا رہتا ہوں
تری تصویر سی دل میں کبھی معلوم ہوتی ہے

سہ ماہرِ پیالہ ٹکس رخِ یار دیدہ ایم
اسے ہے خیر ز لذتِ شربِ دوام ما
ارے اللہ کی محبت سے خالی! تجھے کیا معلوم کہ ہم تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے جلوں کی لذت و حلاوت پا رہے ہیں، تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی لذت کیا ہے؟

سہ لطف سے تجھ سے کیا کہوں زاہدا!
ہائے کم بہت تو نے نی سی نہیں

اللہ کے بافرمان آئیے دیکھ دیکھ کر سکون حاصل کرنے کی کوشش کریں بانی وی دیکھ کر، بس بس کر سکون حاصل کرنے کی کوشش کریں یہ جہاں جہاں کر سہرہ ل ایک دو لمحے کا سکون ملے کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی بافرمانی کا چہرہ دل میں لگتا ہے تو یہ بافرمان خود کشی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آئیے دیکھ دیکھ کر تھوڑی دیر زخمی رہنے والے نکتی خود کشی کرتے ہیں اس کا اعزاز اس سے لگائیں کہ بیرونی ممالک میں لوہے کی منزلوں میں کھڑکیاں نہیں بناتے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کی بافرمانی کے کانٹے دلوں میں چبھتے ہیں تو پریشان ہو کر کھڑکیوں سے کود کر مر جاتے ہیں۔

ان کی مثال تو وہی ہے جو میں اکثر بتایا کرتا ہوں کہ ایک گندھے کی دم کے نیچے کانٹا لگ گیا، اس کو اتنی عقل تو تھی نہیں کہ سکون کیسے ملے گا؟ اتنی عقل ہوتی تو کسی انسان کے پاس چلا جاتا وہ کانٹا کھینچ دیتا تو سکون مل جاتا، لیکن گندھا جو ظہر اس میں اتنی عقل کہاں؟ اس نے اپنی دم زرد زرد سے دانوں پر لگا کر شروع کی، وہ سمجھتا تھا کہ اس سے کانٹا نکل جائے گا لیکن نکلنے کی بجائے وہ کانٹا اندر گھس گیا اس کی حالت نا فرماؤں کا ہے کہ یہ بافرماتوں کر کے سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے پریشانی اور بڑھ جاتی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ فی وی دیکھنے سے دل بہل جائے گا لیکن دل بھلنے کی بجائے پریشانیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمائیاں چھٹی کریں گے پریشانیاں اور بڑھیں گی، چھٹی پارہم لگائیں گے کانٹا اور اندر گھسے گا۔

سہ جتنا خرچ گئے جال کے اندر

جال گھسے گا کھال کے اندر

با فرمایاں چھوڑے پھر سکون حاصل کرنے کی تدبیریں لگاؤ گے تو جال کھال

میں اور بھی زیادہ گھسنا چلا جائے گا۔

کراچی کے پر آشوب حالات میں سویوں کی تقسیم:

ایک دو روز پہلے کسی نے فون پر پوچھا کہ ہم کراچی کے پریشان کن حالات جن میں ہزاروں لوگ مر گئے ہیں سویاں ایک دوسرے کے گھروں میں پہنچائیں یا نہیں؟ میں نے کہا کہ سویاں کھاؤ بھی اور پہنچاؤ بھی اس لئے کہ حالات آپ کے سویاں کھانے یا چھوڑنے سے نہیں سدھریں گے، حالات سدھریں گے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑنے سے سدھریں گے۔

تَبَيَّنَ: چونکہ اللہ ہمارے ماحول میں اس قسم کی رسوم کا کوئی وجود نہیں اس لئے مجھے یہ خیال نہ آیا کہ سول ناچائز دم کے بارے میں ہے ورنہ میں اسی وقت تنبیہ کرتا کہ میرے دن سویاں پکانے کا التزام ہو ایک دوسرے کے گھروں میں بھیجنے کی رسم ناچائز ہے، پھر ان ناچائز کاموں کو کاروبار سمجھا جاتا ہے جو اور بھی بڑا گناہ ہے۔

اسی موضوع کی مناسبت سے میں نے بیان کے شروع میں یہ آیات پڑھیں

یہاں:

﴿الْأَمْسِكْ إِلَٰهَ لَوْلَا حَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (۵) ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (۶)
لَهُمُ الْبُزْجِيُّ فِي الْعَمَلِ الْغَنَى وَالْأَجْرَةُ لَا تَبْدِيلَ
لِكُنْزِي إِلَٰهَ لَوْلَا هُوَ الْغَوْزُ الْمَطْبُوعُ (۷)

(پہ: ۱۶، ۱۷، ۱۸)

ان آیات کا مضمون چونکہ بہت اہم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں فرمایا "الا" "لا" کے معنی ہیں خبردار یعنی خبردار ہو جاؤ کہ آگے ایک ایسا مضمون آ رہا ہے جس پر دنیا و آخرت دونوں کی نجات سونپ ہے۔ پھر ۱۶ سے متوجہ کرنے کے بعد فرمایا "کن" یہ حرف تاکید ہے جس کے معنی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ

خبردار ہو کر سنو یہ عجیب بات ہے اس میں ذرا برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ کے دوستوں پر کوئی غم نہیں آتا

﴿إِنَّمَا إِلَهُ الْكَافِرِينَ لَا حُوفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

بِحَسْرَةٍ فُتِنُوا﴾ (پہ ۱۱-۱۲)

اللہ کے دوستوں کو نہ آئندہ آنے والی کسی پریشانی کا خوف ہوتا ہے کہ سوچتے رہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ایسا نہ ہو جائے اور نہ ہی انہیں کسی گزشتہ نقصان کا غم ہوتا ہے۔ تاہم یہی ہو جائے خواہ وہاں ہی کیوں نہ چلی جائے یہ بہر حال خوش رہتے ہیں اس لئے کہ جان تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تھی اگر چلی گئی تو اس میں بندے کا کیا نقصان؟ متعصم حیات چلا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آخرت کمانے کے لئے بھیجا ہے سواگر وہاں بلائیں تو سفر ختم ہو گیا کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس سفر میں وطن کے لئے کیا یا گویا؟ وطن کو بھٹایا جاگذا اللہ تعالیٰ نے انسان کے اختیار میں دے دیا ہے۔ یہ بات کہ وطن کیوں چلا گیا؟ تو اس پر تو خوش ہونا چاہئے کہ وطن وطن ہے وہاں تو جانا ہی تھا۔ جنہوں نے وطن کو پہچان لیا، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی وہ تو برکت فرماتے رہتے ہیں کہ ہم وطن کب جائیں گے؟

شوق وطن:

دارالافتاء کے حلقہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا ان کے انتقال کے بعد مجھ میں لگ رہا ہے جیسے بھرے میں بند کی طوطوں میں سے ایک طوطا اڑ گیا ہو اور دوسرے اس غم میں پلڑ پلڑا رہے ہوں کہ بائے ہمارا ساتھی اڑ گیا ہم کب جائیں گے؟ انہیں اس کا دکھ نہیں کہ وہ کیوں اڑ گیا؟ وہ بیمارے اس لئے پلڑ پلڑا رہے ہیں کہ وہ وطن چلا گیا ہم کب جائیں گے؟ یہ شوق وطن کا تھا خدا ہے کہ انسان کو برکت وہاں

جانے کی فکر ہے۔ اگر وطن کی طرف پرواز کا موقع نہیں تو کم از کم پلڑ پڑائے ہی رہیں۔

سے ترس کچھ آچلا سیاد کو ہاں پلڑ پڑائے جا

کہ شاید صورت پرواز ہی پرواز بن جائے

ایسے موقع پر میں کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مہر کہ سے غارت ہے، محبت نہیں تو کم از کم ڈاڑھی ہی رکھ لے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تھوڑا سا اثر دل پر آجائے گا، محبت پیدا ہو جائے گی۔ پرواز نہیں کر سکتے تو پلڑ پڑا ہی شروع کر دو۔

ظ کہ شاید صورت پرواز ہی پرواز بن جائے

یا اللہ! ہم سب کو اپنی رحمت سے آخرت کی پروازیں عطا فرما۔

معیار ولایت:

اللہ تعالیٰ نے تاکیدوں پر تاکیدیں لاکر یہ بتا دیا کہ بلاشبہ و شہید اللہ کے دوستوں پر نہ ہی آئندہ کا کوئی خوف ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی گزشتہ تکلیف کا غم، لیکن یہ بات رہ گئی کہ اولیاء اللہ کون ہوتے ہیں؟ چنانچہ آگے بہت مختصر سی دو باتوں میں اولیاء اللہ کی تعریف کرتے ہیں:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَسْتَعِينُونَ﴾ (آیت ۱۷۷ - ۱۷۸)

جو شخص بھی یہ دو کام کر لے یعنی ایمان اور سہارا دینا، اور ہر نامی جھوڑا سے وہ ولی اللہ بن جائے گا، لوگوں نے ولی اللہ یا اولیاء اللہ کو بہت بڑی چیز سمجھ رکھا ہے، یہ نفس و حیطان کا فریب ہے کہ ولی اللہ بننا بہت ہی مشکل ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو آسمان پر اڑے، بعض کے خیال میں ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو دریا پر کھڑا ہو جائے تو اس کا دامن تر نہ ہو، بعض یہ سمجھتے ہیں کہ جس کی دنیا سے ہٹا پار ہو جائے وہ ولی اللہ ہوتا ہے، بعض کے خیال میں جس کے شوستر سے سب لوگ

پاٹ ہو جائیں وہ دلی اللہ ہے اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ دلی اللہ وہ ہوتا ہے جو رہے کراچی میں اور ساری نمازیں پڑھے مکہ میں، اللہ تعالیٰ ٹکس و شیطان کے ان تمام مکایہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کن دلی اللہ کون ہوتا ہے؟

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَكُنُوا يَسْتَفْتُونَ﴾ (۱۶) (پ ۱۱ - ۱۲)

ایک لمحہ میں دلی اللہ بننے کا طریقہ بتا دیا۔ بس دو کام کر لو۔

① ایمان صحیح کر لو۔

② ہر نافرمانی چھوڑ دو۔

ایمان درست کرنا کیا مشکل ہے؟ ایک لمحہ کی بات ہے۔ راہ دوسرا کام یعنی ہر نافرمانی چھوڑنا تو یہ بھی کوئی مشکل کام نہیں اس لئے کہ دیر تو اس وقت لگتی ہے جب کوئی کام کرنا پڑے، اس کا سوں میں جتنی دیر لگتی ہے میں میں اس سے زیادہ دیر لگے گی، سو ہیں تو اور دیر لگے گی، ہزار ہیں تو اس سے بھی زیادہ دیر لگے گی لیکن چھوڑنے میں تو کچھ بھی وقت صرف نہیں ہوتا۔ چھوڑنے میں تو آپ ایک کام کو چھوڑ دیں یا لاکھوں کو چھوڑیں وقت تو کچھ بھی خرچ نہیں ہوگا۔ حاصل یہ کہ اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو ایمان صحیح کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا یہ انعام ہے کہ وہ بے خوف و خطر رہتے ہیں، ہر حال میں خوش اور مطمئن رہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی خوشیاں:

اولیاء اللہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کیسے خوشیں، کیسے کیسی میسر ہیں اور کیسی کیسی مسرتیں پیدا فرماتے ہیں اس بارے میں فرمایا

﴿لَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآٰخِرَةِ﴾ (پ ۱۱ - ۱۲)

”ہم دنیا میں بھی ان کے دلوں میں بھجارت دیتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے دل خوش رہیں گے، ہماری طرف سے انہیں ہر

وقت بٹا رہی ملتی رہتی ہیں۔“

اس پر ذرا سوچیں اور روزانہ سوچنے کی عادت ڈال لیں کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں کیا ہیں؟ سوچیں کہ زندگی میں کون کون سی باتیں ہیں؟

سوچنے کی عادت پیدا کرنے کا نسخہ:

سوچنے کی عادت ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ ابتدا میں اپنی سہولت کے مطابق کوئی ایک وقت مقرر کر لیں، جو وقت بھی مناسب سمجھیں مگر نہیں جیسے رات کو سونے سے پہلے یا صبح اٹھنے کا وقت۔ اس مقررہ وقت میں تھوڑی دیر کے لئے سکون و اطمینان کے ساتھ اس بات کو سوچا کریں۔ شروع تو اس طرح کریں پھر جب اس کا اثر ہوتا جائے گا تو سوچنا نہیں پڑے گا بلکہ خود بخود وہ بات دل میں آتی رہے گی۔

قوانین سیکھنے کی اہمیت:

یہ جو بتایا کہ کسی مقررہ وقت میں تھوڑی دیر سے لئے یہ سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی کون کون سی باتیں ہیں؟ اور کون کون سی باتیں ہیں؟ فرمانوں کا علم جب ہی ہوگا کہ اللہ کے قوانین کا علم ہو۔ اگر کسی حکومت کے قوانین کا علم ہی نہیں تو سیکڑوں خلاف ورزیوں کرنے کے باوجود جی بکھتا رہے گا کہ میں تو حکومت کے کسی قانون کے خلاف نہیں کرتا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ سرسٹیکھے جائیں۔ اور وہ میں اللہ کے قانون کی آسان ترجمانی، کامل، مکمل، سلیکھتا اور لکھی کتاب ”بہشتی ریور“ ہے۔ اسے پڑھنے سے شے کا معمول جائیں۔

دیور سے پروردہ فرض ہے:

اللہ تعالیٰ ہر شے کے بعض قصے سامنے لے آتے ہیں جنہوں میں بار بار بتاتا رہتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ پاپ لگا لگا کر ان قصوں کو دلوں کے اندر گھسیڑ دوں، یا اللہ!

جانا میرا کام ہے، دلوں میں اتارنا میرا کام ہے۔ مہرت حاصل کرنے والے ان قصوں سے مہرت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس بارے میں کہ آج کے مسلمان کو اللہ کے قوانین کا علم نہیں میں اکثر یہ قصہ جانتا رہتا ہوں کہ پشاور سے ایک شخص نے خط لکھا کہ میں نے تبلیغ میں بیرونی ملکوں میں پیدل کنی چلے لگائے ہیں۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے اندر کوئی خرابی نہیں رہی ہر گناہ سے بچا ہوا ہوں۔ انہوں نے لکھا تو نہیں لیکن اپنے لیڈل میں وہ خود کو ولی اللہ سمجھ رہے ہوں گے۔ اس لئے کہ جب کوئی گناہ نہیں رہا تو ولی اللہ تو بن ہی گئے، اپنے اپنے لئے جنت میں۔ لکھا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے اندر کوئی خرابی نہیں رہی ہر گناہ سے بچا ہوا ہوں مگر جب دارالافتاء سے قطع رکھنے والے کسی صاحب نے بتایا کہ دہرہ سے پردہ فرض ہے تو میں بہت پریشان ہوا۔ یہ بھی ان کی صلاحیت کی علامت ہے کہ خود کو پارسا سمجھ رہے تھے مگر جب ایک گناہ ثابت ہو گیا تو پریشان ہو گئے، اللہ تعالیٰ اپنے اس بندہ کو دین میں اور زیادہ ترقی و استقامت عطا فرمائیں، ورنہ آج کل کا مسلمان تو یہ کہتا ہے کہ جن گناہوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا ان کے بارے میں اگر کوئی اسے یہ بتائے کہ یہ گناہ ہیں تو کہتا ہے کہ جاننا ہوا! یہ کوئی گناہ نہیں ویسے ہی ملائیس کی بجائی ہوئی باتیں ہیں۔ ان کے خط سے ثابت ہوا کہ ان کے دل میں فکر ہے۔ تصدیق کے لئے بھاگے بھاگے ایک مولوی صاحب کے پاس پہنچے اور ان سے پوچھا کہ کیا دہرہ سے پردہ فرض ہے؟ تو مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں دہرہ سے پردہ فرض ہے۔

علم سے عمل کی توفیق مل سکتی ہے:

جس کو اللہ کے قانون کا علم ہوا اگر وہ اس پر فی الحال عمل نہیں کرتا تو شاید کبھی کر لے اور نہیں بھی کرے تو کم سے کم خود کو آخری بھرم تو سمجھے گا کہ میں گناہ گار ہوں، اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہوں، دل میں تدامت تو ہوگی۔ لیکن جب اللہ کے

قوانین کا علم ہی نہیں تو جہزوں گنوا کرتے ہوئے بھی خود کو ولی اللہ کہے گا۔ ایسے شخص کو تو بہ کی توقع ہی نہیں ہوگی۔

بہشتی زیور کی تعلیم:

میں تبلیغی بھائیوں سے بھی کہتا رہتا ہوں کہ جس پیار و محبت اور جس لگن سے دوسری کتابوں کی تعلیم کرتے ہیں ایسے ہی اللہ کے قانون کی کسی کتاب کی تعلیم کا سلسلہ ساتھ ساتھ رکھیں تاکہ کچھ پتا تو چلے۔ اردو میں اللہ کے قانون کی آسٹن تہ، جامعہ کالج، مکمل، مدللہ پائے اور پکی کتاب ”بہشتی زیور“ ہے۔ اس کا کچھ ترجمہ کریں پڑھا سنا کریں تاکہ اللہ کے قوانین کا علم ہو۔

سرسری محاسبہ:

یہ جانتایا کہ کوئی دقت معین کر کے رزائے تھوڑی دیر کے لئے سوچا کریں کہ اللہ کا قانون تو نہیں توڑ رہے؟ سو اگر سوچنے کے بعد پتا چلا کہ فلاں فلاں غلطی گھٹی ہوئی ہے تو توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی مانگیں یا اللہ! یہ غلطی ہوگئی معاف فرما دے اور آئندہ کے لئے حفاظت فرما اور اگر اس کی تحصیل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے قوانین کا علم حاصل کرتے رہیں پھر سرسری جائزہ لینے میں یہ ثابت ہو کہ کوئی غلطی نہیں ہو رہی یا یہ کہ فلاں گناہ کی عادت تھی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جھوٹ گئی ہے تو اس پر الحمد للہ کہیں بلکہ دو رکعت نفل شکرانہ کے بھی پڑھ لیں تو اور بھی اچھا ہے۔ غلطی پر دو رکعت نفل توبہ کے اور کسی گناہ کے چھوٹنے پر دو رکعت نفل شکرانہ کے پڑھنے کی عادت ڈالیں۔

دلوں میں خوشی ٹٹولیں:

دوسری بات یہ سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر پارہ پر یہ اعلان فرمایا

ہے کہ جو لوگ گناہ چھوڑ دیتے ہیں، میری نافرمانیاں چھوڑ دیتے ہیں وہ دنیا میں پریشان نہیں ہوتے فرمایا:

﴿لَهُمْ أَجْرُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْأَجْرَةِ لَا يَبْدِيلُ لِحُكْمِهِ أَحَدٌ﴾ (دب ۱۱-۱۲)

جو لوگ گناہ چھوڑ دیتے ہیں انہیں دنیا میں بھی خوش دکھائے ہوں اور یہ میرا ایسا فیصلہ ہے کہ اس میں کمی قیامت تک کسی قسم کی تبدیلی نہیں آسکتی:

﴿لَا يَبْدِيلُ لِحُكْمِهِ أَحَدٌ﴾ (دب ۱۱-۱۲)

اللہ کے اس فیصلے کے خلاف کمی بھی نہیں ہو سکتی۔

﴿ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْرُ الْعَظِيمُ﴾ (دب ۱۱-۱۲)

یہ بات یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا چھوٹ جانا بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایک تو یہ فرمایا کہ بہت بڑی کامیابی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بہت بڑی کامیابی صرف یہی ہے اس کے سوا دنیا بھر کی کوششیں کر لیں کوئی کامیابی ہے ہی نہیں، سب سے بڑی کامیابی ہے تو صرف یہی۔ اس مضمون کی کئی آیتیں ہیں مثلاً: فرمایا

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَوْا نَحْنُ خَيْرٌ مِّنْ آلِ يُسُفَٰثَ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمُ الْآيَاتُ الْبَارِئَاتُ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ﴾ (۲) مَعَنُ أُولَٰئِكَ لَكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْأَجْرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُنَّ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُونَ (۳) نَزَّلْنَا مِنْ عُلُوِّ دَرَجَةٍ (۴)

(دب ۲۱-۲۲-۲۳)

جن لوگوں نے رہا اللہ کو دیا یعنی یہ کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، صرف زبان سے کہنا کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اللہ تعالیٰ کی حکومت کو تسلیم کر لیں، اور کسی حکومت کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے کسی قانون کے خلاف نہیں کریں گے،

کسی بات میں بھی اس کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ سو جو لوگ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی حکومت کو تسلیم کر کے: ”ثُمَّ اٰتَيْنَاكَ شَوْءًا“ پھر اس کو بھرتے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ وہ راہیہ معاملہ ہوتا ہے:

﴿اَتَيْنَاكَ عَلَيْهِمْ كَلَمَةً وَفِي ذٰلِكَ لَاٰتٍ﴾ (ہود: ۶۱-۶۲ یا ۳۰-۳۱)

ان کے دلوں پر ہمارے فرشتے نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں: ”اَلَا تَحْشَرُوْنَ“ ارے! آنکھ دہ آنے والے حالات سے مت ڈرو۔ ”وَلَا تَحْشَرُوْا“ اور اگر دنیا میں کوئی نقصان ہو گیا تو قسم مت کھاؤ اس لئے کہ اس میں تمہیں جو اجر ملا، جو رحمت ملی وہ تم سے لی ہوئی چیز سے ہزاروں ہزاروں درجہ زیادہ ہے سو اس صورت میں تمہارا نقصان کہاں ہوا؟

کوئی شخص گھر سے ہزاروں لاکھوں روپے لٹکا کر کسی بہت بڑی تجارت میں لگا رہا ہو اور کوئی پاگل کہہ دے کہ ارے اس کا کتنا نقصان ہو گیا تو عقل مند اس پاگل کی حماقت پر ہنسے گا کہ اس کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ وہ بے بہت بڑی تجارت میں لگ گئے نقصان کہاں ہوا؟

اسی طرح اللہ کا وہ بندہ جس نے اپنے مالک و رزاق کو راضی کر لیا اس کا کوئی بھی نقصان ہو جائے خواہ وہ مال کا نقصان ہو یا جان کا، صحت کا نقصان ہو یا عزت کا، ہتھیار بھی ہو جائے وہ نقصان نہیں بہت بڑی تجارت ہے۔

سے نیم جان بستاد و صد جان و بد

آنچه در دست نہ آید آن در

وہ تو تھوڑی سی تکلیف پہنچا کر ہزاروں ہزاروں گناہ پر وہ عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کے وہ بندے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھتے لیکن ان کے دل فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔ دل سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنے اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ

لے جب بھی اس کو اتنا یقین نہیں ہو سکتا۔ آنکھ تو دھوکا کھا سکتی ہے لیکن مسلمان کا دل دھوکا نہیں کھا سکتا۔

نزول ملائکہ کا وقت:

ہو سکتا ہے کسی عالم کو یہ اشکال ہو کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فرشتے یہ باتیں مرتے وقت کہتے ہیں، بعض نے لکھا ہے کہ جنت میں کہیں گے جب کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ فرشتے یہ بشارتیں دنیا میں بھی دیتے ہیں، اس اشکال کا جواب بھی سن لیجئے کہ الہ اللہ کے ساتھ دنیا میں معاملہ ایسے ہی ہے کہ فرشتے انہیں دنیا میں بھی یہ بشارتیں دیتے رہتے ہیں اور پہلی آیت:

﴿الْأَنبَاءُ أُولَئِكَ أَتَوْا اللَّهَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (۶۱) الْوَيْلُ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكُنُوا يُسْتَفْزَعُونَ ﴿۶۲﴾
لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ﴿۶۳﴾

(آپ ۶۱ - ۶۲ - ۶۳)

اس آیت میں تو صاف صاف فرمایا کہ ہماری طرف سے ان کو دنیا میں بھی بشارتیں ملتی رہیں گی۔

۱۔ ہم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم

دیتا ہے تسلی کوئی بیضا مرے دل میں

اس شعر میں خطاب دیکھیں کیسے لفظ سے کیا۔ اللہ والے کی بات اللہ ہی کی بات ہوتی ہے۔ محبوب کی باتیں خواہ وہ محبوب کی زبان سے ہوں جیسے قرآن مجید کی آیات یا کسی اللہ والے کی زبان سے ہوں، ساری ہی پاور ہیں تو اچھا ہے۔ کبھی کوئی حزا کبھی کوئی حزا۔ کچھ آیتیں چڑھی لی ہیں اور کچھ آیتیں باقی ہیں درمیان میں اللہ والے کی بات بھی سن لیجئے فرماتے ہیں:

سہ ہدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم
 دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں
 ہدم کو خطاب فرما رہے ہیں اس لئے کہ اس راہ کو صرف "ہدم" ہی سمجھ سکتا ہے

اور نہ۔

سہ تو ندیدی گئی سلیمان را
 چہ شکاکا زبان مرغان را
 جس نے بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہیں دیکھا وہ پرندوں کی زبان کیا

بجھے۔

سہ لطف سے تھم سے کہا کہوں زلہا!
 ہائے کجبت تو نے پی ہی نہیں
 فرماتے ہیں کہ "ہدم" ہی یہ حقیقت سمجھ سکتا ہے کہ میں لوگوں کی فطرت میں جب
 بڑی بڑی مصیبتوں میں ہوں وہ میرے لئے مصیبتیں نہیں ہیں تو ان حالات میں خوش
 و خرم ہوں۔

سہ ہدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم
 دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں
 روئے ہوئے اک پار ہی افس دیتا ہوں ہمدوب
 آجاتا ہے وہ شوق جو ہنستا مرے دل میں
 جو اللہ تعالیٰ سے تعلق محبت قائم کر لیتے ہیں، باقرمانی چھوڑ دیتے ہیں ان کے دل
 کی کیفیت پر دیتی ہے۔

ظہر ہے بیش وہ عالم کا مویا مرے دل میں
 میں یہ تار ہاتھاک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے
 قوانین کا علم حاصل کرتے رہتے ہیں وہ دوسری بات یہ سوچا کریں کہ باقرمانی چھوڑ

جگہ کر لی پھر کھالیا، بس کھانے پینے کا دھندا بنا رکھا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ قرآن اتارنے سے اللہ تعالیٰ کا یہی مقصد ہے کہ کھانا پیو۔ مسلمانوں میں دوسری قوم وہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے: "وَشَفَاءٌ لِّمَا فِي الْفُجْدُوْرِ" "لہذا آیات شفاء، چھٹی کی پلیٹ میں زمفران سے لکھ کر دھو دھو کر پیتے پلاتے رہو۔

ایک شخص ایک بوتل میں زمفران گھول کر میرے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ آپ قصوبہ زمفران سے لکھا کریں اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ میں نے وہ بوتل یہاں ایک مولوی صاحب کو دے کر کہا کہ آپ لوگ دوائی کام کرتے ہیں جائیں اسے لی لیں۔

قرآن مرض حب دنیا کے لئے شفاء ہے:

اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید: "وَشَفَاءٌ لِّمَا فِي الْفُجْدُوْرِ" یعنی دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ دل کے دورہ کا علاج ہے بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی بجائے دنیا کی محبت کی بیماری کے لئے شفاء ہے۔ اگر مسلمان اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا، قرآن کے احکام پر عمل نہیں کرتا تو وہ کبھی بھی قرآن سے خوش نہیں ہوگا ہیٹھ ماریض ہی رہے گا۔

آج کے مسلمان کو معلوم نہیں کہ قرآن میں کیا ہے:

میں کبھی کبھی یہ بتاتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت یہ بھی ہے کہ آج کے مسلمان کو یہ معلوم نہیں کہ قرآن میں کیا ہے۔ اگر آج کے مسلمان کو پتا چل جائے کہ قرآن میں کیا ہے تو یہ سارے قرآن الٹا کر کیا زلی میں پھینک آئیں۔ چونکہ انہیں معلوم نہیں اسی لئے اس کو بچہ سچے بھی رہتے ہیں، خوشبو بھی لگاتے ہیں، مسجدوں میں بھی رکھتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قرآن کھانے پینے کا دھندا ہے، اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ اس میں کیا ہے تو ہرگز اسے گھر میں نہ رکھیں۔ چلے اس پر ایک قصہ بھی بتا

اول۔

پردہ کا حکم دیکھ کر چنچیں نکل گئیں:

ایک شخص نے ہمد سے مجھے کھد کر اس کی بیوی نے جب ترجمہ قرآن چڑھنا شروع کیا تو بہت خوش ہوئی کہ میں قرآن چڑھ رہی ہوں۔ لیکن جب سورہ نور پر پہنچی اور اس میں آیا پردہ کا حکم تو کہنے لگی لے جائیں اس قرآن کو میں یہ قرآن نہیں چڑھوں گی لے جائیں لے جائیں اس قرآن کو۔ خود اس کے شوہر نے مجھے کھد کر میں نے اسے بہت سمجھایا بہت سمجھایا کہ اتنے پارے چڑھ لئے تو آگے بھی چڑھ لو، اگر اصل کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تو چلے کوئی بات نہیں بعد میں ہمت ہو جائے گی ابھی چڑھ تو لو۔ مگر وہ چلائی کہ لے جائیں مجھے ایسا قرآن نہیں چاہئے۔ یہ قرآن نہیں چڑھوں گی۔ اب خود فیصلہ کیجئے کہ اگر آج کے سلطان کو یہ بتا چل جائے کہ اس قرآن میں کیا ہے تو کیا وہ اسے سمندر میں نہ پھینک دے گا؟

قرآن کی دولت پر کون خوش ہوتے ہیں؟

قرآن کی دولت سے خوش وہی شخص ہو سکتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کا قانون ہے۔ اگر ہم اس قانون پر عمل کریں گے تو دنیا بھی بنے گی اور آخرت بھی دنیا میں بھی سکون ملے گا اور آخرت میں بھی۔ قرآن دل کی بیماریوں کے لئے شفا ہے یعنی قرآن اللہ کی محبت پیدا کر کے دنیا و آخرت دونوں کو جنت بنا دیتا ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو وہ تو قرآن کی دولت پر خوش رہے گا اور اگر ایسا نہیں تو قرآن سے کبھی بھی خوش نہیں ہوگا ہمیشہ ناراض ہی رہے گا۔

بات یہ چل رہی تھی کہ عید کے موقع پر لوگ خوشی کے مظاہرے تو کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں خوشی نہیں، ہر دھتھکیں دھنکھن رہتے ہیں۔ کبھی کوئی نہ۔ نہ ہوگی، کبھی تنگ دہتی، کبھی دشمنوں کا خطرہ، کوئی نہ کوئی پریشانی لگی ہی رہتی ہے۔ نہ۔۔۔

یاد کر لیں کہ ہر پریشانی کا علاج اللہ کی نافرمانیوں چھوڑنا ہے۔

خوشیاں منانے کے مختلف انداز:

مید کے دن لوگ خوشیاں کیسے کیسے مناتے ہیں؟ ان میں سے چند چیزوں کا بیان تو ہو چکا ہے کہ اچھا کھا لیا، سویرا کھا لیں، اچھا لباس پہن لیا، مید کی نماز کے لئے پہنچ گئے۔ خوشی منانے کا ایک اور طریقہ مید کے دن کا معاملہ ہے۔

مسئلہ معافیت:

مید کی نماز کے بعد مصالحو و معافیت بدعت ہے، دوسرے اوقات میں بھی پاکستان اور ہندوستان میں معافیت کے عام سرچہ طریقہ میں کئی غرایاں ہیں۔ سینے کو سینے سے اور چہرہ کو چہرہ سے ملا کر خوب بچھتے ہیں، یہ گنگ نہیں۔ گنگ طریقہ یہ ہے کہ صرف گردن سے تڑت ملائی جائے، معافیت کے سرچہ طریقہ میں نساوات کی تفصیل میرے رسالہ ”مصالحو و معافیت“ میں ہے یہ رسالہ حسن الفتاویٰ کی نویر جلد میں ہے۔

میں مسائل بتاتا نہیں بتاتا ہوں:

لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ عجیب عجیب سنے سنے مسائل نکال رہتا ہے جو پہلے بھی نہیں سنے، حقیقت یہ ہے کہ میں مسائل اپنی جیب سے نہیں نکالتا، مسائل تو قرآن و حدیث کے ہیں، میں مسائل بتاتا نہیں بتاتا ہوں، میرے بتائے ہوئے مسائل پر تو لوگوں کو قہر اس لئے ہوتا ہے کہ عوام علماء سے تعلق نہیں رکھتے ان سے مسائل نہیں پوچھتے، علماء کا بھی یہ قصور ہے کہ وہ ضرورت کے مسائل عوام کو از خود نہیں بتاتے جب کہ میرا یہ معمول ہے کہ لاپٹی کی وجہ سے عوام اللہ تعالیٰ کی جن بھاتوں میں مبتلا ہیں اور امت تباہ ہو رہی ہے ایسے مسائل عوام تک پہنچانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں، مثلاً آپ حضرات کو معلوم ہی ہے کہ میں پاکستان سے باہر

انگلینڈ، امریکا، کینیڈا، ویسٹ انڈیز وغیرہ صرف یہ مقصد لے کر گیا تھا کہ جہاں بھی جاتیں گا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بھالتوں پر بیان کروں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا دوسری کوئی بات کی ہی نہیں۔ تقریباً تین مہینے کا دورہ رہا جہاں بھی گیا بھی کہتا رہا کہ میرے اللہ کی بھالت چھوڑ دو میں اللہ کی بھالت چھڑوانے کے لئے گھر سے نکلا ہوں اور میرا کوئی مقصد نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اس کا ایسا اثر ہوا کہ جب ہم امریکا پہنچے تو وہاں ایک شخص نے بتایا کہ آپ کے یہاں آنے سے تین دن پہلے ہی میں نے قذافی منڈا نے سے توبہ کر لی ہے۔ جو نبی خدا کہ آپ آ رہے ہیں اسی وقت آپ آ کر لی۔ ان کا ایک بڑا عجیب حال یہ کہ انہیں ہمارے امریکا پہنچنے کا بہت شوق سے انتظار تھا، آدھ کے بارے میں بذریعہ فون بار بار پوچھتے تھے کہ کب آ رہے ہیں؟ بلکہ اتنا اشتیاق کہ اس پر مصروف ہے کہ انہیں اجازت دی جائے تو وہ خود نو ذرا پہنچ کر ساتھ لے جائیں۔ مگر ہم نو جری ہوئی الا سے پہنچے تو انہیں غیر موجود پا کر ہمیں بہت تعجب ہوا کہ وقت پر عاشق صاحب غائب؟ انہوں نے بعد میں تاخیر کی وجہ عجیب بتائی، بتایا کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ جب میں آپ کو لینے ہوئی آؤ جا رہا ہوں تو مسجد میں حاضری دے کر پہلے صلوٰۃ تو پڑھنی چاہئے اور سب گناہوں سے توبہ کر کے چنا چاہئے چنانچہ جب میں مسجد میں پہنچا اور دعا شروع کی تو اسی میں ایسا ٹھکرایا کہ وقت کا پتا ہی نہیں چلا اس لئے دیر ہو گئی۔ چوبیس گھنٹے بعد کہنے لگے:

”آپ کو یہاں آئے چوبیس گھنٹے گذر گئے استے میں اللہ تعالیٰ نے میرے

دل سے دنیا کی محبت نکال دی گویا میں دنیا میں ہوں ہی نہیں۔“

میرے سارے خیالات کا محور بنی تھا کہ اللہ کے بندو! اللہ کی بھالت سے باز

۱۔ (۱) قذافی منڈا (۲) آؤ (۳) ہے (۴) حضور کی محنت (۵) فی دی (۶) کا: بجا (۷) سو کی

محنت (۸) کروں گا (۹) اچانک (۱۰) محبت کرنا مانا

آجہا چنانچہ لوگ آ آ کر دکھاتے کہ دیکھتے ہم نے ڈاڑھی منڈانے سے تو بہ کر لی اور اب ہماری ڈاڑھی نکل رہی ہے صرف بتاتے ہی نہیں بلکہ ہر طرف سے آ آ کر دکھاتے بھی تھے کہ دیکھتے ہم نے ڈاڑھی رکھ لی ہے، کئی خواتین نے شرعی پردہ کر لیا۔

یہ لوگ ٹیڈیوں پر کہتے تھے اور ایسے بھی دوسرے دھانڈے سے یہ خبر پھیل چکی رہتی تھی کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے آج تک یہ بات سنی ہی نہیں کہ ڈاڑھی منڈانا ہذا حرام، اللہ تعالیٰ کی بھلائی اور بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک مٹھی ڈاڑھی رکھ کر فرض ہے۔ بڑے ہو گئے اتنی عمریں گزر گئیں لیکن باپ دادا پر دھوکے دہتے ہیں کہ ہم نے یہ مسئلہ سمجھی نہیں ہے اگر سن لیتے تو ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہمارے دل اتنے خالی نہیں کہ مسئلہ جان کر بھی اس پر عمل نہ کریں۔ ہمارے دلوں میں غرور نہیں، ہم ایسے گئے تھے کہ دوسرے جہنم کے ایذا من نہیں لیکن بات وہی ہے کہ ہم نے آج تک یہ مسئلہ سمجھا ہی نہیں۔

اس سہ ماہی دورہ میں اللہ تعالیٰ کی بھلائیوں پر جو بیان ہوتے رہے ان کی تفصیل وضع اللہ کے ہائی مسلمان میں ہے، اللہ تعالیٰ اس سے امت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے، اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس خدمت کو قبول فرمائیں اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنائیں۔

عوام کے عہد کے ساتھ تعلق نہ رکھنے، مسائل نہ چمچنے اور علماء کی خاموشی سے سب لوگ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنا سنت ہے آخری نے رکھ لی تو ثواب اور آخر کی تو کوئی عذاب نہیں۔

دوسرا قصہ:

ایک بار کسی کا فون آیا کہ ہماری مسجد کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی منڈانے کھانے والے فاسق ہیں۔ گویا وہ مجھ سے شکایت کر رہے تھے تاکہ میں امام

صاحب کو ڈانٹوں کہ آپ نے اسے دے دلی اللہ کو فاسق کیوں کہہ دیا؟ کہنے لگے کہ ہماری مسجد کے امام صاحب فرماتے ہیں ڈانڈھی منڈانے کٹنے والے فاسق ہیں حالانکہ دینی اعتبار سے ہم تو بہت اونچے درجے پر ہیں، کئی حج کئے ہیں، ہر سال عمرہ کے لئے جاتے ہیں، صدقات و خیرات بھی بہت کرتے ہیں، قہجد بھی پڑھتے ہیں، اشراق، چاشت اور اوائین بھی پڑھتے ہیں۔ ہمارا چرخہ خاندان اللہ کے فضل و کرم سے دین میں بہت زیادہ آگے بے پھر مولا، صاحب نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ڈانڈھی منڈانے کٹانے والے فاسق ہیں؟

میں نے ان کی بات سن کر کہا کہ مولا، صاحب نے گھج کہا ہے۔ وہ تو یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں مولا، صاحب کے بارے میں کہوں گا کہ وہ بڑا ناکارنگی ہے ایسا ہے وہ یہ ابھی میں اس کی خبر لیتا ہوں، وہ تو اس شراب کا منتظر تھا اور میں نے کہہ دیا کہ مولا، صاحب گھج کہہ رہے ہیں ڈانڈھی منڈانے والے اور کٹانے والے فاسق ہیں، اگر کسی نے ڈانڈھی ایک مٹھی سے ذرا بھی کم کی تو وہ بھی فاسق ہے اور دوسرے فاسقوں کی طرح نہیں بلکہ سب سے بڑا فاسق ہے اس لئے کہ وہ باقی ہے، ایسا ہے شرع، ایسا ہے حیاء، ایسا ہے غیرت ہے کہ دنیا میں اعلان کر رہا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے، بھلا ایسے شخص سے زیادہ بے غیرت اور اس سے بڑا فاسق اور کون ہو سکتا ہے؟ اس کے تو ایمان ہی میں شبہ ہے۔ میں نے اس شخص کو یہ بھی بتایا کہ آپ کو جو بڑا مولا، صاحب کی بات پر تعجب ہو رہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ مسک پہلی بار سنا ہے اگر آپ دینی کتابیں دیکھتے رہتے یا علماء کرام عام مجلس میں یہ مسک بیان کرتے رہتے اور بات آپ کے کانوں میں پڑتی رہتی تو پھر اگرچہ آپ ٹل نہ کرتے مگر آپ کو تعجب نہ ہوتا۔ دیکھئے تھار چھوڑنے والا فاسق ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو ہنگامی کرے وہ فاسق ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو حرام کھائے، شراب پئے، جھوٹ بولے، یہ سب فاسق ہیں سب کو معلوم ہے

سواگران کو یہ کہہ دے کہ ایسے ایسے کام کرنے والے فاسق ہیں تو انہیں قہج نہیں ہوتا اس لئے کہ اگرچہ یہ عمل نہیں کرتے مگر یہ بات ان کے کانوں میں پڑتی رہتی ہے، انہیں معلوم ہے۔ اسی طریقے سے اگر علماء کرام اپنی مجالس میں اپنے دھنوں میں اسلامی کام مسئلہ بتاتے رہتے تو لوگوں کے کانوں میں بات پڑتی رہتی پھر غور کوئی اسلامی منڈاتا ہی رہتا لیکن یہ جان کر اسے قہج نہ ہوتا کہ وہ فاسق ہے۔ سو مجھے عوام کا قصور ہے کہ وہ دین سیکھتے نہیں اس سے زیادہ قصور علماء کا ہے کہ یہ بتاتے کیوں نہیں؟ یہی شکایت مگر بی محلوں کے لوگ کر رہے تھے کہ ہمیں آج تک کسی نے یہ مسئلہ بتایا ہی نہیں اگر بتا دیتے تو ہم کبھی اسلامی منڈانے یا کھانے کا حرام کام نہ کرتے۔

میں نے فون کرنے والے سے پوچھا کہ وہ مولانا صاحب کون ہیں جنہوں نے صحیح مسئلہ بتا دیا تو میں ان کی زیادت کرنا چاہتا ہوں اس نے بتایا کہ وہ آپ کے پاس آتے رہتے ہیں۔ پس میرا سارا قہج دور ہو گیا اس لئے کہ جو یہاں دارالافتاء آتا ہے جسے یہاں کا مصالک لگا ہوا ہے وہ تو ایسی ہی باتیں کرے گا۔

میں دھک میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے علاوہ مہرت کے قہجے بھی بہت بتاتا ہوں۔ کتاب ”باب البصر“ بھی قصوں کا مجموعہ ہے۔ قصوں سے بڑی مہرت ملتی ہے فرمایا

(لَقَدْ كَلَّمْنَاكَ فِي قَصَصِهِمْ عِتْرَةً لِأُولِي الْأَلْبَابِ) (اب ۱۳ - ۱۴)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم قہجے بیان کریں گے ان قصوں میں عقل والوں کے لئے بڑی مہرت ہے اور جن میں عقل نہیں انہیں تو کچھ بھی کر لو کچھ اثر نہیں پڑتا

”السعيد من وعظ بغيره“ (مسلم)

نیک بخت وہ شخص ہے جو دوسروں کے حالات دیکھ کر مہرت حاصل کر لے۔ آپ لوگ دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں کہ یہاں کے دھک کا ٹھور با تو قرآن مجید کی آیات ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یا پھر مہرت حاصل کرنے کے

تھے کہ دیکھئے وہ قصہ ہو گیا اور وہ قصہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عبرت حاصل کرنے والے دل عطا فرما دیں۔

مضمون کے بار بار تکرار میں حکمت:

ابھی میں نے جو وہ قصے بتائے ہیں میں ان کو اکثر دہراتا رہتا ہوں، ایک ہی قصے کو میں اتنی بار دہراتا چاہتا ہوں کہ یقین ہو جائے اور بات دل میں اتر جائے۔

مثلاً کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

میں یہ قصے دہراتا ہی چلا جاؤں گا، جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو دہرانا نہیں چھوڑا تو میں کیسے چھوڑ دوں، یہ سب اللہ پر عمل ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سے جو قرآن شروع فرمایا تو میں پاروں میں ایک ایک بات کو کتنی کتنی بار دہرایا ہے قرآن اگر فقہ کی کتاب ہوتا کہ اس میں جائز و ناجائز اور نماز و روزہ کے احکام ہوتے تو ایک مسئلہ بھی کبھی دو بار نہ آتا، ایک بار کہہ دیا کہ نماز پڑھ لو پس قصہ ختم لیکن قرآن فقہ کی کتاب نہیں۔ اسی طرح معاذ اللہ! اگر قرآن مجید کوئی تاریخ کی کتاب ہوتا تو قرآن میں جو قصے آتے ہیں ان میں سے ہر قصہ ایک ہی بار آتا دو بار نہ آتا۔ مگر قرآن مجید میں احکام یا قصے جو چاہیں دیکھ لیں کئی بار ہیں۔ مثلاً ایک نماز ہی لے لیں کتنی بار نماز کا حکم قرآن میں ہے اور اللہ کے دشمنوں سے قتال کا حکم تو اس سے بھی زیادہ۔ اسی طرح مثال کے طور پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قصہ لے لیں، محض تو کہتی ہیں کہ ایک بار بتا دیا ہمیں پتا چل گیا بس کافی ہے لیکن قرآن میں دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ ہر چہ اوراق کے بعد سوئی پھر سوئی پھر سوئی۔ سوئی اور فرعون کا قصہ قرآن میں کتنی بار دہرایا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو جہنم کرنے کا فرشتوں کا قصہ کئی بار دہرایا گیا ہے۔ ابراہیم و نوح علیہما السلام ہر برائی کا قصہ کئی بار ہے۔

خاص طور پر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوموں کو جیسے جیسے تبلیغ

بھی غفلت کی تو قرآن بھول جائے گا، عالم نے اس کے روحانی مطالب میں ذرا سی غفلت کی تو گمراہی میں جا پڑے گا قرآن مجید جتنی بڑی دولت ہے اتنی ہی بڑی اس کی شان ہے اور اسی کمی نے بے رہنمائی کی تو اس کو اللہ تعالیٰ سزا دیتا ہے کہ میرے کلام، میرے قانون سے بے رہنمائی، غفرت کی تو اب سزا بھگت۔

ہر ماہ ختم قرآن ہونا چاہئے:

یاد رکھئے! مہینے میں کم از کم ایک بار ختم قرآن کیا کریں جو اتنا بھی نہیں کرتا اس کا تو ایمان ذرا اول ہے، اس کا ایمان بیٹھا نہیں کھڑا ہے کہ ابھی کیا ابھی کیا۔ مہینے میں لازماً ایک قرآن ختم کیا کریں اس کا عہد کریں میں بیٹھے بیٹھے۔ اگر کسی کو کوئی عذر ہے تو بتائے کیا عذر ہے کیوں نہیں پڑھتا۔ قرآن اگر فقہ کی یا تاریخ کی کتاب ہوتی تو اس میں عمر گزار دیتا مگر اسے ہر بار پڑھنے کا حکم دیا جاتا قرآن فقہ یا تاریخ کی کتاب نہیں، یہ دل بتائے کی کتاب ہے اور دل بھی بتا ہے کہ ایک ایک بات کو بار بار، ہر اکہ دل کی کہ انہیں میں اتارا جائے، قرآن ایک ماہ میں ختم کریں تو ایک مہینے کے اندر ایک ایک مضمون اور ایک ایک قصہ کی کئی بار سن لیا، میں تو کئی مضمون کے اندر کو دہراتا ہوں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو نئی پھولی کوشش کو قہر قصوں کو جہرے کا اور کھرا آفرست کا درمیان بنائیں۔

خلاصہ:

عید میں اچھے کھانے پکائے۔ نئے نئے کپڑے پہنئے، معاملے کرنے اور عید مبارک میں مبارک کہنے کے ذریعہ خوشی کا اظہار تو کیا جاتا ہے لیکن دلوں میں جی خوشی نہیں۔ جی خوشی اسی وقت مل سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی ہر ہانہ مانی چھوڑ دیں پھر خواہ حالات کچھ بھی ہوں حالت یہ ہوگی۔

سے میں گو کہنے کو اسے جہم اسی دنیا میں ہوں لیکن
جہاں رہتا ہوں میں وہ اور ہی ہے سرزمین مری



سے میں دن رات جنت میں رہتا ہوں گویا
مرے باغ دل کی وہ گل کاریاں ہیں

وصل اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى اله

وصحبه اجمعين.

والحمد لله رب العلمين.

